سلسلہ سہروردیہ کی دینی اور سیاسی خدمات

خالدہ پروین

A Thesis written by Khalida Parveen
for M.A. History 1986-87). ([illegible]

فہرست ابواب

پیش لفظ
۱-۴

لفظ سہروردی کیا ہے
۵-۷

ابو نجیب عبدالقاہر سہروردی
۸-۱۹

شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردی
۱۹-۲۷

سیاسی خدمات

حضرت بہاالدین زکریا ملتانی
۲۸-۳۷

شیخ صدرالدین عارف
۳۸-۴۶

حضرت رکن الدین ابوالفتح ملتانی
۴۷-۵۷

حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت بخاری
۵۸-۷۷

سید راجو قتال
۷۸-۸۱

سلطان حمیدالدین حاکم قریشی الہکاری
۸۲-۹۶

حضرت عبدالجلیل
۹۷-۱۰۲

حضرت بی بی پاک دامناں
۱۰۳-۱۰۴

شاہ قطب عالم گجراتی
۱۰۵ - ۱۰۶

حضرت شاہ عالم گجراتی
۱۰۶-۱۱۱

شیخ قوام الدین
۱۱۲-۱۱۳

marfat.com

شیخ سارنگ	۱۱۵-۱۱۳
حضرت مخدوم شاہ مینا لکھنوی	۱۳۰-۱۱۶
شیخ سعد خیر آبادی	۱۳۲-۱۳۱
حضرت جلال الدین تبریزی	۱۳۶-۱۳۳
شیخ سماء الدین	۱۳۹-۱۳۷
دینی خدمات	
حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی	۱۶۸-۱۴۰
قاضی حمید الدین ناگوری	۱۷۱-۱۶۹
شیخ شہاب الدین جگ جوت	۱۷۲
مولانا فخر الدین عراقی	۲۰۱-۱۷۳
سید امیر الحسینی	۲۰۷-۲۰۲
شیخ حسن افغانی	۲۱۴-۲۰۸
شیخ شرف الدین سعدی شیرازی	۲۱۸-۲۱۵
شیخ صدر الدین عارف	۲۲۶-۲۱۹
حضرت رکن الدین ملتانی	۲۳۳-۲۲۷
حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت بخاری	۲۷۵-۲۳۴

marfat.com

حضرت قطب عالم ۲۷۷-۲۷۵

حضرت شاہ عالم ۲۷۹-۲۷۷

حضرت شیخ سعد ۲۸۳-۲۸۰

حضرت جلال الدین تبریزی ۲۸۵-۲۸۴

حضرت جلال مجرد کہنائی و یمنی و سلہٹی ۲۸۸-۲۸۶

حضرت شیخ سماء الدین ۲۹۱-۲۸۹

سماجی خدمات

حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی ۳۰۸ -۲۹۲

شیخ صدرالدین عارف ۳۱۳-۳۰۹

حضرت رکن الدین ابوالفتح ملتانی ۳۱۷-۳۱۴

حضرت مخدوم جہانیان جہان گشت ۳۳۱-۳۱۸

شیخ سماء الدین ۳۳۳-۳۳۲

فہرست کتابیات ۳۴۰-۳۳۳

باب اول

=====

تعارف

پیش لفظ

==========

جستجو فطرت انسانی کا جوہر ہے ۔ چھپے ہوئے خزینوں کا کھوج لگانا ، مدت سے بند دروازوں کو تحقیق کے سم سم سے کھول ڈالنا ، ڈھکی چھپی ، شرمائی شرمائی، پوشیدہ کائنات کا گھونگھٹ الٹ دینا اور نئی دنیاؤں پر پہلے قدموں کے نشان چھوڑنا ازل سے مٹی کے اس پتلے کی اولین خواہشوں میں شامل رہا ہے ۔ حال میں رہ کر ماضی کی بھولی بسری کہانیاں کہنا ، یاد کا ملبہ کریدنا اور پھر اس ملبے کی بنیاد پر اپنا مستقبل تعمیر کرنا یقیناً ایک مثبت سوچ اور مثبت اندازِ فکر کا حامل ہے ۔

یہی وجہ ہے کہ ہمارے ہاں پوسٹ گریجویٹ کی ڈگری دینے کی شرائط میں ایک شق یہ بھی ہے کہ اساتذہ کے ایماء پر ان کے منتخب کردہ طلباء و طالبات ، ایک مخصوص موضوع پر تحقیق اور جستجو کے چراغ جلائیں اور

" ان میں لہو ہمارا جلا ہو کہ جان و دل "

مگر یہ کہ مقالہ میں روشنی ضرور ہونی چاہئیے ۔ اسی سلسلہ میں مجھے جو موضوع دیا گیا وہ تھا " عہد سلطنت میں سہروردی سلسلہ " ۔

زندہ قومیں اپنے ماضی کو کبھی فراموش نہیں کرتیں ۔ خاص طور پر جب ماضی ایسی شاندار اور عدیم المثال روایات کا حامل ہو تو اس کو فراموش کر دینا عین کفران نعمت کے مترادف ہے ۔ اپنے بدحال ، حال کو خوشحال ماضی کا آئینہ بنانے کے لئے ضروری ہے کہ گزری ہوئی

marfat.com

مسافتوں پرایک نظر ڈال کر سنگ میل پر جمی مسافروں کی مسرت آمیز تھکن اور دیوار پر لکھے وقت کے اٹل فیصلے پڑھ لئے جائیں ۔

صوفیا اور علما ہم مسلمانوں کی تاریخ کا اثاثہ ھیں ۔ خالق اور مخلوق کے مابین تعلق کی گرہ باندھنے، من و تو کے اسرار طشت از بام کرنے اور مکان سے لا مکان کی مسافت طے کرنے کے علاوہ ہمارے صوفیوں نے مسلم اور غیر مسلم ہر دو قسم کی عوام پر اپنے بلند اخلاق و کردار کا اتنا گہرا اثر چھوڑا ھے کہ اس کے مکمل اظہار کے لئے صفحوں کے صفحے درکار ھیں ۔ تاھم میں "عہد سلطنت میں سہروردی سلسلہ" کی حدود کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے صوفیا کرام کی خدمات کو چند مخصوص عنوانات میں مقید کرنے کی سزاوار ہوں ۔

وقت ، ذرائع اور کوشش کی حدود و قیود کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے میں نے ان خدمات کوسیاسی و دینی علمی او سماجی خدمات کے دائرے میں مقید کر دیا ھے ۔ مختصراً یہ کہ ہمارے بزرگوں نے محض مذھبی ٹھیکیداری کو اصول نہیں بنایا بلکہ مجموعی زندگی کو متاثر کیا ھے ۔ بقول اقبال :

اک فقر سکھاتا ھے صیّاد کو نخچیری

اک فقر سے کھلتے ھیں اسرار جہانگیری

اک فقر سے قوموں میں مسکینی و دلگیری

اک فقر سے مٹی میں خاصیت اکسیری

اک فقر ھے شبیری ، اس فقر میں ھے میری

میراث مسلمانی ، سرمایۂ شبیری

عہد سلطنت میں سہروردی سلسلہ کے جتنے بھی بزرگ آئے ان سب نے فرداً فرداً قوم کی معاشرتی، سماجی، دینی اور علمی اور سیاسی صورت حال کو اس سے بہتر حالت میں چھوڑا جس میں انہیں پایا ۔ میرا خیال ہے اتنا کہنا کافی ہے ۔ وگرنہ بصورت دیگر تو تعارفی اور تعریفی الفاظ کے ذخیرے بھی سورج کے سامنے رکھے ہوئے چراغ کی مانند بجھے بجھے، ماند ماند سے دکھائی دیتے ہیں ۔

میں نے بھرپور کوشش کی ہے کہ جس قدر بھی ممکن ہو سکے، زیادہ سے زیادہ علم کا احاطہ کرسکوں اور میری یہ حقیر سی کوشش آپ کی نذر ہے ۔ گر قبول افتد زہے عز و شرف

حرف آخر کے طور پر میں سپاس گزاری کے ان چند لفظوں کا استعمال ضرور کروں گی جو اگرچہ بےحد ناکافی، معذور اور بے بساط ہیں مگر چونکہ اسباب و واقعات کی اس دنیا میں کسی ماورائی، لطیف جذبے کے اظہار کا اور کوئی ممکن طریقہ نہیں ۔

اولین ممنونیت کے حقدار میرے محترم رہنما ، پروفیسر محمد اسلم صاحب ہیں جنہوں نے انگلی پکڑ کرمجھے تحقیق اور جستجو کی اس خار زار راہ پر اپنے ساتھ چلایا، میرے لئے کتب کی فراہمی کا بندوبست کیا ۔ صبح و شام میرے تھکے ہوئے حوصلے کو سنبھالا دیتے رہےاور مجھے اس مقالہ کی تکمیل کے قابل بنایا ۔

میں اپنے باقی تمام سٹاف کی بھی شکرگزار ہوں جنہوں نے مجھے ہر قدم پر سنبھالا دیا ۔ دوسرے نمبر پر ڈیپارٹمنٹ کی لائبریرین باجی ریاض فاطمہ ہیں جن کا تعاون اور مدد قدم قدم پر میری عصا بنی۔

marfat.com

اور اب بات کچھ اور لطیف جذبوں کی - کبھی کبھی پُر زور اور بے اندازہ امداد اتنا کام نہیں دکھاتی جتنا ایک خاموش اور پر خلوص رفاقت دکھا دیتی ہے - دوست روح کے طبیب ہوتے ہیں اور میں اپنی دوست رعنا اشرف کا خاص طور پر شکریہ ادا کرنا چاہتی ہوں جنہوں نے محض میری مدد کے لئے پورا ایک مہینہ خاص طور پر ہوسٹل میں آ کر قیام کیا - گھروں کے آرام و آسائش کو چھوڑ کر ہوسٹل میں بے در اور بے گھر ہونا معمولی بات نہیں اور میں ان کے اس جذبے کی دل و جان سے قدر کرتی ہوں - پھر اپنے دونوں کلاس فیلوز شاہد اور ظفر اقبال کی ممنون ہوں جنہوں نے ہرطرح سے بھرپور تعاون اور معاونت کا اظہار کیا اور آخر میں میں والدین کی دعاؤں اور خدائے کریم و عظیم کی شکرگزار ہوں کہ مجھے مقالہ لکھنے اور مکمل کرنے کی ہمت اور توفیق بخشی - مقالہ آپ کے ہاتھ میں ہے پڑھئیے اور فیصلہ کیجئے کہ میں کس حد تک اپنے مقصد میں کامیاب ہوئی ہوں -

" خالدہ پروین "

marfat.com

لفظ سہرورد کیا ہے

سہروردیہ سلسلۂ تصوف کی نسبت حضرت شیخ شہاب الدین ابو حفص عمر سہروردی کی طرف جاتی ہے ۔ سہرورد ان کا آبائی وطن تھا ۔ جو جبال یعنی قدیم میڈیا کا ایک شہر ہے ۔ مشہور جرمن مستشرق نولدکی (Noldeke) کی تحقیق کے مطابق سہرورد جو سہروردی بزرگوں کی جائے پیدائش ہے [1] دراصل سہراب گرد یا سہراد گرد تھا اور مارکوار (Marquart) نے اس کا تتبع کیا ہے ۔

نولدکی کا خیال ہے کہ جس سہراب کے نام پر یہ شہر منسوب ہے وہ حِیرہ کا ایک ایرانی حاکم تھا ۔ وہ ایرانی حاکم ، جس کا نام سہراب تھا ، اور اسی کے نام پر یہ قصبہ مشہور ہوا ۔ بعد میں امتداد زمانہ سے اس کا نام بگڑ کر سہرورد ہو گیا ۔

بہرحال اس شہر کی بنیاد کی تاریخ کو بہت بعید زمانے میں متعین کرنے کے بارے میں ہمیں احتیاط سے کام لینا ہو گا ۔ معلوم ہوتا ہے کہ قدیم جغرافیہ دویسوں کو اس شہر کا علم نہیں تھا ۔ کم از کم کوئی قدیم نام ایسا معلوم نہیں جس کا اس شہر پر اطلاق ہو سکے جسے بعد میں سہرورد کہا جانے لگا [2]

سہرورد کا محل وقوع پورے تیقن کے ساتھ نہیں بتایا جا سکتا ۔ مسلم جغرافیہ نویس بتاتے ہیں کہ یہ شہر سلطانیہ کے جنوب میں اس سڑک پر واقعہ ہے جو ہمدان سے زنجان کی طرف

۱- اردو دائرہ معارف اسلامیہ ، ج ۱۱ ص ۲۶۸

۲- ایضاً ص ۲۶۸

marfat.com

جاتی ھے - یہ سڑک تیس فرسخ لمبی تھی [1]

مشہور جغرافیہ داں اور سیاح ابو اسحاق ابراھیم اصطخری کےقول کے مطابق امن اور صلح کے ایام میں یہ آذر بائیجان کی طرف جانے کا مختصر راستہ تھا اور بد امنی کے دنوں میں قزوین کے راستے کا چکر کاٹ لیا جاتا تھا - ان دونوں راستوں سے متعلق ابن حوقل کا بیان اس کے برعکس ھے -

چوتھی صدی ھجری میں جب کہ سہروردی خاندان یہاں آباد تھا - اصطخری کے زمانے میں سہرورد کردوں کے قبضے میں تھا [2] - اس کے باشندے ملحد تھے - یعنی ان کا مذھب اور اخلاق سے دور کا واسطہ نہیں تھا جو سب کے سب ماسوائے ان لوگوں کے جو کم ھمت تھے، یا جو اپنے گھروں کے گرویدہ تھے ، ترک وطن کر گئےاور ان ملحدوں کی ھدایت کے لئے اللہ تعالی نے یہ خاندان بھیجا -

سہرورد شہر کے ارد گرد فصیل تھی - منگولوں نے اس کو تباہ برباد کر دیا تھا - ایک اور مسلم مورخ اور جغرافیہ داں حمداللہ مستوفی کے زمانے میں اس قصبے کی حیثیت کی ایک معمولی گاؤں سےزیادہ نہ تھی - قدیم سہرورد کے آس پاس منگولوں کے بہت سے گاؤں آباد تھے - حمداللہ مستوفی لکھتا ھے کہ سباس اور سہرورد دو گاؤں تھے جو منگولوں کے حملوں سے بالکل تباہ ھو گئے -

---

۱- اردو دائرہ معارف اسلامیہ ، ج ۱۱ ص ۳۶۸

۲- ابو اسحاق ابراھیم اصطخری، مسالک و ممالک ، مطبوعہ تہران ۱۳۴۰ش ، ص ۱۶۵

اسی نواح میں ارغون خان کی قبر تھی جس کا منگولوں نے اپنے دستور کے مطابق نشان مٹا دیا تھا - انہوں نے اس پہاڑی علاقے کا نام قورغ رکھا تھا -

سخت سردی کے باعث اس علاقہ میں غلہ اور تھوڑے پھلوں کے علاوہ اور کچھ پیدا نہیں ہوتا تھا --

حمداللہ مستوفی کے زمانے میں اس علاقے میں حنفی المذہب مسلمان آباد تھے --

یاقوت حموی اپنی مشہور زمادہ تصنیف معجم البلدان میں لکھتا ہے کہ سہرورد میں بڑے بڑے نامور علماء اور صلحاء پیدا ہوئے ہیں --

ابن حوقل نے چوتھی صدی ہجری میں لکھا تھا کہ سہرورد میں کرد آباد تھے - اور وسعت کے لحاظ سے یہ " شہر زور " کے برابر تھا - اس کے گرد شہر پناہ تھی اور اس کے برج مستحکم تھے - وہ زنجان کے جنوب میں ہمدان جانے والی سڑک پر واقع تھے - سجاس کا شہر سہرورد کے قریب تھا -

---

۱- اردو دائرہ معارف اسلامیہ ، ج ۱۱ ، ص ۲۶۸

۲- حمداللہ مستوفی ، نزہت القلوب ، مطبوعہ لائڈن ۱۹۱۳ء ، ص۶۳ و اهل آن ولایت بر مذهب امام اعظم ابو حنیفه اند -

۳- یاقوت حموی ، معجم البلدان ، مطبوعہ بیروت ۱۹۵۷ء ، ج ۳ ، ص ۲۸۳

خرج منها جماعة من الصالحين والعلماء ---

marfat.com

حضرت ابوالنجیب عبدالقاہر سہروردی

تعلیمات

" آداب المریدین " صوفیہ کرام کے اعتقادات اور معاشرت اور سلوک اور اس کے آداب کا مرقع ہے - اس کتاب کے مصنف کا نام عبدالقاہر ، کنیت ابوالنجیب اور لقب ضیاء الدین ہے - عبدالقاہر سہرورد میں ۱۰۹۷ء / ۴۹۰ھ میں پیدا ہوئے - بغداد کے مدرسہ نظامیہ میں جہاں سے اکابر علماء فیضیاب ہو کر نکلے ہیں وہاں انہوں نے علوم ظاہری کی تکمیل کی - اس زمانے کے اولیاء اللہ سے فیض باطنی حاصل کیا - ۱۱۶۷ء / میں وفات پائی - حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی جن سے سلسلہ سہروردیہ چلا وہ عبدالقاہر کے بھتیجے تھے -

عبدالقاہر نے آداب المریدین میں صوفیہ کرام کی جو تعلیمات دی ہیں وہ درج ذیل ہیں :-

صوفیہ صفات الٰہی میں اس بات پر اجماع کرتے ہیں - کہ اللہ تعالی ایک ہے - نہ اس کا کوئی شریک اور نہ اس کا کوئی ضد ہے - نہ اس کا کوئی ہمسر ہے اور نہ مشابہ ہے - وہ ان صفات سے موصوف ہے جو اس نے اپنے لئے بیان کیں اور ان ناموں سے پکارا جائے جو اس نے اپنے لئے نامزد کیے ہیں - وہ جسم نہیں کیونکہ جسم مرکب ہو گا اور جو مرکب ہو گا وہ کسی ترکیب دینے والے کا محتاج ہو گا اور نہ وہ جوہر ہے کیونکہ جوہر کیلئے متغیر ہونا ضروری ہے - صوفیہ کا اس بات پر بھی عقیدہ ہے کہ کلام مجید اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

marfat.com

میں خدا کی نسبت منہ ، ہاتھ ، نفس ، سمع ، بصر کا جو ذکر کیا گیا ہے وہ بغیر تمثیل اور تعطیل کے بجائے خود ثابت ہے - جیساکہ خدا تعالی نے قرآن مجید میں فرمایا : یداللہ فوق ایدیھم (خدا کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے) اینما تولوا فثم وجہ اللہ (جدھر تم رخ کرو ادھر اللہ کا منہ ہے) پھر فرمایا : و یحذرکم اللہ (اور تم کو اپنے نفس سے ڈراتا ہے) و ھو السمیع البصیر (اللہ سننے اور دیکھنے والا ہے)

قرآن مجید سے متعلق صوفیہ کا عقیدہ یہ ہے کہ قرآن کلام اللہ ہے اور اللہ کا کلام غیر مخلوق ہے - وہ ہمارے مصحفوں میں لکھا ہوا ہے - اور ہماری زبانوں سے پڑھا جاتا ہے - اور ہمارے سینوں میں محفوظ ہے -

صوفیہ کا اس بات پر بھی عقیدہ ہے کہ جنت میں وہ خدا کا دیدار اپنی آنکھوں سے کریں گے جیساکہ آنحضرت کی حدیث سے ظاہر ہوتا ہے : تم اپنے پروردگار کو قیامت کے دن اس طرح دیکھو گے جس طرح کہ تم چاند کو چودھویں رات میں دیکھتے ہو اور اس میں تم کو کوئی شک و شبہ نہیں ہو گا -

صوفیہ اس بات پر بھی یقین رکھتے ہیں جو خداوند تعالی نے اپنی کتاب میں جنت اور دوزخ کے متعلق ذکر کیا - اور جو احادیث نبوی اس کے متعلق ہیں - ان کا اقرار کرنا اور اس پر ایمان لانا ضروری ہے - اسی طرح لوح و قلم اور حوض اور پل صراط اور شفاعت اور میزان اور صور کے متعلق ان تمام باتوں پر یقین رکھتے ہیں جن کا ذکر قرآن اور احادیث سے

marfat.com

ملتا ھے ۔

صوفیہ اس بات پر بھی یقین رکھتے ھین کہ اللہ تعالی اپنے بندون کے افعال کا خالق ھے ۔ جیساکہ وہ ان کی ذات کا خالق ھے ۔ جیساکہ خدا تعالی نے فرمایا ھے ! اللہ نے تم کو اور تمہارے اعمال کو پیدا کیا ھے ۔

ان کے نزدیک اگر حاکم ظالم بھی ھون تو ان سے بغاوت کرنا جائز نہین ھے ۔ وہ خدا کی نازل کردہ کتابون پر اور انبیاء اور مرسلین پر ایمان رکھتے ھین ۔ اور یہ کہ وہ افضل بشر ھین اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان سب سے افضل ھین ۔ اور اللہ نے ان پر نبوت ختم کی ھے ۔ ان کے بعد بزرگ ترین بشر ابو بکر ، عمر ، عثمان ، علی رضی اللہ تعالی عنہم ھین ۔ اس کے بعد تمام عشرہ مبشرہ ۔ پھر وہ لوگ ھین جن کے متعلق آنحضرت نے جنت کی بشارت دی ۔ پھر صحابہ کرام ۔ پھر علمائے با عمل اس کے بعد وہ جن سے لوگون کو زیادہ نفع پہنچے ۔

حلال روزی کے متعلق ان کا عقیدہ یہ ھے کہ حلال روزی کا طلب کرنا فرض ھے اور خدا کی زمین حلال سے خالی نہین ھے ۔ کیونکہ اللہ تعالی نے اپنے بندون پر حلال روزی طلب کرنے کا حکم دیا ھے ۔ اگر حلال روزی کا ملنا ممکن نہ ھوتا تو ان سے اس کا مطالبہ نہ کیا جاتا ۔ یہ اور بات ھے کہ حلال روزی کسی مقام پر کم اور کسی مقام پر زیادہ ۔

ایمان سے متعلق ان کا عقیدہ یہ ھے کہ ایمان کا اقرار زبان سے کیا جائے ۔ اور دل سے تصدیق کی جائے اور اس پر عمل کرنا ۔ اور جس نے اقرار کو ترک کیا وہ منافق ھے ۔ اور جس نے عمل کو ترک کیا وہ فاسق ھے اور جس نے آنحضرت کی پیروی کو ترک کیا وہ بدعتی ھے ۔

marfat.com

کسب و تجارت اور صنعت و حرفت صوفیہ کے نزدیک مباح ہے تاکہ نیکی و تقوی پر اس سے مدد لی جائے لیکن اس کو محض روزی پیدا کرنے کا سبب نہ بنایا جائے - یعنی انسان کا مقصد ذریعہ معاش ہو تاکہ مالدار اور طاقتور بننا -

صوفیہ فقر کو غناء سے بہتر خیال کرتے ہیں - جبکہ وہ اپنی رضامندی کے ساتھ ہو ، اسی لیے آنحضرت صلعم نے اس کو اپنے لئے پسند فرمایا تھا -

فقر تصوّف سے سوا ہے بلکہ تصوف کی ابتدا فقر کی انتہا ہے - اور اسی طرح زھد کی حالت ہے - صوفیہ کے پاس فقر ، فاقہ کرنے یا کچھ نہ رکھنے کا نام نہیں ہے - بلکہ فقر یہ ہے کہ خدا پر بھروسا رکھے اور جو کچھ خدا دے اس پر راضی رہے -

صوفیہ اس بات پر بھی یقین رکھتے ہیں کہ روزی پیدا کرنا اور صنعت و حرفت کو ترک کرکے طاعت و عبادت میں مشغول ہونا زیادہ بہتر اور افضل ہے - بعض صوفیہ کو کہا گیا کہ تم کہاں سے کھاتے ہو ؟ - انہوں نے کہا کہ اگر کھاتا ہوتا تو فنا ہو جاتا - ایک دوسرے صوفی سے پوچھا گیا کہ آپ کہاں سے کھاتے ہو تو انہوں نے کہا : یہ اس سے پوچھو جو مجھے کھلاتا ہے کہ وہ کہاں سے کھلاتا ہے "-

صوفیہ اس بات پر بھی یقین رکھتے ہیں کہ بندوں کے افعال سعادت یا بدبختی کا سبب نہیں ہیں - کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سعید وہ ہے جو ماں کے پیٹ سے سعید ہو اور بدبخت وہ ہے جو ماں کے پیٹ سے بدبخت ہو -

صوفیہ کا اس بات پر بھی یقین ہے کہ اولیاء کے کرامات ثابت ہیں اور آنحضرت کے زمانہ

marfat.com

اور دوسرے زمانہ میں بھی وہ جائز رہے ہیں ۔ معجزہ اور کرامت میں فرق یہ ہے کہ نبی معجزہ کا اظہار اور دعوی واجب ہے اور ولی پر کرامت کا اخفا واجب ہے ۔ مگر یہ کہ اللہ تعالی اس کو ظاہر فرما دے ۔ صوفیہ نے دین میں بحث و تکرار کو ناپسند کیا ہے اور ایسی چیزوں میں مشغول ہونے کو پسند کیا ہے جو ان کے لئے مفید ہوں نہ کہ مضر ۔

صوفیہ کے نزدیک ہر قسم کا لباس پہننا جائز ہے سوائے اس لباس کے جسکو شریعت نے حرام کیا ہے ۔ اور وہ جس کا اکثر حصہ ریشم کا ہو ۔ ان کے نزدیک ہلکے کپڑوں پر اکتفا کرنا اور بوسیدہ اور پیوند لگے ہوئے کپڑے پہننا زیادہ افضل ہے ۔ کیونکہ آنحضرت نے فرمایا : " جو کم ہو اور کافی ہو وہ اس سے بہتر ہے جو بہت ہو اور غفلت میں ڈالے " ۔

قرآن پاک کو اچھی آواز کے ساتھ پڑھنا صوفیہ کے نزدیک مستحب ہے ۔ بشرطیکہ وہ معنی میں خلل پیدا نہ کرے کیونکہ آپ نے فرمایا : " قرآن کو اپنی آوازوں سے زینت دو " ۔ نیز آپ نے فرمایا : " ہر چیز کا ایک زیور ہے ۔ اور قرآن کا زیور اچھی آواز ہے " ۔ قصائد اور اشعار سے متعلق ان کا مسلک وہی ہے جیساکہ آنحضرت نے شعر کے متعلق استفسار پرفرمایا ۔ " وہ ایسا کلام ہے جس کا اچھا اچھا اور برا برا ہے " ۔

بعض مشائخ سے سماع کے بارہ میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا : " اہل حقائق کیلئے مستحب ہے ۔ عبادت گزاروں اور پرہیز گاروں کیلئے مباح ہے اور نفس پروروں اور خواھشات کی پیروی کرنے کے لئے مکروہ ہے " ۔

marfat.com

دین کے فروغ اور احکام کے متعلق صوفیہ کا عقیدہ یہ ہے کہ احکام شریعت اس قدر کہ ان کا جہل نامناسب ہو اور حلال و حرام کو معلوم کرنا تاکہ عمل موافق علم ہو واجب ہے ۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگر علم ، عمل سے خالی ہو تو وہ بانجھ ہے اور اگر عمل ، علم سے خالی ہو تو وہ ناقص ہے ۔

اقوال تصوف کے بارے میں حالتوں کے مختلف ہونے سے مختلف ہو گئے ۔ ان میں یہ صوفی نے اپنے حسب حال جواب دیا یا پوچھنے والے کا مقام جس بات کا متحمل تھا اس کے بموجب جواب دیا ۔ اگر سائل مرید ہے تو ظاہر مذہب کے مطابق معاملات کے متعلق جواب دیا گیا اور اگر وہ متوسط درجہ رکھتا ہے تو اس کے احوال کے بموجب اور اگر عارف ہو تو حقیقت کے لحاظ سے ۔ صوفیاء میں سے بعض نے یہ کہا کہ تصوف کا اول علم ہے اور اوسط عمل ہے اور آخر موہبت ۔ پس علم مراد کو ظاہر کرتا ہے ۔ اور عمل کا طلب پر معین و مددگار ہوتا ہے ۔ اور موہبت مقصود مراد کو پہنچائے گا ۔ اہل تصوف کے تین طبقات ہیں ۔ مرید طالب متوسط سالک ، اور منتہی واصل ۔ پس مرید صاحب وقت ہے ۔ اور متوسط صاحب حال ہے اور منتہی صاحب نفس ۔

صوفیوں کے اخلاق میں حلم ، تواضع ، نصیحت ، شفقت ، برداشت ، موافقت ، احسان ، مدارت ، ایثار ، خدمت ، الفت ، بشاشت ، فتوت (مردانگی) کرم ، بذل جاہ ، مروت ، تلطف ، طلاقت ، سکون ، وقار مسلمانوں کیلئے اور جو اس پر زیادتی کرے اس کے لئے دعا کرنا ، ان کی تعریف کرنا ، اور ان کے ساتھ حسن ظن رکھنا اور اپنے نفس کو چھوٹا سمجھنا ،

marfat.com

بھائیون کی توقیر کرنا اور مشائخ کی تعظیم اور چھوٹون بڑون پر ترحم ، جو کچھ کسی کو دے اگرچہ بہت ہو اس کو کم سمجھنا اور جو کچھ کسی سے لے اگرچہ وہ کم ہو اس کو زیادہ جاننا یہ بھی باتین داخل ھین ۔

صوفیہ کا مقصد ایک ھی لیکن راستے جداگانہ ھین ۔ مختلف حالات اور سالک کے مقامات کے لحاظ سے ان میں سے بعض عبادات مین مشغول رھے ۔ اور بعض نے خلوت و عزلت کو اختیار کیا اور لوگون سے میل جول کم رکھنے مین سلامتی دیکھی ۔ بعض نے سیر و سیاحت اور غربت اور مسافری اور گمنامی کا راستہ اختیار کیا ۔ کسی نے خدمت کرنے اور بھائیون کے لئے خوشی کی راہ پسند کی ۔ اور بعض مجاھدات اور خطرات مین در آنے اور احوال کو حاصل کرنے کا طریقہ اختیار کرتے ھین ۔ بعض عجز و انکساری کا طریقہ پر چلتے ھین ۔ بعض نے تعلیم اور سوالات کرنے اور علماء کی صحبت مین بیٹھنے اور احادیث سننے اور علوم حفظ کرنے کے طریقہ کو اختیار کیا ۔ اس طرح صوفیہ نے مختلف طریقے اپنائے ۔

ھمارے مشائخ نے علم کو معرفت اور عقل پر فضیلت دی ھے ۔ کیونکہ خدا تعالی کی توصیف عقل سے نہین کی جاتی ۔ نیز انہون نے کہا کہ علم ، عقل پر حکومت کرتا ھے ۔ لیکن عقل کی حکومت علم پر نہین ھے ۔ اور علم بغیر عقل کے فائدہ بخش نہین ھو سکتا ۔ بلکہ علم بغیر عقل کے حاصل ھی نہین ھو سکتا ۔ اور کہا کہ ادب درحقیقت تمہاری عقل کی صورت ھے ۔ اس لئے عقل کو تم جس طرح چاھو بناؤ (اچھی یا بری) ۔

صوفیہ کرام کا گفتگو کے بارے مین طریقہ کار یہ ھے کہ وہ اس وقت تک کسی مسئلہ پر گفتگو نہین

marfat.com

صوفیہ کے آداب میں سے ایک یہ بھی کہ اگر ان میں سے کوئی شہر میں داخل ہو اور وہاں کوئی شیخ ہو تو اس کی زیارت کرے اور اگر نہ ہو تو فقراء کی جگہ آئے اور اگر وہاں ایسے کئی مقامات ہوں تو ان میں سے جو سب سے زیادہ قدیم اور جہاں فقراء کی جماعت زیادہ ہو اور احترام کی جگہ ہو وہاں جائے ۔ موضع طہارت کو تلاش کرے نیز جہاں آب رواں ہو اس جگہ اترنے کو دوسرے مقامات پر ترجیح دے ۔ اور اگر وہاں پر اس طرح کا کوئی مقام نہ ہو یا ایسی جماعت نہ ہو تو ایسے لوگوں کے پاس اترے جو اس گروہ کے ساتھ زیادہ محبت رکھتے ہوں ۔

لباس کے بارے میں صوفیہ کا طریق کار یہ ہوتا ہے کہ جس وقت جو لباس میسر آئے بغیر تکلیف اور پسند کے پہنے اور اس بات پر قناعت کرتے ہیں کہ ادائیگی فرائض کے لئے برہنگی نہ رہے ۔ اور سردی اور گرمی سے بچیں ۔ بعض صوفیہ کا خیال ہے کہ سچے فقیر کو ہر لباس جو وہ پہنے زیب دیتا ہے ۔ اور اس میں ملاحت اور حیاہت پائی جائے ۔

کھانے سے متعلق آیت ہے : کھاؤ پیو لیکن اسراف نہ کرو ۔ اس قربانی میں سے کھاؤ اور فقیر مصیبت زدہ کو کھلاؤ ۔ صوفیہ اس آیت پر مکمل عمل کرتے ہیں ۔ بعض صوفیہ نے کہا اللہ تعالی نے ادب سکھایا ہے کہ فقیر کو وہی کھلانا چاہئیے جو ہم خود کھاتے ہیں ۔ اور صوفیہ کے آداب میں یہ بھی شامل ہے کہ وہ رزق میں اہتمام نہیں کرتا اور خود کو اس کی طلب میں زیادہ مشغول نہیں رکھتے اور نہ اس کو جمع کرتے اور نہ ذخیرہ کرتے ہیں ۔ بعض مشائخ کا کہنا ہے کہ کھانا اس طرح کھانا چاہئیے جس طرح بیمار دوا کھاتا ہے ۔ اور اس سے شفا کی امید رکھتا ہے ۔ اور صوفیہ مل کر کھانا کھانے کو پسند کرتے ہیں ۔

marfat.com

کرتے جب تک ان سے پوچھا نہ جائے - اور جب پوچھا جائے تو وہ سوال کرنے والے کی حیثیت کے مطابق جواب دیتے ھیں -

صوفیہ کا اس بات پر بھی زور دیتے ھیں کہ وہ اپنے نفس کی نگہداشت کرتا رھے - اور اس کے اخلاق کو پہچانے کیونکہ وہ برائی کا حکم دینے والا ھے - اور اس سے کبھی غفلت نہ کرے - اگرچہ وہ معرفت میں انتہا کو پہنچا ہوا ھی کیوں نہ ھو - کیونکہ آنحضرت ھمیشہ نفس کی نگہداشت فرماتے اور اللہ تعالی سے اس کے شر سے پناہ مانگتے تھے -

آیت ھے (انسان کا اکیلا رھنا بہتر ھے - برے ساتھی سے اور اچھا ساتھی بہتر ھے انسان کے اکیلے رھنے سے) - صوفیہ اس آیت پر ھی عمل کرتے ھیں - صوفیہ کے آداب میں سے ایک یہ ھے کہ وہ اپنے ھم جنس اور اپنے شخص کی صحبت کو اختیار کرتے ھیں جن سے بھلائی پہنچ سکے -

صوفیہ میں سے اگر کسی کا کوئی پیر بھائی یا ان کی جماعت کا کوئی شخص آئے - کھانے پینے کی جو چیز بھی اس کے پاس ھو اس کے سامنے لا کر رکھے چاھے وہ تھوڑی ھو یا زیادہ - ان کے نزدیک شریر لوگوں کی صحبت سے بچنا لازمی ھے - کیونکہ اشرار کی محبت میں خطرہ ھے اور جس نے باوجود اس کے ان کے ساتھ میل جول رکھا تو سمجھو وہ بہت مغرور ھے - اس شخص کی مثال دریا میں سفر کرنے والے کی سی ھے کہ اس کا بدن صحیح سلامت رھے لیکن دل خوف و خطر سے نہیں بچ سکتا - سب سے بڑی سعادت ان کے نزدیک یہی ھے کہ انسان بدمعاشوں سے اپنے آپ کو بچائے رکھے -

صوفیہ کے آداب میں یہ بھی شامل ہے کہ وہ لوگوں کے درمیان سونے سے اجتناب کرتے ہیں ۔ ان کا خیال ہے کہ اگر اونگھنے لگے تو وہ کھڑا ہو جائے یا پھر باتوں میں مشغول ہو جائے ۔ یعنی کسی بھی طریقے سے نیند کو اڑانے کی کوشش کرے ۔ چت سونے کی بھی عادت نہ ڈالے ۔ خاص کر وہ شخص جس کو خراٹے لینے کی عادت ہو ۔ پہلو رخ سونا ان کے نزدیک صحیح ہے ۔ اوندھے منہ سونا بھی ممنوع ہے ۔ اور صوفیہ اللہ تعالی سے غافل ہو کر نہیں سوتے ۔ اللہ تعالی کے لئے نیند اس شخص کی ہوتی ہے جس کا مقصد سونے سے یہ ہوتا ہے کہ وہ ادائی فرائض و نوافل نیند سے مدد لے ۔ اور صوفیہ طہارت کے ساتھ اپنے سیدھے پہلو پر سوتے ہیں ۔ اور سوتے وقت یہ دعا پڑھتے ہیں (اے اللہ میں اپنے پہلو پر لیٹا ہوں اور تیرے نام سے اس کو اٹھاؤں گا ۔ اے اللہ اگر تو میری جان کو روک لے تو اس پر رحم کر اور اگر اس کو چھوڑ دے تو اس کی حفاظت فرما جیساکہ اگر تواپنے نیک بندوں کی حفاظت کرتا ہے ۔ اے اللہ مجھ کو بچا اپنے عذاب سے جبکہ تو اپنے بندوں کو اٹھائے گا قیامت کے دن) ان کے نزدیک دن نکلنے کے بعد سونا خلاف عادت ہے اور دن کے درمیان سونا فطری بات ہے ۔ اور دن کے آخر میں سونا حماقت ہے ۔

سماع سے متعلق بعض مشائخ کا خیال ہے کہ اس شخص کیلئے جائز ہے جس کا دل زندہ اور نفس مردہ ہو ۔ لیکن جس کا نفس زندہ اور دل مردہ ہو تو اس کیلئے جائز نہیں ۔ اور کہا کہ سماع تین اقسام کے ہوتے ہیں (۱) وہ جو اپنے پروردگار سے سنتا ہے ۔ (۲) ایک

marfat.com

اپنے قلب سے سنتا اور ایک اپنے نفس سے سنتا ہے - مزید کہا کہ سماع اسی کے لئے جائز ہے
جس کے خطوط نفسانی فنا ہو گئے ہوں - اور اس کے حقوق اور ذمہ داریاں باقی رہ گئی ہوں -
اور اس کی بشریت بجھ گئی ہو - بعض صوفیہ سے حکایت ہے کہ انہوں نے حضرت خضر علیہ السلام
سے پوچھا کہ آپ کا سماع کے بارے میں کیا خیال ہے - جس کو ہمارے صوفیہ سنا کرتے ہیں -
انہوں نے فرمایا کہ وہ ایک ایسی چکنی پھسلنے والی زمین ہے جس پر صرف علماء کے قدم ہی
ثابت رہ سکتے ہیں -

صوفیہ کا عقیدہ یہ بھی کہ دیندار اور صالح عورت کی طرف رغبت کی جائے -
آنحضرت نے فرمایا - عورت سے نکاح اس کے دین مال اور جمال کے لئے کیا جاتا ہے - تم کو
چاہئیے دیندار عورت سے نکاح کرو - اس سے تمہاری پانچوں انگلیاں گھی میں رہیں گی - صوفیہ
کے آداب تزویج کے بارے میں یہ ہیں کہ دنیا کے لئے شادی نہ کی جائے اور نہ مالدار عورت سے -
بلکہ سنت پر عمل کرنے اور غفلت سے بچے رہنے کے لئے - پھر طاقت کے مطابق بیوی کے ضروری
اخراجات کو برداشت کیا جائے - اگر عورت زیادہ کا مطالبہ کرے جو شوہر کی طاقت سے باہر ہو
تو اس کو اختیار دے چاہے وہ غربت و مسکنت میں رہنے کو پسند کرے یا طلاق اور فرقت حاصل کرے -
صوفیہ کے آداب میں یہ بھی شامل ہے کہ وہ بغیر ضرورت اور حاجت کے سوال نہیں کرتے اور نہ ضرورت سے زیادہ سوال کرتے ہیں - بعض نے کہا کہ اگر فقیر سوال پر مجبور ہو جائے
تو اس کا کفارہ اس کی سچائی ہے - صوفیہ سوال کو اپنی ذات کے لئے مکروہ سمجھتے اور اپنے
اصحاب کے لئے مستحب خیال کرتے ہیں -

marfat.com

آنحضرت نے فرمایا ایک دن کا بخار ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہے ۔ بعض مشائخ نے بیماری کے بارے میں کہا کہ مجھے یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ بیمار ہو کر اچھا ہو جاؤں اور اللہ تعالی کا شکر ادا کروں بہ نسبت اس کے کہ بیماری میں مبتلا ہو کر صبر کرتا رہوں ۔

شیخ عبدالقاہر کی اس تصنیف دلپذیر کو سہروردیہ سلسلہ تصوف کا دستور العمل سمجھنا چاہئیے ۔

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی

حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی کا شمار ائمہ تصوف میں ہوتا ہے ۔ بغداد میں ان کی خانقاہ علماء اور مشائخ کا مرکز تھی اور سکوت بغداد سے تقریباً نصف صدی پہلے تک ان کی خانقاہ خوب آبادی تھی ۔

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی نے سلوک کی منازل اپنے چچا حضرت ابو النجیب عبدالقاہر سہروردی کی نگرانی میں طے کی ہیں اور ان دونوں بزرگوں نے تصوف کے ایک نئے سلسلے کی داغ بیل ڈالی جو سہروردیہ سلسلے کے نام سے مشہور ہوا ۔ حضرت شیخ ابو النجیب عبدالقاہر کی تصنیف آداب المریدین اور حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی کی تصنیف عوارف المعارف کے مطالعے سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ یہ دونوں بزرگ بہت بڑے عالم تھے اور علوم شریعت پر ان کی گہری نظر تھی ۔ اور ان دونوں بزرگوں نے غیر اسلامی عناصر سے پاک کرنے کی کوشش کی اور تصوف کو قرن اول کا " احسان " بنانے کی ہر ممکن سعی کی ۔

marfat.com

حضرت شہاب الدین عمر سہروردی کو سب سے پہلے برعظیم پاک و ھند میں اسلام کی تبلیغ کا خیال پیدا ھوا اور انھوں نے اپنے متعدد خلفاء اور مریدین کو بغداد سے برعظیم کی طرف روانہ کیا ۔ ان کے دامن ارادت سے وابستگان میں بہاؤالدین زکریا شیخ جلال الدین تبریزی، حمیدالدین حاکم ، قاضی حمیدالدین ناگوری اور شیخ شہاب الدین گجوت کے نام خاص طور پر قابل ذکر ھیں ۔ کیونکہ انھی بزرگون کی سعی و کاوش سے سہروردی سلسلہ برعظیم پاک و ھند میں متعارف ھوا ۔ اور ان بزرگون نے ھزارون افراد کی روحانی اور اخلاقی تربیت کی اور انھیں عوام کی راھنمائی اور خدمت کے لئے مختلف علاقون میں بھیجا ۔

یہ محض حسن اتفاق ھی نہین کہ برعظیم پاک و ھند میں سلطنت دھلی کے قیام سے چند سال پہلے خواجہ معین الدین اجمیری ، خواجہ قطب الدین بختیار کاکی ، قاضی حمیدالدین ناگوری، جلال الدین تبریزی اور ھندوستان کے ھونے والے سلطان شمس الدین التتمش بغداد میں شیخ شہاب الدین سہروردی کی خانقاہ میں موجود تھے اور پھر یہ بھی افراد برعظیم پاک و ھند چلے آئے جہان خواجہ معین الدین اور خواجہ قطب الدین نے چشتیہ سلسلے کی داغ بیل ڈالی اور ان کی سعی و کاوش سے یہ سلسلہ آکاس بیل کی طرح برعظیم پاک و ھند میں پھیلا اور باقی حضرات سہروردیہ سلسلے کی نشر و اشاعت میں اھم کردار ادا کیا ۔

حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی کی تصنیف دلپزیر چشتی اور سہروردی سلسلون میں دستور العمل سمجھی جاتی تھی ۔ حضرت بابا فریدالدین گنج شکر کے سوانح نگار

marfat.com

لکھتے ھیں کہ حضرت بابا فریدالدین یہ کتاب اپنے خاص خاص مریدوں کو سبق سبق پڑھایا کرتے تھے ۔ اور حضرت نظام الدین نے بھی یہ کتاب ان سے سبق سبق ھی پڑھی تھی ۔ اس سے یہ مترشح ھوتا ھے کہ حضرت نظام الدین کے ملفوظات فوائد الفواد کی تالیف سے پہلے عوارف المعارف ھی چشتی سلسلہ کے بزرگوں کی خانقاھوں میں دستورالعمل کےطور پر متعارف تھی ۔ بابا فریدالدین گنج شکر کو حضرت شہاب الدین سہروردی کے ساتھ اتنی عقیدت تھی کہ جس زمانے میں موصوف عوارف المعارف کا درس دے رھے تھے ان کے ھاں ایک فرزند تولد ھوا ۔ جس کا نام انہوں نے صاحب عوارف المعارف کے نام کی رعایت سے شہاب الدین رکھا ۔

عوارف المعارف میں حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی نے تصوف کی حقیقت ، علم صوفیا کی پیدائش ، ان علوم کی فضیلت اور صوفیا کے احوال پر بڑے دلنشین انداز میں بحث کی ھے ۔ حضرت شیخ شہاب الدین‌عمر سہروردی نے اپنی کتاب کا ایک پورا باب متشوفین (جعلی صوفیاء) کے بارے میں لکھا ھےاور ان‌کی مذمت کی‌ھے ۔ حضرت شیخ نے ایسے لوگوں سے بچنے کی‌تلقین فرمائی ھےجس طرح صاحب کشف المحجوب حضرت سید علی ھجویری نے ملامتیوں کی مذمت کی ھے ۔ اسی‌طرح صاحب عوارف المعارف نے بھی ایک پورا باب ملامتیوں کے لئے مختص کیا ھےاور لوگوں کو ان کی صحبت سے دور رھنے کی نصیحت فرمائی‌ھے ۔ حضرت علی ھجویری کے زمانے تک صوفیوں کے بارہ سلسلے ملامتیوں کے طور طریقے اپنا چکے تھے ۔ اس سےیہ اندازہ لگانا چنداں مشکل نہیں کہ حضرت شیخ سہروردی کے زمانے تک ملامتیوں کے مزید کئی سلسلے پیدا ھوئے ھوں گے ۔ اس لئے صاحب عوارف المعارف نے عوام کو ان کی صحبت سے بچنے سے اور

marfat.com

ان کے طور طریقے اپنانے سے متتبع کیا ھے ۔ اسی طرح حضرت شیخ نے ایک باب میں پیر کی صفات بیان کی ھیں اور ایک باب میں خانقاہ نشینوں کی فضیلت بیان کی ھے ۔ حضرت شیخ کا یہ خیال ھے کہ ان کی زندگی اھل صوفیا کے ساتھ ملتی جلتی ھے ۔ صاحب عوارف المعارف نے تین باب میں صوفیوں کی نقل و حرکت اور ان کے اصفات کے بارے میں ھدایات درج کی ھیں ۔ اور انہوں نے یہ بھی بتایا ھے کہ ایک صوفی کو سفر پر جاتے ہوئے کیا کیا چیزیں اپنے ساتھ لے جانی چاھئیں اور ظاھر ھے کہ ان چیزوں کا تعلق دینی فرائض کی بجا آوری کے ساتھ ھے ۔ مثلاً اسے اپنے ساتھ موزے لے جانا چاھئیے تاکہ وضو میں آسانی رھے اور اس طرح اپنے ساتھ پانی رکھے تاکہ وضو اور طہارت میں آسانی رھے اور پانی کی کمیابی کی صورت میں حضرت شیخ نے تیمم کرنے کی آیات اور احادیث نقل کی ھیں ۔ اور تیمم کے مسائل بیان کئے ھیں ۔ اور یہ بتایا ھے کہ تیمم کن کن چیزوں سے ھو سکتا ھے ۔ اسی طرح حضرت شیخ نے قصر نماز کے مسائل بھی بیان کیے ھیں تاکہ اگر ایک صوفی سفر پر جائے تو اسے نماز ادا کرنے میں آسانی رھے اور صاحب عوارف المعارف نے اسے اس بات کو مختلف حکایات سے سجایا ھے ۔ گھر سے نکلتے وقت ایک مسافر کو کون سی دعا پڑھنی چاھئیے سفر کے دوران کون سے وظائف پڑھنے چاھئیے اور سفر کے واپسی پر وہ محلے کی مسجد میں جائے اور نفل ادا کرے اور پھر گھر میں داخل ھو ۔ ان مسائل کو بھی انہوں نے صحابہ کرام اور پیغمبروں کے واقعات سے سجایا ھے ۔ حضرت شیخ نے ایک باب میں مجرّد پسند صوفیا اور متاھل کے بارے میں انہوں نے قلم اٹھایا ھے ۔ حضرت شیخ فرماتے ھیں کہ اگر وہ مجرد رھتا ھے تو وہ اللہ کے لئے اور اگر نکاح کرتا ھے تو بھی اللہ کے لئے

marfat.com

[ ]

ہی ایسا کرتا ہے اور نکاح کےلئے بھی ایک وقت ہے اور اس کا بھی ایک مقصد ہے ۔ فرماتے ہیں کہ ایک بار میں نے بعض درویشوں سے پوچھا کہ تم شادی کیوں نہیں کرتے کہ عورت مردوں کے لئے ہی پیدا کی گئی ہے ۔ لیکن ہم ابھی اس درجے تک نہیں پہنچے اس لئے وہ نکاح کیسے کریں ۔ حضرت فرماتے ہیں کہ اگرکسی صوفی پر فتنہ کا خوف ہو اور گناہ میں ملوث ہونے کا احتمال ہو تو پھر اس پر نکاح واجب ہو جاتا ہے ۔ حضرت فرماتے ہیں کہ بہت سارے صوفیا کا یہ خیال کہ تجرد متاہل زندگی سے بہتر ہے ۔ کہ اگر کوئی صوفی نکاح کرے تو پھر ظاہر ہے کہ اس کو بیوی اور بچوں کے اخراجات کی احتیاج ہو گی اور وہ کسب معاش پر مجبور ہو گا اور یہی چیز اس کو یاد اللہ سے روکے گی ۔ اور جو صوفی متاہل زندگی بسر کرتے ہیں ان کا خیال ہے کہ انسان فطرتاً کمزور پیدا ہوا ہے اس لئے وہ اپنے جذبات پر قابو نہیں رکھ سکتا لہذا اسے گناہ سے بچنے کےلئے نکاح کرنا چاہئیے ۔ یہ ایک طویل باب ہے جس میں حضرت طیفور کے قول نقل کئے ہیں ۔ یہاں یہ بات خیال میں رہے کہ حضرت شیخ شہاب الدین خود متاہل تھے ۔

حضرت شیخ شہاب الدین نے سماع کے موضوع پر چار باب مختص کئے ہیں اور ان میں سماع کے جواز اور انکار کے بارے میں صوفیا کے اقوال نقل کئے ہیں ۔ اور ایک باب سماع کے آداب کے لئے مختص کیا ہے ۔ یہاں یہ بات یاد رہے کہ سہروردیہ سلسلے کے مشائخ عموماً سماع سے پرہیز کرتے ہیں اور سماع کی بجائے زیادہ توجہ قرآن خوانی پر دیتے ہیں ۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ صوفیا سماع کے دوران اپنے جذبات پر قابو نہیں رکھ سکتے ۔ اور ان پر حال اور وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے ۔ اور ایسا بھی دیکھنے میں آیا ۔

marfat.com

بعض اوقات سماع سنتے ہوئے ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی ۔ یہ بات بھی دیکھنے میں آتی ہے کہ بسا اوقات سماع کے دوران نوجوانوں کے دل میں فاسد خیالات پیدا ہوتے ہیں ۔ اور یوں انہیں سماع سے گناہ کی ترغیب ملتی ہے ۔ اس لئے ترک سماع میں ہی سلامتی ہے ۔ حضرت شیخ نے اس باب کو صوفیا کی حکایات سے مزین کیا ہے ۔

شیخ شہاب الدین نے چلہ کشی کے بارے میں دو باب مختص کئے ہیں اور ان میں چلے میں بیٹھنے کے آداب بیان کئے ہیں ۔ اور یہ بھی بتایا ہے کہ ایک معتکف کو کیا کچھ کرنا چاہئیے ۔ مثلاً اسے چلے کے دوران اپنے جسم کی طہارت لباس اورجائے نماز کی طہارت کا خاص خیال رکھنا چاہئیے وہ اس دوران عاجزی ۔ فروتنی اور خشوع سے اللہ تعالی کی طرف لو لگائے اور گناہوں سے توبہ کرے ۔ اس دوران میں اس کو اپنا ظاہر اور باطن یکساں بنانا چاہئیے ۔ اور حسد و کینہ ریاکاری اور خیانت بغض ان چیزوں سے اپنے دل کو پاک کرے ۔ اور پورا وقت خلوت میں گزارے ۔ البتہ اسے نماز با جماعت اور نماز جمعہ کے واسطے اپنی خلوت گاہ سے نکلنے کی اجازت ہے ۔ اسے کسی طرح بھی جماعت ترک نہیں کرنی چاہئیے اور اسے کوشش کرنی چاہئیے کہ اس کی تکبیر اولی فوت نہ ہو اور جونہی امام سلام پھیرے وہ اٹھ کر اپنی خلوت میں آئے اور باقی سنت و نوافل وہیں ادا کرے ۔ حضرت شیخ نے اربعین کے دوران کھانے پینے کے دوران مسائل بھی بیان کئے ہیں اور حضرت فرماتے ہیں کہ ایک صوفی سادہ روٹی اور نمک پر قناعت کرے ۔ اور عشا کی نماز کے بعد کھانا تناول کرے اور اس طرح سحری کے وقت بھی تھوڑا بہت کھائے ۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ اسے کھانا بہت معمولی مقدار میں کھانا چاہئیے ۔ اور اس سے

marfat.com

شب بیداری اور عبادت میں خلل پیدا نہ ہو ۔ حضرت شیخ نے چلہ کشی کی بڑی فضیلت بیان کی ہے اور ایک صوفی کے اخلاق کو درست کرنے کرلئے ایک بہترین طریقہ بتایا ہے ۔

صوفیا کرام کی خانقاہیں اخلاق اور کردار سازی کی بہترین تربیت گاہیں ہوا کرتی تھیں ۔ اور ان بزرگوں کی صحبت میں رہ کر مریدین اپنے اخلاق و عادات سنوارتے تھے ۔ ہمارے بزرگوں نے ہم کو مشاطہ بتایا ہے ۔ حضرت شیخ نے کئی ابواب طہارت وضو کے آداب نماز کی فضیلت اور نماز کے آداب روزہ اور اس کے حسن اثر اور صوفیا کے صوم اور افطار کے بارے میں بہت کچھ لکھا ہے ۔ اسی طرح انہوں نے ایک باب میں کھانے کے آداب اور ایک باب میں کھانے پینے کی ان چیزوں کا ذکر کیا ہے جو طبیعت میں فساد پیدا کرتے ہیں ۔ کھانے پینے کے آداب کے ضمن میں یہ بات یاد رکھنی چاہئیے کہ قرون وسطی میں صوفیاء کی خانقاہ میں کھانے پینے اٹھنے بیٹھنے سونے جاگنے ، شیخ کی خدمت میں آنا ، رخصت ہوتے خانقاہ میں آنے مہمان کے خانقاہ میں ٹھہرنے کے آداب پر بہت زور دیا جاتا تھا ۔ حضرت برہان الدین غریب خلیفائے حضرت نظام الدین اولیا کے ملفوظات احسن الاقوال میں خانقاہی زندگی کے آداب پر جتنا مواد ملتا ہے اتنا کسی دوسرے کے ملفوظات میں نہیں ملتا ۔ حضرت شیخ شہاب الدین نے بھی ان آداب کے بارے میں بہت کچھ لکھا ہے ۔ اور ایک باب صوفیا کے لباس کے بارے میں مختص کیا ہے ۔

حضرت شیخ نے چار ابواب قیام لیل کی فضیلت اس کے آداب رات کے عطیات اور نیند سے جاگنے کے وقت کے ورد و وظائف کا ذکر کیا ہے ۔ اور ایک باب میں قیام شب کے وقتوں کا تعین کیا ہے ۔ یعنی نماز ، تلاوت . عبادت کے وقت کا ذکر کیا ۔ اور پھر آرام کتنی دیر کرنا چاہئیے ۔

marfat.com

رات کو اس سلسلے مین بھی اکابر صوفیا کی روایات بیان کی ھین - کئی صوفیا ایسے بھی ھوئے جو عشاء کی نماز سے فجر کی نماز پڑھا کرتے تھے - اور چالیس چالیس پچاس سال ایسا طریقہ رھا - اور ایک مسنون طریقہ بھی بتایا ھے کہ جو ایسا نہ کرسکے دو تہائی عبادت کرے - یا نصف شب سوئے اور نصف شب عبادت کرے - اور بھی بتایا ھے کہ کس حصہ مین سوئے اور کس مین عبادت کرے - اس طرح انہون نے ایک باب دن کے وقت عبادات پر کیا ھے اور اس طرح دن کے اوقات کو تقسیم کیا ھے اور دو ابواب انہون نے اس کام کرلئے وقف کئے ھین - کہ شیخ کو مرید کے ساتھ کیسا ھونا چاھئیے اور مرید کو شیخ کی کس طرح ادب کرنا چاھئیے اور تین ابواب صحبت کے ھین اور ھم جانتے ھین کہ نبی کریم کی صحبت بہت بڑا ثواب سمجھا جاتا ھے اور ان کے بعد مشائخ کی صحبت کو غنیمت سمجھتے تھے - بعض نے تو یہان تک لکھا ھے کہ جب وہ مشائخ کی صحبت مین بیٹھا ھو تو وہ کسی کام کی عبادت نہ کرے اور مشائخ کو فیض دے - صوفیا کے ھان صحبت کو بہت مقام دیا جاتا ھے کیونکہ ایسے ھی مقام مین شیخ مریدون پر توجہ دیتا ھے - اور ان کی عادات سنوارتا ھے - حضرت نے ایک باب کشف و کرامات کے لئے اور ایک باب مین ایک سالک کو جو خطرات راہ سلوک مین پیش آتے ھین ان کا ذکر کیا ھے - اور ایک باب مین ان خطرات کا ذکر کیا ھے جہان سے ایک سالک کو گزرنا پڑتا ھے - ایک باب مین ورع ، زھد ، صبر ، فکر ، شکر ، خوف ، رجاء ، توکل اور رضا کے بارے مین صوفیا کرام کے اقوال نقل کئے ھین - اور اپنے مریدون کو اس بات کی تلقین کی ھے کہ وہ یہ صفات اپنے اندر پیدا کرے - حضرت شیخ نے ایک باب شطحیات اور ان کی تشریح کرلئے وقف کیا ھے -

marfat.com

حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ وجد اور غلبے کے تحت صوفیا کے منہ سے ایسے الفاظ نکل جاتے ہیں کہ جن کو عام لوگ غلط معنی کے جامہ پہنا دیتے ہیں ۔ تو شیخ نے ایسے کلمات کی تشریح فرما دی تاکہ لوگ صوفیا کے منہ سے اس طرح کی شطحیات میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور گمراہ ہو جاتے ہیں ۔ تو حضرت نے ان کی مذمت کی ہے ۔

انہی وجوہات کی بنا پر عوارف المعارف کو سہروردی اور چشتی خانقاہوں میں دستور العمل کا درجہ دیا جاتا تھا اور اب بھی سہروردی سلسلے کی تعلیمات کو سمجھنے کے لئے اس کتاب کا مطالعہ بےحد ضروری ہے ۔

marfat.com

باب دوئم

=======

سیاسی خدمات

marfat.com

حضرت بہاء الدین زکریا کی سیاسی خدمات

تیرھویں صدی عیسوی کے آغاز کے ساتھ ھی عالم اسلام میں مسلمانوں کا ادوار شروع ھوا - صحرائے گوبی میں منگولوں نے چنگیز خان کی سرکردگی میں ایک مضبوط حکومت قائم کر لی۔ اور منگولوں نے صحرائے گوبی سے نکل کر اسلامی ممالک کا رخ کیا - وسط ایشیا جو گذشتہ کئی صدیوں سے مسلمانوں کے تہذیب و تمدن اور اسلامی علوم کا گہوارہ سمجھا جاتا تھا - منگولوں کے ھاتھوں بری طرح تباہ ھوا - علامہ سمعانی کی " کتاب الانساب " کے مطالعہ سے یہ مترشح ھوتا ھے کہ وسط ایشیاء کے شہروں قصبوں حتی کہ دیہاتوں میں بھی علم و حکمت کا بڑا چرچا تھا - آج کتاب الانساب میں سینکڑوں ایسے قصبات کے نام ملتے ھیں جس کا نام و نشان منگولوں کے حملوں میں مٹ چکا ھے - لیکن ان قصبوں سے ایسے ایسے مفسر ، محدث ، فقیہہ اور علوم اسلامیہ کے ماھرین پیدا ھوئے کہ جنھوں نے مسلمانوں کی علمی ، دینی اور معاشرتی تاریخ پر اپنے عظیم کارناموں کے انمٹ نقوش چھوڑے ھیں - وسط ایشیاء پر قبضے کے بعد خوارزم کی طرف بڑھے اور وھاں انھوں نے سلطان جلال الدین خوارزم شاہ کی حکومت کا تختہ الٹ دیا - اور سلطان جلال الدین خوارزم شاہ خوارزم کو چھوڑ کر پنجاب میں داخل ھو گیا[1] - وسط ایشیاء کی طرح خوارزم بھی اسلامی علوم و فنون کا ایک عظیم مرکز تھا - خوارزم کے مشہور شہر زمخشر میں جاراللہ زمخشری جیسا عظیم مفسر قرآن پیدا ھوا - جس نے " الکشاف " لکھ کر پورے عالم اسلام سے داد تحسین

۱- جوزجانی ، طبقات ناصری ، مطبوعہ لاھور ۱۹۵۲ء ، ص ۸۲

وصول کی - یہی وہ قرآن کی تفسیر ھے جس کے بارے میں کہا جاتا ھے :

" لو لا الکشاف لکان قرآن بکراً "

خوارزم پر قبضہ کرنے کے بعد منگولوں کی نظریں ایران کی طرف اٹھیں - ایران گذشتہ کئی صدیوں سے اسلامی علوم و فنون کا بڑا مرکز تصور ھوتا تھا - نیشاپور میں امام مسلم بن حجاج جیسا محدث طوس میں امام غزالی جیسا عالم دین اور اسی شہر میں نظام الملک طوسی جیسا لائق فائق وزیر اعظم پیدا ھوا - جس نے مدارس نظامیہ قائم کرکے اسلامی علوم کی بڑی خدمت کی - ایران کے قصبہ جوین میں امام الحرمین عبدالملک جوینی پیدا ھوئے جس نے امام غزالی نے اکتساب فیض کیا تھا - بیضہ میں قاضی بیضاوی جیسا مفسر پیدا ھوا - جس کی تفسیر بیضاوی آج بھی دینی مدارس میں سبقاً سبقاً پڑھائی جاتی ھے - شمالی ایران کے علاقے بیہق کے گاؤں خسرو جرد میں امام بیہقی جیسا عظیم محدث پیدا ھوا - جس کی تصنیف آثار السنن آج بھی دینی حلقوں میں بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی ھے - ایران کے قدیم دارالحکومت رے میں امام فخرالدین رازی جیسا مفسر قرآن پیدا ھوا - جن کی تفسیر کبیر آج بھی علمی اور دینی حلقوں میں متداول ھے - شیراز میں شیخ سعدی عظیم شاعر پیدا ھوا - جس کی تصانیف گلستان اور بوستان نے عالم اسلام خصوصاً برعظیم پاک و ھند موجودہ افغانستان او وسط ایشیاء اور ایران میں عوام کی اخلاق سازی میں بڑا اھم کردار ادا کیا -

تصوف کی نشوونما بھی ایران میں ھوئی - بایزید بسطامی اور ابوالحسن خرقانی، ابوالنجیب [illegible]دین عبدالقادر سہروردی، شیخ الشیوخ ابو حفص عمر سہروردی، جلال الدین تبریزی،

marfat.com

فریدالدین عطار اور نجم الدین صغری جیسے نامور صوفی پیدا کئے - جن مین سے بعض حضرات خود تصوف کے سلسلون کے بانی ہوئے ہین - ابو اسحاق شیرازی بہت بڑے عالم تھے - جن کے تقوائے اور فتوے کی پورے عالم اسلام مین دھوم مچی تھی - ایران پر منگولون کے حملے کے ساتھ ھی یہ تمام روایات پامال ھو گئین -

موجودہ افغانستان مین غزنی، ھرات اور بلخ کا شمار مشہور علمی مراکز مین ھوتا ھے - بلخ مین شیخ الرئیس بو علی سینا جیسا طبیب اور فلاسفر پیدا ہوا - غزنی مین سید علی ھجویری صاحب کشف المحجوب پیدا ہوئے - غزنی کو سلطان محمد غوری نے اپنا دارالحکومت بنا لیا تھا - اور امام فخرالدین رازی نے وھین سکونت اختیار کر لی تھی - ھرات کے نواح مین چشت ایک مشہور قصبہ تھا جہان چشتیہ سلسلہ کے ابتدائی چند شیوخ گزرے ھین - افغانستان پر منگولون کی یلغار کے بعد وھان کی علمی ادبی روایات بھی قصہ پارینہ بن کر رہ گئین -

جس زمانے مین وسط ایشیا افغانستان ، ایران اور عراق منگولون کے ھاتھون تباہ و برباد ھو رہے تھے - ادھر سپین مین مسلمانون کا دور زوال شروع ھو چکا تھا - اور عیسائی قوتین مسلمانون کو سپین سے نکالنے پر کمر بستہ ھو رہی تھین - اس زمانے مین صرف برعظم پاک و ھند ھی ایک ایسا خطہ تھا جہان امن و امان قائم تھا - اور ایک نئی حکومت جس کی بنیاد قطب الدین ایبک نے ۱۲۰۶ع مین رکھی تھی - ابھر رہی تھی - حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی جیسے بزرگ مسلمانون کا درد رکھنےوالے بزرگ یہ دیکھ رہے تھے کہ مسلمانون کے علمی

marfat.com

اور دینی مراکز منگولوں کے ہاتھوں تباہ برباد ہو رہے ہیں - اور وسط ایشیاء سے مسلمان پناہ گزین جو منگولوں کے قتل عام میں اپنی جانیں بچانے میں کامیاب ہو گئے ہیں وہ براعظم پاک و ہند کا رخ کر رہے ہیں - انہیں اس بات کا احساس تھا کہ مسلمانوں کیلئے اور کوئی جائے امن نہیں - ان حالات میں انہوں نے سلطنت دھلی کو مضبوط بنانے کے لئے اپنی تمام تر کوششیں وقف کر دیں - جب جلال الدین خوارزم شاہ نے ھندوستان پر حملہ کرنا چاہا تو التمش نے اس کو کہا کہ ھندوستان کی آب و ہوا ٹھیک نہیں ہے اس طرح ھندوستان کو اسکے ہاتھوں تباہ ہونے سے بچا لیا -[1]

حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی کا ہم عصر سلطان شمس الدین التمش ھندوستان کا حکمران بننے سے پہلے بغداد میں حضرت شہاب الدین ابو حفص عمر سہروردی کی خانقاہ میں کچھ وقت گزار چکا تھا - اس لئے حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی اس کی سیرت اور کردار سے بےحد متاثر تھے - اور وہ اسے ایک مضبوط حکمران دیکھنا چاہتے تھے - بدقسمتی سے سلطان محمد غوری کی وفات (۱۵ مارچ ۱۲۰۶) کے بعد اس کے کئی طاقتور غلاموں نے مختلف علاقوں میں خود مختاری کا اعلان کر دیا - اور حکومتیں قائم کرلیں - سلطان تاج الدین یلدوز نے غزنی میں اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا اور وہ خود کو سلطان شہاب الدین غوری کا صحیح جانشین سمجھتا تھا اس نے قطب الدین ایبک کو خلعت اور چتر شاہی اور دوسرے لوازمات شاہی روانہ

1- Habibullah H.A.B.M. The Fundation of Muslim Rule in India, p 95.

کئے ۔[1] جس سے اس کا مقصد اپنی بالا دستی قائم کرنا تھا ۔ ناصرالدین قباچہ نے ملتان اور اچ اور سندھ کے بعض علاقے پر اپنی حکومت قائم کر لی اور وہ سلطان دھلی کو خاطر میں نہیں لاتا تھا ۔ قطب الدین ایبک کی اچانک وفات (۴ نومبر ۱۲۱۰) کے بعد امراء نے اس کے بیٹے آرام شاہ کو جو فطرتاً آرام طلب ثابت ہوا تھا ۔ اسکو تخت پر بٹھا دیا تھا ۔ شمالی جانب سے منگولوں کا خطرہ دن بدن بڑھ رہا تھا ۔ اور ادھر صوبائی گورنر خود مختاری کے خواب دیکھ رہے تھے ۔ ان حالات میں درباری امراء نے آرام شاہ کو برطرف کرکے اس کی جگہ اس کے بہنوئی شمس الدین التمش کو بدایوں کا گورنر تھا دھلی لا کر تخت شاھی پر بٹھا دیا ۔ منگولوں کی یلغار کو روکنے اور ھندوستان کو وسط ایشیاء اور افغانستان اور ایران جیسے حشر سے بچانے کے لئے ایک مضبوط حکمران کی ضرورت تھی ۔ اس لئے حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی سلطان دھلی کو ایک مضبوط حکمران دیکھنا چاھتے تھے ۔ جب انہوں نے محسوس کیا کہ ملتان کا حاکم ناصرالدین قباچہ خود مختاری کا خواب دیکھ رہا ھے ۔ اور وہ اپنے ماتحت علاقے کو سلطنت دھلی سے الگ تھلگ رکھنا چاھتا ھے ۔ قباچہ کے فسق و فجور اور ترویج شریعت میں سستی دیکھ کر شیخ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی اور قاضی شرف الدین اصفہانی نے شمس الدین التمش کو خطوط بھیجے جو اتفاق سے ناصرالدین قباچہ کے ھاتھ لگے ۔ غصے سے بے تاب ھو کر اس نے دونوں کو بلایا ۔ شیخ کو اپنے قریب بٹھایا اور قاضی کو سامنے بٹھایا ۔ ان دونوں کے خطوط

۱۔ جرجانی ۔ طبقات ناصری ، مطبوعہ لاھور ۱۹۵۲ء ص ۸۲

دکھائے ۔ قاضی نے خط دیکھ کر سر جھکا دیا ۔ اور قباچہ نے اس کی گردن اڑا دینے کا حکم دیا ۔ دوسرا خط شیخ کو دکھایا ۔ انہوں نے جواب دیا :

" یہ خط میں نے لکھا ہے اور ارشاد الٰہی کے مطابق لکھا ہے ۔ تمہاری کوششوں سے سوائے مسلمانوں کا خون بہنے کے اور کچھ نہ ہو گا " ۔

شیخ کا ملتان میں اتنا اثر و رسوخ تھا کہ ناصرالدین قباچہ کو انہیں آزار پہنچانے کی ہمت نہ ہوئی ۔

بالآخر اس نے التمش کے خلاف بغاوت کی اور التمش اس کا تعاقب کر رہا تھا کہ وہ دریائے سندھ میں ڈوب کر مر گیا[2] ۔ اور ملتان، اچ اور سندھ پر شمس الدین التمش کا قبضہ ہو گیا ۔

شمس الدین التمش کو ملتان، اچ اور سندھ پر قبضہ کروانے میں حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی کا بہت ھاتھ تھا ۔ اس لئے التمش آپ کی بڑی قدر کرتا تھا ۔ سلطان شمس الدین التمش نے حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی کو شیخ الاسلام کا منصب بھی عطا کیا[3] ۔

جن دنوں ملتان پرسلطان شمس الدین التمش کا ایک غلام چنگیز خان حکمران تھا ۔ ان دنوں ملک شمس الدین و سالی نوئین نے ملتان پر حملہ کر دیا ۔ چنگیز خان نے حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی کو حملہ آور کے پاس بھیجا ۔ تاکہ وہ اسے سمجھائیں اور کچھ مال دے کر

۱۔ محمدقاسم فرشتہ ۔ تاریخ فرشتہ ، مطبوعہ ۱۸۳۲ء ، جلد دوم ، ص ۷۶۳

۲۔ قاضی منہاج سراج جرجانی ، طبقات ناصری ، مطبوعہ کلکتہ ۱۸۶۴ء ص ۱۴۳

۳۔ K.A. Nizami, Encyclopaedia of Islam.

حملہ کرنے سے باز رکھیں - چنانچہ شیخ نے اس کام کو بڑی خوش اسلوبی سے سرانجام دیا -[1]

شمس الدین التمش نے ایک بار آپ کو دھلی بلایا - آپ تشریف لے گئے - جہاں پر آپ نے ایک محضر کی صدارت کی -

حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی مرکز کو مضبوط دیکھنا چاھتے تھے - اور وہ صوبائی گورنروں کی خود مختاری کے خلاف تھے - قباچہ کا ذاتی کردار چونکہ اچھا نہیں تھا اس لئے حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی جیسے بزرگ اس کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے تھے - اور حضرت بہاءالدین زکریا ملتانی شمس الدین التمش کے کردار سے پہلے سے واقف تھے اس لئے ھی انہوں نے شمس الدین التمش کو ھندوستان پر قبضہ کروانے میں پوری پوری مدد کی - اور ان کی یہ بہت بڑی عنایت تھی - التمش پر کہ انہوں نے مرکز کو مضبوط بنانے میں التمش کی پوری پوری مدد کی -

سلطان شمس الدین التمش کی وفات ۲۰ شعبان ۶۳۳ھ کو ھوئی- ان کے بعد شہزادہ رکن الدین مسند نشین ھوا - مگر چند دن بعد معزول کر دئیے گئے[2] - ان کی جگہ سلطان التمش کی جوان ھمت شہزادی رضیہ تخت پر بیٹھی - لیکن اڑھائی سال کے بعد وہ بھی شہید کر دی گئی - اسے حضرت بہاء الدین زکریا کے ساتھ گہری عقیدت تھی - اپنی

۱- سیف محمد بن یعقوب ھروی ، تاریخ نامہ ھرات ، ص ۱۵۷ تا ۱۵۸

۲- نور احمد خان فریدی، تذکرہ حضرت بہاء الدین زکریا ، ص ۳۰۸

عملداری کے زمانہ میں جب وہ ایک بغاوت فرو کرنے کی غرض سے پنجاب آئی تو اس نے ملتان پہنچ کر حضرت بہاء الدین زکریا کی قدم بوسی کا شرف حاصل کیا - اور ایک آباد موضع لنگر کے لئے نذر گزارا -[1]

۶۳۷ھ کو معزالدین بہرام شاہ نے آبائی تخت سنبھالا - لیکن ابھی اسے دو سال بھی نہ گزرے تھے کہ مخالف امراء نے تخت سے اتار کر قتل کر دیا - اب امرائے سلطنت نے ملک عزالدین بلبن کو تخت پر لا بٹھایا - لیکن اس کو بھی جلدی ہی تخت سے اتار دیا گیا - اس کے بعد علاؤالدین مسعود نے چار سال حکومت کی - اس کے بعد شہزادہ ناصرالدین ۶۴۴ھ نے حکومت سنبھالی -[2]

سلطان ناصرالدین بہت متقی اور پرہیزگار بادشاہ تھا - صاحب تذکرہ ملتان کا بیان ہے کہ سلطان ناصرالدین ۶۴۹ھ میں براستہ لاہور ملتان تشریف لائے - اس نے حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی کی خدمت میں حاضری دی اور خدام بارگاہ کو خلاع فاخرہ اور انعام و اکرام سے مالا مال کیا -[3]

سلطان ناصرالدین نے شیخ الاسلام کا منصب بدستور سابق حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی سے منسوب رکھا تھا - لیکن اس بارے میں پتہ نہیں چل سکا کہ حضرت بہاء الدین زکریا

۱- نور احمد خان فریدی، تذکرہ حضرت بہاء الدین زکریا، ص ۳۰۸ -

۲- ایضاً، ص ۳۰۹

۳- ایضاً، ص ۳۰۹

ناصرالدین کے زمانے میں کبھی دھلی تشریف بھی لے گئے یا نہیں [1]۔ شاید حضرت بہاء الدین زکریا ان دنوں گوشہ نشین ھو چکے تھے۔ دھلی میں انہوں نے یا تو اپنا کوئی نائب مقرر کر رکھا ھو گا یا کاغذات بغرض فیصلہ یہاں آتے ھوں گے [2]۔

حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی کی حیات ھی میں ۱۲۵۸ء میں بغداد پر منگولوں کا قبضہ ھو گیا تھا۔ اور خلافت عباسیہ کا ٹمٹماتا چراغ بجھ گیا۔ اب منگولوں کی نظریں ھندوستان کی طرف اٹھنے لگی تھیں۔ چنانچہ التمش کی زندگی میں ھی سلطان جلال الدین خوارزم شاہ کا تعاقب کرتا ھوا چنگیز خان دریائے اٹک تک پہنچ گیا تھا۔ لیکن سلطان شمس الدین التمش نے خوازم شاہ کو اپنے دربار میں پناہ نہ دے کر چنگیز خان کو ھندوستان پر حملہ کرنے سے باز رکھا [3]۔ اگر سلطان شمس الدین التمش جلال الدین خوارزم شاہ کو اس کی درخواست پناہ دے دیتا تو منگولوں کو ھندوستان پر حملہ کرنے کا بہانہ مل جاتا اور یوں دوسرے اسلامی ممالک کی طرح ھندوستان کی نو زائیدہ اسلامی مملکت منگولوں کے ھاتھوں ختم ھوجاتی۔ تاھم چنگیز خان کی وفات کے بعد منگول سردار مختلف علاقوں میں نیم خود مختار ھو گئے تھے۔ اور انہوں نے ھندوستان پر بھی حملے شروع کر دیے تھے۔ منگول حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی کی زندگی میں ایک سے زائد بار ملتان پہنچنے میں کامیاب ھو گئے اور انہوں نے ملتان کا محاصرہ

۱- نور احمد خان فریدی، تذکرہ حضرت بہاء الدین زکریا، ص ۳۱۰

۲- ایضاً ، ص ۳۱۰

۳- ایضاً ، مطبوعہ لاھور ۱۹۰۰، ص ۱۳۲

کر لیا ۔ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی کے سوانح نگار، ہمیں بتاتے ہیں کہ ایسے مشکل وقت میں حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی نے منگولوں کے ساتھ سلسلہ جنبانی شروع کیا اور انہوں نے لعل بہا دے کر واپس جانے پر رضامند کر لیا ۔ ایک بار انہوں نے رات کے وقت منگول لشکر کی طرف ایک تیر چلا کر اپنی کرامت کے زور پر منگولوں کو ملتان کا محاصرہ اٹھانے پر مجبور کر دیا ۔[1] ملتان کے باشندوں پر حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی کا یہ بہت بڑا احسان تھا ۔ کہ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی نے منگولوں کے ہاتھوں سے ان کی جانیں بچائیں ۔

۱۔ مولانا نور احمد خان فریدی، حضرت بہاء الدین زکریا ، مطبوعہ لاہور ۱۹۰۰ء
ص ۱۳۴ - ۱۳۵ - ۱۳۶

شیخ صدرالدین عارف کی سیاسی خدمات

حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی کی وفات کے وقت ان کے چھ صاحبزادے بقید حیات تھے ۔ اور ان کی وصیت کے مطابق ان کے بڑے صاحبزادے صدرالدین عارف ان کے جانشین ہوئے ۔ تصوف کی دنیا میں یہ پہلا موقع تھا کہ ایک بیٹا باپ کی مسند پر بیٹھا اور یہیں سے موروثی جانشینی کا سلسلہ شروع ہوا ۔ حضرت صدرالدین عارف کے سلطان دہلی کے ساتھ تعلقات کے بارے میں تمام تذکرے خاموش ہیں ۔ لیکن ہمیں اتنا معلوم ہوتا ہے کہ سلطان غیاث الدین بلبن کا بیٹا شہزادہ محمد جب ملتان کا گورنر بن کر آیا تو حضرت صدرالدین عارف کے اس کے ساتھ بڑے خوشگوار مراسم تھے ۔ وہ بھی حضرت صدرالدین عارف کا بڑا احترام کرتا تھا ۔ شہزادہ محمد سلیم علم و ادب کا بڑا دلدادہ تھا اور اس کی علم پروری اور داد و دہش ہی امیر خسرو اور امیر حسن علا سجزی صاحب فوائد الفواد جیسے فضلاء کو دہلی سے ملتان گھینچ لائی تھی ۔ شہزادہ محمد کے دور گورنری میں ملتان اور اس کے نواح پر منگولوں کے حملے جاری رہے ۔ اور اسی بنا پر سلطان غیاث الدین بلبن نے منگولوں کے تدارک کے لئے منگول پالیسی وضع کی تھی اور پنجاب کے کئی مقامات پر مضبوط قلعے تعمیر کروائے اور وہاں فوج متعین کی ۔ سلطان بلبن نے سرحدی صوبوں میں بڑے قابل اور تجربہ کار گورنر مقرر کئے ۔ اور اسی پالیسی کے تحت اس نے

١- محمد قاسم فرشتہ ، تاریخ فرشتہ ، مطبوعہ بمبئی ١٨٣٢ء جلد دوم ، ص ٢٦٩

اپنے ولی عہد شہزادہ محمد کو ملتان کا گورنر مقرر کیا تھا - شہزادہ محمد نے بڑی بہادری

کے ساتھ منگولوں کی یلغار کو روکا - اس کی منگولوں کے ساتھ متعدد جھڑپیں ہوئیں اور قرائن

سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت صدرالدین عارف اور اہالیان ملتان کی شہزادہ محمد کو مکمل حمایت

حاصل تھی - اس زمانے میں حضرت صدرالدین عارف کی ملتان اور اسکے نواح میں جو پوزیشن تھی

اس سے شہزادہ محمد بھی نظرانداز نہیں کر سکتا تھا - چنانچہ ان دونوں کے تعلقات بڑے خوشگوار

پیدا ہو گئے - اس کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ ایک دفعہ شہزادہ محمد نے شراب کے نشے[1]

میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں - جب شراب کا نشہ اترا تو وہ اپنے کئے پر پچھتایا -

لیکن اب رجوع کی کوئی صورت نہ تھی - اس نے علماء سے استفسار کیا - تو انہوں نے بتایا کہ

کہ رجوع کے لئے صرف حلالہ کی صورت ممکن ہے اور وہ صورت یہ ہے کہ اس کی مطلقہ بیوی عدت گزار

کر کسی شخص سے نکاح کرے اور وہ شخص اگر اس کو طلاق دے دے تو عدت گزار کر وہ دوبارہ شہزادہ

محمد سے نکاح کر سکتی ہے - اس کے علاوہ اور کوئی صورت ممکن نہیں - شہزادہ محمد نے

حضرت صدرالدین عارف سے درخواست کی کہ وہ اس کی مطلقہ بیوی کے ساتھ نکاح کر لیں -

شہزادہ محمد یہ جانتا تھا کہ حضرت صدرالدین اس کے حسب ایماء اسے طلاق دے دیں گے - تو

پھر وہ دوبارہ اس کے ساتھ نکاح کرے گا - چنانچہ جب وہ خاتون حضرت صدرالدین عارف کے نکاح

۱- محمد قاسم فرشتہ - تاریخ فرشتہ ، مطبوعہ بمبئی ۱۸۳۲ء جلد دوم ص ۷۷۱

مین آ گئی تو اس نے حضرت صدرالدین عارف سے کہا کہ اللہ تعالی نے اسے ایک فاسق و فاجر سے نجات دلائی ہے اور اس کو ایک نیک اور صالح خاوند مل گیا ہے - اب اگر انہون نے اس کو دوبارہ طلاق دی تو وہ اس فاسق و فاجر سے نکاح کرنے پر مجبور کیا تو قیامت کے دن وہ ان کا دامن پکڑے گی اس کی یہ بات سن کر اور عاقبت کے ڈر سے اس کو چھوڑنے سے انکار کر دیا - اس وجہ سے شہزادہ محمد کے ساتھ ان کی ان بن ہو گئی تھی -[1]

بعض کا خیال ہے کہ شیخ الاسلام نے سلطان رکن الدین کی صاحبزادی سے شادی کر لی تھی - یہ امر سلطان محمد کو شاق گزرا - بعض کہتے ہین کہ ایک دفعہ شہزادے نے خواجہ حسن سنجر کو تازیانے سے پٹوایا تھا - جب حضرت عارف باللہ کو علم ہوا تو وہ سخت برہم ہوئے اور منافرت کی یہ خلیج روز بروز وسیع تر ہوتی چلی گئی - بعض کہتے ہین کہ خانقاہ غوثیہ پر ہر وقت ڈیڑھ دو ہزار آدمی مقیم رہتے تھے - اور وہ کسی کو خاطر مین نہین لاتے تھے - شہزادے کو ان سے بغاوت کا خدشہ لاحق تھا - حاسدین نے واہمہ کو یقین میں بدل دیا - اور جب شیخ الاسلام کو شہزادے کے ان خیالات کا پتہ چلا تو انہوں نے دربار میں آنا چھوڑ دیا -[2] یہ شکر رنجی روز بروز بڑھتی چلی گئی - یہان تک کہ شہزادہ ان کی جان کا دشمن ہو گیا اور ایک دن اپنی منتخب فتوح کے ساتھ خانقاہ غوثیہ پر چڑھ آیا[3] - دیدبان

۱- محمد قاسم فرشتہ ، تاریخ فرشتہ ، مطبوعہ بمبئی ۱۸۳۲ء ، جلد دوم ، ص ۷۷۲

۲- ایضاً

۳- نور احمد خان فریدی ، تذکرہ حضرت صدرالدین عارف ، ص ۲۲۳- ۲۲۵

marfat.com

سے نقارہ بجنے کی آواز آ رہی تھی - ہر محلے اور ہر چوک سے سپاہی تلواریں سنبھالے شاہی کیمپ کی طرف لپکے چلے آ رہے تھے - مولانا جمالی لکھتے ہیں کہ شہزادہ اس قدر بپھرا ہوا تھا کہ اس نے صبح سے نوالہ تک منہ میں نہیں ڈالا تھا - لیکن حضرت عارف کو اس کی بالکل پروا نہ تھی جب اس کی فوج قلعے کی فصیل کے باہر پہنچ چکی تھی - حدّ نگاہ تک سوار ہی سوار دکھائی دیتے تھے - وہ یہ دیکھ کر دل ہی دل میں سوچتے تھے کہ خدا تو ہر امـــر پر غالب ہے - مگر بظاہر تو بچاؤ کی کوئی صورت نظر نہیں آتی - اتنا بڑا لشکر اور پھر شہزادہ حضرت کو شہید کرنے کی قسم کھا چکا تھا - اسی اثناء میں شیخ العارف بھی شہزادہ کے لشکر کو دیکھنے کے لئے قلعہ کی فصیل پر پہنچ چکے تھے - نیچے جھانک کر دیکھا تو ہر طرف لشکر کو حکم کا منتظر پایا - حضرت نے ٹکٹکی لگا کر دیکھتے ہوئے فرمایا - شہزادہ گھوڑے پر سوار ہے - امیر خسرو اور قاضی امیرالدین بھی ساتھ ہیں - اللہ اللہ -- ایک درویش کو قتل کرنے کے لئے اتنا اہتمام - پھر یہ اشعار پڑھے --[1]

نحن الجبـــال الرّاسخات

لا تزجیها الرّیاح العاصفات

(ہم بڑے مستحکم و مضبوط پہاڑ ہیں - جنہیں تیز آندھیاں بھی

ہلا نہیں سکتیں)

ا- نور احمد خان فریدی، تذکرہ حضرت صدرالدین عارف ، ص ۲۲۵ تا ۲۲۸

تزجی ای تحرک الا ز جاء ا لا حراک

شیخ العارف نے قطب الاقطاب کی طرف مسکرا کر دیکھتے ہوئے فرمایا ۔

" سنتے ہو رکن الدین ! مولانا کیا کہتے ہیں ۔ کیا حسین مظلوم کا اثر ہم سے کم تھا ؟ ۔ عزیز من ! عوام کا کوئی اعتبار نہیں ، سیاست سب کچھ کرا لیتی ہے ۔ انسان کو ہر حالت میں خدا پر بھروسہ کرنا چاہئیے ۔ " [1]

ابھی شیخ العارف فصیل سے اتر ہی رہے تھے کہ لشکر میں عجیب واقعہ ہوا ایک سوار ہانپتا کانپتا سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا اور تیمور خان کی فوج کے حملہ کی خبر سنائی ۔ اس خبر سے اگرچہ اہل بلدیہ کو اپنی جان و مال کا خطرہ بھی لاحق ہو گیا تھا ۔ لیکن کم از کم انہیں یہ یقین ضرور ہو گیا کہ خداوند عالم نے اپنے نیک بندے کو ظالم سے شر سے بچانے کے لئے یہ بلا بھیجی ہے ۔ اہل خانقاہ نے اس خبر کو سن کر اطمینان کا سانس لیا کہ " اگر خدا نے اس آفت سے بچا لیا ہے تو چنگیزی تاخت سے بھی ضرور محفوظ رکھے گا " ۔

شیخ الاسلام عشاء کے وقت مسجد میں تشریف لا کر شامل نماز ہوئے اور فرمایا :

" لوگو ! رب کریم سے دعا مانگو کہ وہ غوث کی نگری کو ان دونوں فتنوں سے اپنی حفاظت میں رکھے " [2]

انہی کی دعاؤں سے مغلوں کو شکست ہوئی اور تیمور خان بھاگ گیا [3]

۱- نور احمد خان فریدی ، تذکرہ حضرت صدرالدین عارف ، ص ۲۲۹

۲- ایضاً ، ص ۲۲۹ تا ۲۳۱

۳- ایضاً ، ص ۲۳۱

اس کے بعد شہزادہ محمد نے امیر خسرو سے مخاطب ہو کر کہا ۔

" اے شاعر شیریں مقال ! دشمن پامال ہو چکا ہے ۔ مگر میری تلوار کی پیاس ابھی تک نہیں بجھی اسے شیخ کے خون سے رنگین کرنے کے بعد رات کو چین سے سو سکوں گا " ۔ [1]

دوسری مرتبہ پھر جب اس نے حملہ کا ارادہ کیا تو پھر مغلوں نے حملہ کر دیا ۔ اس کے بڑے بڑے امراء کٹ کٹ کر ختم ہو رہے تھے اور وہ ہر وار پر للکار کر کہتا ۔

" مردان بکوشید ، تا جامۂ زنان نپوشید "

شاہی فوج جم کر مغلوں کا مقابلہ کر رہی تھی ۔ شہزادہ دو دستی تلوار چلا رہا تھا اور یہ شعر اس کی زبان پر تھا ۔ ۔ ؎

دست از طلب ندارم تا کام من بر آید
یا جان رسد بجانان یا جان ز تن بر آید

اس اثناء میں ایک تیر شہزادے کو لگا ۔ شہزادے نے ایک سرد آہ کھینچی اور کہا ۔

من در چہ خیالم و فلک در چہ خیال
کاری کہ خدا کند فلک را چہ مجـال [2]

اس طرح شہزادہ مغلوں کے ساتھ لڑتا ہوا شہید ہو گیا اور یہ مخالفت خود بخود

۱- نور احمد خان فریدی ، تذکرۂ صدرالدین عارف ، ص ۲۳۱- ۲۳۲

۲- ایضاً ، ص ۲۳۳

ہی دب گئی [1] - حضرت شیخ العارف حرم سرا میں مصلّی پر بیٹھے قرآن مجید کی تلاوت کر رہے تھے کہ خادمہ نے آ کر عرض کی -

" حضور - اطلاع ملی ہے کہ شہزادہ نے مغلوں کو شکست دے دی ہے اور اب وہ ہماری جانب بڑھا چلا آ رہا ہے " -

حضرت نے تلاوت ختم کی اور فرمایا --ہ

گربہ شیر است در گرفتن موش
لیک موش است در مصاف پلنگ [1]

بارگاہ غوثیہ کے عقیدت مندوں کو تسلی دو - ہمارے لئے کوئی خطرہ نہیں بیچارہ سلطان محمد شہید ہو گیا --ہ

روز چون باقی نبود آن آفتاب ملک را
روز چیزی بود کان چون آفتاب افتادہ شد [2]

" تذکرہ ملتان " کا فاضل مؤلف فقر و شاہی کے اس تصادم کو اپنے الفاظ میں اس طرح دھراتا ہے -

" شہزادہ محمد سلطان اگرچہ با کثیر محامد متصف بود اما بشیخ الاسلام صدرالدین عارف بن قدوۃ الواصلین حضرت شیخ المشائخ بہاء الدین زکریا قریشی عداوت ورزید و خواست کہ مجوز عالیف و اذیت بہ نسبت

۱- محمد قاسم فرشتہ ، تاریخ فرشتہ ، ص ۷۷۲

۲- نور احمد خان فریدی ، تذکرہ حضرت صدرالدین عارف ، ص ۲۳۲- ۲۳۵

شیخ المعارف گردد از آنجا که مقرر است ۔

مصرع ؛ ۔

باوّل شدگان هر که در افتاد بر افتاد

فوراً نتیجه نیت بد از شجرهٔ ناکامی چید ۔ چنانچه در آویختش سن ثلث و ثمانین و ستمائه ناگهانی لشکر چنگیز خانی قریب ملتان رسید تاخت و تاز نمود ۔ شهزاده دفع شورش لشکر مغول را مقام الامور انگاشته با فوج گران از شهر بر آمد بتقدیر ایزدی باندک جنگ مقتول گردید و شیخ صدرالدین از آسیب شهزاده محفوظ ماند بضحوائے ۔۔

چراغ مقبلان هر گز نمیرد
هر آنکس پف زند ریشش بسوزد [1]

فرشته نے اپنی تاریخ میں اس واقعہ کو تفصیل کے ساتھ لکھا ھے ۔ آخر میں سلطان محمد کو خطاب کرتے ہوئے لکھتا ھے ۔۔

اے رو بهک چرا نه نشینی بجائے خویش
با شیر پنجه کردی و دیدی سزائے خویش

نیز لکھتا ھے ۔۔ہ

١- نور احمد خان فریدی ، تذکرہ حضرت صدرالدین عارف ، ص ٢٣٥ - ٢٣٦

marfat.com

گنج قارون که فرو مے رود از قہر ہنوز

خواندہ باشی کہ ہم از غیرت درویشانست [1]

اس طرح حضرت صدرالدین عارف کی خدا تعالی نے مدد کی اور اس جھگڑے کو ختم کر دیا ۔

ا- نور احمد خان فریدی، تذکرہ حضرت صدرالدین عارف ، ص ۲۳۵

marfat.com

حضرت رکن الدین ابوالفتح کی سیاسی خدمات

حضرت صدرالدین عارف کی وفات کے بعد حضرت شاہ رکن عالم ۱۳۰۹ مسند نشین ہوئے - انہیں اپنے والد بزرگوار اورجدّ امجد سے بھی کہیں زیادہ عروج حاصل ہوا[1] - وہ اپنے جد امجد کے براہ راست مرید اور اپنے والد شیخ صدرالدین عارف کے خلیفہ تھے[2] - جب سلطان جلال الدین قتل ہوا تو اس کا بڑا بیٹا ارکلی خان ملتان کا صوبیدار تھا اس وقت ارکلی خان کو سوتیلی ماں نے اپنے چھوٹے بیٹے کو امیروں کے روکنے کے باوجود تخت پر بٹھا دیا - جب ارکلی خان کو پتہ چلا تو وہ بہت آزردہ ہوا اور خانہ نشین ہو گیا - علاء الدین اس سے بہت خوش ہوا کہ یہ کانٹا بھی ختم ہوا - جب علاء الدین دھلی کی طرف بڑھا تو ارکلی خان کی سوتیلی ماں نے ارکلی خان کو بلایا مگر اس نے انکار کر دیا - کہ جب خزانہ خالی ھے تو میرا وھاں پر کیا کام - علاء الدین نے تخت پر بیٹھتے ھی جلال الدین کے بیٹوں کے قتل کا حکم دے دیا - جب ارکلی خان کو پتہ چلا تو وہ حضرت رکن الدین کی خدمت مین حاضر ھوا - اور امان طلب کی - آپ نےالغ خان کو بلا کر فرمایا کہ جلال الدین کے ساتھ جو کچھ کیا سو کیا مگر اس کی اولاد کے پیچھے نہ پڑو - الغ خان نے وعدہ کیا کہ اس کے ھان ان کو کوئی تکلیف نہیں ھو گی اور ان کا پیغام سلطان تک پہنچا دے گا اور وہ اطمینان رکھیں - چنانچہ

۱- ایس - ایم - اکرام ، آب کوثر ، ص ۲۶۳

۲- ایضاً ، ص ۲۶۳

الغ خان نہایت احترام کے ساتھ شہزادوں کو اپنی محل سرائے کے پاس اتارا سلطان کی خدمت میں فتح نامہ تحریر کیا ۔ ملک الغ خان نے جو حضرت رکن الدین سے وعدہ کیا تھا اسے پوری طرح وفا کیا اور شہزادوں کو کوئی تکلیف نہ ہونے دی ۔ لیکن جب یہ قافلہ شاہی قلعہ ہانسی کے قریب پہنچا تو ملک نصرت خان کوتوال دھلی سے آ پہنچا ۔ اس نے بتایا کہ مجھے سلطان کی طرف سے شہزادوں کے قتل کا حکم ملا ھے ۔ ملک الغ خان نے کہا کہ میں نے شیخ الشیوخ رکن الدین سہروردی کے ساتھ وعدہ کیا ھے کہ انہیں قتل نہیں کیا جائے گا ۔ مگر اس کی اطلاع کے باوجود سلطان ان کےقتل پر مصر رہا تو پھر قتل کر دیں گے ۔ چنانچہ ارکلی خان نے قدر خان ، نبیزہ خان ، الغو خان ، چنگیزی خان اور ملک احمد چپ کی آنکھوں میں سلوائی پھروا کر قلعہ ہانسی میں قید کر دیا ۔[1]

سلطان علاء الدین خلجی حضرت رکن عالم کا بڑا معتقد تھا ۔ حضرت رکن عالم ان کی زندگی میں دو مرتبہ دھلی گئے ۔ سلطان نے بڑی عقیدت کے ساتھ استقبال کیا ۔ علاء الدین خلجی کو سہروردی بزرگوں کے ساتھ بڑی عقیدت تھی کیونکہ خواجہ کرگ جو سہروردی بزرگوں کے ساتھ بڑے بزرگ سلسلہ کے بزرگ تھےانہوں نے علاء الدین کو تخت شاہی اور فتح و نصرت کی بشارت دی تھی ۔ ممکن ھے کہ سلطان کو نیک نیت امراء نے بھی اس امر پر مجبور کیا ہو کہ وہ حضرت رکن عالم کو دھلی بلایا ہو بہرحال سلطان کی استدعا پر حضرت رکن عالم دھلی تشریف

۱۔ نور احمد خان فریدی ، تذکرہ قطب الاقطاب شاہ رکن عالم ملتانی ، ص ۶۱ ، ۶۲ ، ۶۳ ، ۶۴ ، ۶۵ ، ۶۶ ۔

marfat.com

لائے - سلطان نے حضرت انہیں شیخ الاسلام کا منصب نذر کیا -[1] حضرت شیخ نصیرالدین محمود چراغ دہلوی سے منقول ہے کہ جب شیخ رکن الدین ملتانی دہلی آئے تو ان کی ظاہری و باطنی عنایات کی وجہ سے مخلوق کے لئے ہر روز روز عید تھا اور شب، شب قدر تھی - سلطان علاء الدین باوجودیکہ وہ آشوب چشم میں مبتلا تھا مگر خود حضرت کے استقبال کے لئے سوار ہو کر گیا اور اور نہایت اعزاز کے ساتھ ان کو شہر میں لایا اور دو لاکھ ٹنکے حضرت کے آنے کے وقت شکرانے میں اور پانچ لاکھ ٹنکے رخصت کے وقت پیش کئے -[2] وہ دو لاکھ ٹنکے جو آتے وقت حضرت کے پاس تھے، حضرت نے اسی وقت تقسیم کر دیے اور پانچ لاکھ جو رخصت کے وقت ملے تھے وہ بھی اسی روز تقسیم کر دیے -[3]

سلطان علاء الدین خلجی کا بیٹا قطب الدین مبارک شاہ خلجی حضرت نظام الدین اولیا کے خلاف تھا کیونکہ انہیں دہلی میں بہت زیادہ اثر و رسوخ حاصل ہو چکا تھا - اور وہ اس بات سے سخت پریشان تھا -[4] چنانچہ اس نے حضرت نظام الدین اولیا کا زور توڑنے کے واسطے

۱- نور احمد خان فریدی، تذکرہ قطب الاقطاب شاہ رکن عالم ملتانی، ص ۱۲۰- ۱۲۲

۲- خلیق احمد نظامی، سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات میں لاکھوں ٹنکوں کی روایت کو غلط قرار دیا اور سلطان کی روش کے خلاف شیخ جمالی نے سہروردی سلسلے کے ساتھ منسلک ہونے کی وجہ سے لکھ رہا ہے -

۳- حامد بن فضل اللہ جمالی، سیر العارفین، ص ۲۰۱ -

۴- صباح الدین عبدالرحمن، بزم صوفیاء، ص ۲۶۳ تا ۲۷۳

امراء کے ساتھ مشورہ کیا ۔ چنانچہ طے پایا کہ ملتان کے شیخ رکن الدین ملتانی کو دھلی بلایا جائے کیونکہ حضرت نظام الدین اولیاء چشتی تھے اس لئے ان کے ذریعے وہ حضرت نظام الدین اولیا کے اقتدار کا چراغ بجھایا جا سکتا تھا ۔ چنانچہ حضرت رکن الدین کو دھلی آنے کی دعوت دی گئی ۔ حضرت رکن الدین بھی دھلی کے حالات سے باخبر تھے اور وہ اس درخواست کا مطلب اچھی طرح سمجھتے تھے ۔ چنانچہ انھوں نے دھلی جانے کی تیاریاں شروع کر دیں ۔ لوگوں نے بھی اپنی عرضداشتیں بادشاہ تک پہنچانے کے واسطے حضرت رکن عالم تک پہنچا دیں ۔ جب حضرت رکن عالم دھلی سے کچھ دور آ رھے تھے تو ان کے استقبال کو حضرت نظام الدین اولیا تشریف لائے ۔ حضرت رکن عالم نے بڑھ کر معانقہ کیا اور فرمایا کہ لوگ سمجھتے ہوں گے کہ رکن الدین بادشاہ کی ملاقات کو جا رھا ھے ۔ حالانکہ میں تو محض اس شہنشاہ دین کے لئے چار سو میل کا سفر کیا ھے رات ان دونوں بزرگوں نے اکٹھے عبادت کی ۔ دوسری صبح حضرت نظام الدین اولیاء واپس چلے گئے ۔ ان کا آپس میں سلوک اتنا دوستانہ تھا کہ بادشاہ کا تمام منصوبہ خاک میں مل گیا ۔

دوسرے دن تمام امرا و وزراء مشائخ اور علماء کو شیخ کے استقبال کو جمع ہونے بادشاہ خود بھی آیا جب بادشاہ نے حضرت رکن الدین سے پوچھا کہ اہل شہر میں سب سے پہلے کس نے آپ کا استقبال کیا تو آپ نے سلطان المشائخ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا ۔ کسیکہ بہترین شہر است[1] سلطان اپنے دل میں بہت نادم ہوا کہ جس کا زور توڑنے کیلئے میں نے انہیں مدعو کیا وہ خود

١- امیر خورد کرمانی ، سیر الاولیاء ، ص ١٣٦

marfat.com

انہیں سلطان المشائخ کے لقب سے یاد کرتے ھیں ۔ بادشاہ نے حضرت رکن عالم کو دس لاکھ ٹنکے یا دنرانہ دیا آپ نے وہ تمام رقم اسی وقت فقراء اور مساکین مین تقسیم کر دی ۔ اپنے پاس ایک درھم بھی نہ رکھا ۔[1]

تغلق خاندان کا بانی سلطان غیاث الدین تغلق ، جو اپنی تخت نشینی سے پہلے غازی ملک کے نام سے مشہور تھا ۔ دیپالپور اور ملتان کا گورنر رہ چکا تھا ۔ اس لئے ملتان مین قیام کے دوران اس کے تعلقات حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی کے خاندان کے ساتھ بڑے خوشگوار تھے، اور وہ دل و جان سے ان بزرگون کا معتقد تھا ۔

ایک روایت کے مطابق سلطان غیاث الدین تغلق حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی اور ان کے خاندان سے بڑی عقیدت رکھتا تھا ۔ اسی لئے اسی نواح مین اپنے لئے ایک شاندار مقبرہ تعمیر کیا تھا ۔ لیکن جب وہ سلطنت دھلی کا فرمانروا بنا تو اس نے یہ مقبرہ شاہ رکن عالم کی نذر کر دیا ۔ یہ وھی مقبرہ ھے جس مین حضرت شاہ رکن عالم ملتانی دفن ھین ۔[2] غیاث الدین تغلق نے حضرت شاہ رکن عالم کے ساتھ بڑے خوشگوار مراسم قائم رکھے اور حضرت سلطان کی ملاقات کے لئے ملتان سے دھلی بھی تشریف لے جایا کرتے تھے ۔ لیکن یہ عجیب اتفاق ھے کہ جس وقت سلطان غیاث الدین تغلق جاج نگر کی مہم سے واپس آیا تو اس کے فرزند جونا خان نے (جو بعد مین محمد بن تغلق کے نام سے تخت نشین ھوا) اپنے والد کا شاھانہ استقبال کیا ۔

۱- نور احمد خان فریدی، تذکرہ قطب الاقطاب رکن الدین ملتانی ، ص ۱۴۴ تا ۱۴۸

۲- ایس ۔ ایم ۔ اکرام ، آب کوثر ، مطبوعہ لاھور ۱۹۶۶ء ، ص ۲۶۵

marfat.com

یہ اس دور کا رواج تھا کہ جب بادشاہ فتوحات کے بعد واپس آتے تو ان کا استقبال کیا جاتا تھا۔ اسی رواج کے مطابق جونا خان نے بھی شہر سے باہر ایک عظیم الشان فوجی پریڈ کا انتظام کیا اور اپنے والد کیلئے ایک لکڑی کا خوبصورت محل تعمیر کروایا - جب بادشاہ اس محل میں آ کر ٹھہرا تو اس نے لوگوں کی ضیافت کی اور جب لوگ کھانا کھا کر چلے گئے تو جونا خان نے بادشاہ سے اجازت طلب کی کہ میں ہاتھی پیش کرنا چاہتا ہوں - چنانچہ ایک ہاتھی جو ساز و سامان سے مرصّع تھا، سامنے لایا گیا - ابن بطوطہ لکھتا ہے کہ مجھ سے شیخ رکن الدین ملتانی ذکر کرتے ہیں کہ وہ اس وقت بادشاہ کے پاس تھے اور بادشاہ کا لاڈلا بیٹا محمود بھی وہیں تھا - جونا خان نے ان سے کہا کہ اے اخوند عالم نماز عصر کا وقت قریب ہے آؤ نماز پڑھ لیں، چنانچہ وہ محل سے باہر نکلے اس وقت ہاتھی کو لائے ہاتھی کا محل میں پہنچنا تھا کہ تمام مکان بادشاہ اور شہزادے کے سر پر گر پڑا - شیخ فرماتے ہیں کہ میں نے شور سنا اور بغیر نماز پڑھے واپس چلا آیا - دیکھا تو محل گر چکا تھا [1]۔

سلطان غیاث الدین تغلق کے حضرت نظام الدین اولیاء کے ساتھ اچھے تعلقات نہ تھے - حضرت نظام الدین اولیا کی خانقاہ میں سماع منعقد ہوا کرتی تھی - جس پر علماء وقت کو اعتراض تھا - چنانچہ انہوں نے سلطان کے پاس حضرت نظام الدین اولیاء کی شکایت کی - اور سلطان کے علماء کا ایک محضر طلب کیا جس کے سامنے حضرت نظام الدین اولیاء کو پیش ہونا

۱- کیمبرج ہسٹری، جلد ۳ ص ۱۳۲

پڑا - اس محضر کی کاروائی اکثر تذکروں میں محفوظ ھے - جس سے یہ مترشح ھوتا ھے کہ اس عہد کے علماء جیساکہ ظاھر ھے ان کی اکثریت منگولوں کے حملوں کے دوران وسط ایشیاء سے ھندوستان ھجرت کر آئی تھی - اور وہ عقیدت کے بڑے پکے حنفی تھے - دوران گفتگو حضرت نظام الدین اولیا نے اپنی صفائی میں ایک حدیث پیش کی تو علماء نے ان پر اعتراض کیا - کہ وہ تو امام ابو حنیفہ کے مقلد ھیں اس لئے وہ حدیث کی بجائے حضرت ابو حنیفہ کے قول سے استدلال کریں - اس پر حضرت نظام الدین اولیاء نے فرمایا - کہ انہیں تعجب ھے کہ وہ شہر اب تک کیسے قائم ھے جہاں کے لوگ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قول پر امام ابو حنیفہ کے قول کو ترجیح دیتے ھوں -[1]

(حضرت نظام الدین اولیاء کی یہ پیشین گوئی سچ ثابت ھوئی اور سلطان محمد بن تغلق نے جب دھلی کے باشندوں کو دولت آباد ھونے کا حکم دیا تو دھلی اجڑ گئی -)[2]

اس محضر نے علماء اور صوفیہ کے درمیان ایک منافرت پیدا کر دی - سلطان غیاث الدین تغلق نے حضرت نظام الدین اولیاء کا زور توڑنے کیلئے دھلی میں ایک سہروردی خانقاہ قائم کرنے کا منصوبہ تیار کیا اور اس کے لئے اس نے حضرت شاہ رکن عالم ملتانی کا نام تجویز کیا - لیکن حضرت شاہ رکن عالم ملتانی اس پر آمادہ نہ ھوئے - اس عہد کے تذکروں سے یہ مترشح ھوتا ھے

۱- امیر خورد ، سیر الاولیاء ، ص ۵۲۲ تا ۵۲۸

۲- صباح الدین عبدالرحمن ، بزم صوفیاء ، ص ۲۰۵ تا ۲۰۸

marfat.com

کہ جب سلطان غیاث الدین تغلق نے اس غرض سے حضرت شاہ رکن عالم ملتانی کو دہلی بلایا ۔ تو سب سے پہلے حضرت نظام الدین اولیاء نے شہر سے باہر نکل کر ان کا استقبال کیا ۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان بزرگوں کے درمیان کسی رنجش یا مسابقت کا امکان نہ تھا ۔ یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ حضرت شاہ رکن عالم ملتانی کے قیام دہلی کے دوران میں ہی حضرت نظام الدین اولیاء کا وصال ہوا اور شاہ رکن عالم ملتانی نے یہ جاننے کے باوجود کہ حضرت نظام الدین اولیاء کے سلطان محمد بن تغلق کے ساتھ تعلقات ناخوشگوار ہیں ، حضرت نظام الدین کی نماز جنازہ پڑھائی ۔

سلطان محمدبن تغلق کے ساتھ حضرت شاہ رکن عالم ملتانی کے بڑے خوشگوار تعلقات رہے ۔ چنانچہ تاریخ کےصفحات اس بات پر گواہ ہیں کہ جب ملتان کے گورنر بہرام ایبہ نے سلطان محمد بن تغلق کے خلاف بغاوت کی تو سلطان محمد بن تغلق بغاوت فرو کرنے کیلئے ملتان پہنچا۔ اس نے اس موقع پر اس نے یہ قسم کہ وہ ملتان پر قبضہ ہوتے ہی شہر میں خون کی ندیاں بہا دے گا ۔ جب سلطان محمد بن تغلق بہرام ایبہ کو شکست دے کر ملتان میں داخل ہوا تو اس کے اس ارادے کی خبر پاتے ہی شاہ رکن عالم ننگے سر اور ننگے پاؤں اپنی خانقاہ سے باہر نکل آئے ۔ اس وقت محمد بن تغلق کی سواری شہر میں داخل ہو رہی تھی ۔ جب اس نے دیکھا کہ شیخ رکن عالم ننگے سر اور ننگے پاؤں آ رہے ہیں تو وہ گھوڑے سے اترا اور احوال پوچھا تو انہوں نے اہل ملتان کی سفارش کی اور سلطان محمد بن تغلق نے ان کی سفارش کو شرف پذیرائی بخشتے

marfat.com

ہونے اہل شہر کو معاف کر دیا اور قیدی بھی رہا کر دیئے[1]۔ حضرت شاہ رکن عالم اور ان کے جانشینوں کا اہالیان ملتان پر یہ بہت بڑا احسان تھا ۔ حضرت شاہ رکن عالم اور ان کے جانشینوں نے کئی مرتبہ ان کی جانیں بچائیں تھیں ۔ اس لئے اہل ملتان ان کے بڑے معتقد تھے ۔ اور ان کے اشارے پر اپنی جانیں نچھاور کرنے پر تیار رہتے تھے ۔ حضرت رکن عالم کے ساتھ سلطان محمد بن تغلق کے تعلقات خوشگوار رہے ۔ سلطان محمد بن تغلق نے امام ابن تیمیہ کی تعلیمات کے تحت صوفیہ کے بارے میں جو پالیسی اختیار کی تھی اس کی وجہ ہندوستان کی کئی بڑی بڑی خانقاہیں برباد ہو گئیں اور کئی روحانی مراکز تباہ ہو گئے ۔ لیکن اس کے باوجود اس نے شاہ رکن عالم ملتانی کی خانقاہ کے ساتھ کوئی تعرض نہ کیا اور حضرت شاہ رکن عالم بھی اپنے کام میں مشغول رہے ۔

ملتان کے گورنر کے ساتھ بھی شاہ رکن عالم ملتانی کے بڑے اچھے تعلقات تھے ۔ چنانچہ حضرت کے تذکروں میں یہ مرقوم ہے کہ یہ حضرت رکن عالم گورنر کی اجازت کے بغیر کسی شخص کو اپنی خانقاہ میں قیام کی اجازت نہیں دیتے تھے ۔ اس سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ حکومت کس قدر خانقاہ کے معاملات میں دخیل تھی ۔ لیکن حضرت رکن عالم ملتانی اس کو برداشت کرتے رہے[2]۔ سلطان محمد بن تغلق نے حکم دیا کہ شیخ ہود کو مسند سجادگی پر بٹھایا جائے۔ اور سلطان کے حکم کے مطابق شیخ رکن الدین ملتانی کی جاگیر بھی شیخ ہود کے نام بحال رکھی

---

۱ ۔ عصامی، فتوح السلاطین ، مطبوعہ مدراس ۱۹۴۸ء ، ص ۴۴۳

۲ ۔ نور احمد خان فریدی ، تذکرہ قطب الاقطاب رکن الدین ملتانی ، ص ۲۲۷ تا ۲۳۱

marfat.com

گئی - اس کے باوجود سلطان محمد بن تغلق کے ساتھ شیخ ہود کے تعلقات بہتر نہ رہ سکے -
اس کی وجہ یہ تھی کہ سندھ کے حاکم عماد الملک نے بادشاہ کو لکھا کہ شیخ ہود اور ان کے
دوسرے رشتہ دار مال جمع کرتے ہیں اور بے جا کاموں پر خرچ کرتے ہیں اور خانقاہ میں کسی کو
روٹی نہیں دیتے - بادشاہ نے فوراً حکم صادر کر دیا - کہ ان کا تمام مال ضبط کر لیا جائے -
اور عماد الملک کو ان کے طلب کرنے کا حکم دیا - چنانچہ اس نے ان کو طلب کیا ان میں سے
بعضوں کو قتل کیا اور بعضوں کو مار پیٹ کی اور کچھ دنوں تک ہر روز ان سے بیس دینار وصول
کرتا رہا - یہاں تک کہ جوتوں کا ایک جوڑا جس پر جواہر اوریاقوت جڑے ہوئے تھے جس کی
قیمت سات ہزار دینار تھی - ان جوتوں کے بارے میں بعض کی رائے تھی کہ یہ شیخ ہود کی
بیٹی کے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ شیخ کی لونڈی کے ہیں - وہ بھی لے لئے گئے - جب شیخ
ہود پر بہت سختی کی گئی تو انہوں نے ترکستان بھاگ جانے کا ارادہ کیا - لیکن ایک شخص
نے ان کو پکڑ لیا - عماد الملک نے بادشاہ کو بتایا - بادشاہ نے حکم دیا کہ شیخ ہود اور جس
شخص نے ان کو پکڑا ہے ان کو ایک ہی جگہ باندھ کر دارالخلافہ بھیج دے - چنانچہ جب وہ
دارالخلافہ پہنچے تو اس شخص کو تو رہا کر دیا گیا جس نے شیخ کو پکڑا تھا اور شیخ سے پوچھا
کہ تو نے کہاں بھاگنے کا ارادہ کیا تھا - شیخ نے عذر پیش کیا - بادشاہ نے کہا کہ تیرا ارادہ
تھا کہ تو ترکستان جائے اور وہاں جا کر کہے کہ میں حضرت بہاء الدین زکریا کا بیٹا ہوں -
اور بادشاہ نے میرے ساتھ یہ سلوک کیا ہے اور ترکوں کو مدد پر آمادہ کرے چنانچہ بادشاہ نے
شیخ ہود کی گردن اڑانے کا حکم دے دیا -[1]

۱- ابن بطوطہ ، عجائب الاسفار ، مطبوعہ ۱۸۹۸ لاہور ، ص ۱۳۵ تا ۱۳۶ ترجمہ مولوی محمد حسین -

ہندوستان میں سجادہ نشین کا یہ پہلا قتل تھا ۔

حضرت رکن الدین ابوالفتح ملتانی کا عالیشان روضہ ملتان کے قلعے کے اندر واقع ہے۔

دراصل یہ روضہ غیاث الدین تغلق نے شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کے قریب دفن ہونے کی آرزو میں اپنے لیے تعمیر کروایا تھا لیکن چونکہ اس نے دہلی میں وفات پائی اور پھر وہ وہیں دفن ہو گیا ۔ اس کے بعد اس کے بیٹے سلطان محمد بن تغلق نے یہ روضہ شیخ رکن الدین کی تدفین کے لئے دیا ۔ اس روضے کی بلندی ۱۰۰ فٹ کے قریب ہے لیکن چونکہ اس کی بنیاد ہی ۵۰ فٹ کے قریب بلند ہے اس لئے یہ عمارت بہت اونچی ہو گئی ہے اور ۳۰ میل کے فاصلے تک نظر آتی ہے ۔[۱]

۱۔ شیخ محمد اکرام ، آب کوثر ، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۶ء ، ص ۲۶۵ ۔ ۲۶۳

حضرت مخدوم جہانیاں کی سیاسی خدمات

جنوب مغربی پنجاب میں ملتان کے بعد اچ سہروردی سلسلے کا بہت بڑا مرکز تھا ۔ اس مرکز کی بنیاد حضرت جلال الدین سرخپوش بخاری نے (۱۲۴۴ء) میں رکھی تھی[۱] ۔ حضرت شاہ رکن عالم ملتانی کی وفات کے بعد جب ملتان میں سہروردی سلسلے کا مرکز کمزور ہونے لگا تو اچ کا مرکز دن بدن ترقی کرنے لگا ۔ حضرت جلال الدین سرخپوش بخاری پاکستان میں بخاری سادات کے مورث اعلی ہیں ۔ انہوں نے اچ کے گرد و نواح میں کئی غیر مسلم قبیلوں کو مشرف باسلام کیا ۔ سرخپوش بخاری حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی کے خلیفہ تھے ۔ ان کے فرزند سید احمد کبیر حضرت صدرالدین عارف سے بیعت تھے اور وہ حضرت جلال الدین سرخپوش بخاری کے بعد اپنے والد کی مسند پر بیٹھے لیکن اپنے والد حضرت جلال الدین بخاری اور اپنے فرزند اورجانشین سید جلال الدین مخدوم جہانیاں کے مقابلے میں زیادہ مشہور نہیں ہو سکے ۔

سید احمد کبیر کی وفات کے بعد ان کے فرزند ارجمند حضرت مخدوم جہانیاں سید جلال الدین جہاں گشت بخاری مسند نشین ہوئے ۔ موصوف حضرت شاہ رکن عالم سے بیعت تھے ۔ اور انہیں اپنے زمانے میں بڑا عروج حاصل ہوا ۔ حضرت شاہ عالم گجراتی کی روایت کے مطابق حضرت مخدوم جہانیاں کے مریدوں کی تعداد ۲۰۱۱۷۳ تھی اور ان میں سے ۱۲۷۵۰ مرید خلافت سے سرفراز ہوئے ۔ ان کے ۱۵۰۰۰ مرید قطبیت اور غوثیت کے مرتبہ تک پہنچے اور تقریباً ۱۰۰۰

۱۔ ایس ۔ ایم ۔ اکرام ، آب کوثر ، ص ۲۷۶ الف

ابدال کے درجے تک پہنچے ان کے مریدوں میں صرف ۱۵۰۰۰ کے قریب مفتی شامل تھے -[1]

حضرت مخدوم جہانیان جس کسی کو بھی مرید کرتے تھے اس کی سات پشتوں تک اپنا مرید بنا لیتے تھے -[2]

حضرت مخدوم جہانیان کی حیات میں حضرت رکن عالم کی وفات کے بعد جب ملتان کا سہروردی مرکز کمزور ہوا تو لوگوں کا رجوع حضرت مخدوم جہانیان کی طرف ہو گیا - حضرت مخدوم جہانیان نے ایک طویل عرصہ مشرق وسطی کی سیاحت میں گزارہ - اور اس دوران انہیں بے شمار علماء اور مشائخ سے ملنے اور فیض یاب ہونے کا موقع میسر آیا -[3] انہوں نے حرم مکہ میں بھی کئی سال گزارتے تھے - وہاں ان کی ملاقات اس زمانے کے مشاہیر علماء اور صوفیہ کے ساتھ ہوتی رہی تھی جب حضرت مخدوم جہانیان نے سفر و سیاحت ترک کرکے اچ میں قیام فرمایا تو انہیں قبول عام کا درجہ ملا -

محمد تغلق کے عہد ۷۲۵ھ/۱۳۲۵ء تا ۷۵۲ھ/۱۳۵۱ء میں حضرت مخدوم جہانیان شیخ الاسلام مقرر ہوئے اور سیوستان کے علاقے میں چالیس خانقاہوں کا انتظام ان کے سپرد تھا - لیکن یہ عہد کب ملا اس سلسلے میں کوئی قطعی اطلاع نہیں ملتی - الدر المنظوم کی روایت کے مطابق حضرت شیخ رکن الدین ابو الفتح کی وفات ۷۳۵ھ/۱۳۳۴ء کے بعد حضرت

۱- سید جعفر بدر عالم ، ملفوظات شاہ عالم ، ص ۱۵۳ الف

۲- ایضاً
ص ۱۰۱

۳- سید جعفر بدر عالم ، ملفوظات شاہ عالم ، ص ۱۵۳ الف

مخدوم شیخ الاسلام مقرر ہوئے ۔[1] عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں ۔[2]

سلطان محمد بن تغلق کے زمانے میں شیخ الاسلام کا منصب اور سیوستان میں خانقاہ محمدی اور اس کے قریب کی دوسری خانقاہوں کی سند حاصل ہوئی ۔

لیکن حضرت مخدوم جلد ہی شیخ الاسلام کے عہدے سے سبکدوش ہو گئے اور در المنظوم میں مرقوم ہے :-[3]

" سلطان محمد نے مجھ کو شیخ الاسلام کیا اور چالیس خانقاہیں میرے تصرف میں کر دیں ، شیخ (رکن الدین) مجھ کو خواب میں دکھائی دئے ، کہا تو حج کو چلا جا ، تو غرق ہو جائے گا ، صبح کو شیخ امام نے کہا کہ جلد روانہ ہوجا ، کیا تیاری کرتا ہے - شیخ نے تجھے اشارہ کیا ہے ، میں نے مخدوم والا ...... سے اجازت چاہی روانہ ہو گیا - میرے پاس کوئی وجہ یعنی خرچ نہ تھا ، اللہ تعالی نے اتنی فتوحات پہنچائیں ، ایک عزیز حج کو روانہ ہوا تھا ، اس کے گھر والے اسے پھیرو لوٹ آیا وہ زاد راہ مجھ کو دیا - میں پیادہ تھا گھوڑا دیا - لیکن میں نے وہ گھوڑا نظام الدین کڑہ کو دے دیا وہ مدقوق تھے ، شہر میں لوٹ آئے اور دعا گو پیادہ گیا حج سے پہلے پہنچ گیا " ۔

-1 Bahawalpur State Gazetteer. Lahore: 1908, p 182.

-2 سید علاء الدین علی حسین ، الدر المنظوم ، ص ۲۲۵ تا ۲۵۵ ، ۲۰۲۰

-3 عبدالحق محدث دہلوی ، اخبار الاخیار ، ص ۱۴۲

-4 سید علاء الدین علی حسین ، الدر المنظوم ، ص ۱۵۵

marfat.com

ممکن ھے حضرت مخدوم کے اس عہدہ کو چھوڑنے میں علماء و مشائخ کے خلاف محمد تغلق کی سخت گیر پالیسی کو بھی دخل ہو کیونکہ وہ اس عہدہ کو چھوڑنے کے بعد مدتوں تک ہند و پاک سے باہر رھے - ایک موقع پر حضرت مخدوم نے سلطان محمد بن تغلق کی بخشش کے لئے دعا مانگی تھی -[1]

حضرت مخدوم کا دور بادشاھت و ملوکیت کا دور تھا - بادشاہ کے اختیارات نہایت وسیع تھے لیکن بہت کم بادشاھوں نے ان اختیارات کا ناجائز فائدہ اٹھایا - عموماً خوف خداوندی اس دور کے حکمرانوں کو جادۂ اعتدال سے بھٹکنے نہیں دیتا تھا ، پھر بھی بادشاھت کے چند لوازمات کی وجہ سے بعض مشائخ شاھی درباروں سے الگ رھے - مشائخ چشت عموماً درباروں سے الگ تھلگ رہ کر مجاھدہ و مکاشفہ اور اصلاح نفس و تبلیغ کے کاموں میں لگے رھے - سہروردی سلسلہ کے شیوخ کا مسلک ان سے جداگانہ تھا ، وہ درباروں سے قریب رہ کر بادشاھوں کو نصیحت کرنے صحیح رائے اور مشورہ دینے رعایا کے ساتھ عدل و انصاف اور شریعت کے مطابق ان سے عمل کرانے کو ضروری خیال کرتے تھے - چنانچہ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی حضرت صدرالدین عارف اور حضرت شاہ رکن الدین اسی مسلک پرقائم تھے - حضرت مخدوم نے بھی اپنے خانوادہ کے ان بزرگوں کی پیروی کی ، ان کا تعلق فیروز شاہ تغلق کے دربار سے نہایت مستحکم تھا - یہ نیک دل بادشاہ ان کے صلاح و مشورہ کو قبول کرتا اور اس پر عمل پیرا ہوتا ، حضرت مخدوم

1- سید علاء الدین علی حسین ، اور الدر المنظوم ، ص ۳۰۹ -

بھی ان کے ساتھ بڑی طرح تعاون کرتے، ان کے نزدیک ہر سلطان عادل کی ہستی برگزیدہ تھی اور وہ اس کی اطاعت کو اطاعت خداوندی کے مترادف قرار دیتے تھے - ان کے مرید خاص اور مرتب سراج الہدایہ احمد معین سیاہ پوش حضرت مخدوم کی ایک حدیث کے متعلق گفتگو نقل کی ہے - جس سے حضرت مخدوم جہانیاں کے نقطہ نظر کا اندازہ ہوتا ہے -

سوال کردم از خدمت سید السادات چون پادشاہ ظالم وستمگار است در حق او این حدیث پیغامبر است یا نہ جواب فرمودند -

پادشاھان روئے زمین بر گزیدگان خداوند عز و اجل اند ہیچ سبیل اہانت و تبرک فرمان ایشان در مشروعات درست و جائز نیست ، لہذا چندین عبادات و طاعات را حق سبحانہ تعالی در امر ایشان گردانیدہ است ، چون نماز جمعہ و عید و ستدن بیت المال باذن و بعلم ایشان حلال است پس مخالفت در امر ایشان سر او علانیہ جائز نیست - اے غافل - ترا کہ از بیت المال دیہہ ھا و انعامات و ولایت ھا دادہ اند در وقت تنگی کار آید چون درکار بادشاہ دور مہم کہ او را پیش آید تو مدد و معاونت او نکنی و با از مخالف بخصمی بیش نمائی ، این ہمہ وجوہات خوردن و ستدن حرام است قال النبی من اطاع السلطان فقد اطاعنی من اطاعنی فقد اطاع اللہ من اطاع اللہ فھو مغورا ° !

(ترجمہ) میں نے سید السادات کی خدمت میں سوال پیش کیا - جب بادشاہ ظالم و ستمگار

ا- احمد معین سیاہ پوش ، سراج الہدایہ ، ص× ورق ۱۹- ۲۰

ہو تو اس کے حق میں یہ حدیث پیغمبر کی ہے یا نہیں جواب میں فرمایا ---

روئے زمین کے بادشاہ خدائے بزرگ و برتر کی برگزیدہ مخلوق ہیں ان کے حکم کی خلاف ورزی یا اہانت شرع میں کسی طرح درست و جائز نہیں ہے - چنانچہ بعض عبادات و طاعات اللہ تعالی نے ان کے ذمے تفویض کی ہیں جیسے نماز جمعہ و عید اور بیت المال کا مال لینا ان کے علم اور حکم سے حلال ہے - پس کسی معاملہ میں ظاہر یا پوشیدہ ان کی مخالفت جائز نہیں ہے- اے غافل ! تجھے بیت المال سے گاؤں اور دیہات انعامات اور علاقے دیتے ہیں تاکہ تنگی کے وقت تیرے کام آئیں جب بادشاہ کو کوئی کام یا مہم پیش آئے اور تو اس کی مدد نہ کرے تو ان تمام عطیات کا کھانا اور لینا حرام ہے - نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے سلطان کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے اللہ کی اطاعت کی وہ بخشا گیا -

خزانہ جلالی کا پندرھواں باب " فی ذکر تعظیم الولایت و آرا بہم " ہے اس کے آغاز میں حضرت مخدوم فرماتے ہیں :[1]

" مشائخ مکہ و مدینہ و خراسان قدس اللہ ارواحہم این کمینہ را وصیت کرد اند کہ ہمہ حال ولات را مخلص و نیک خواہ باشی و برائے کارہائے مردمان بر ایشان قدم زنی ، فتوح ایشان قبول کنی کہ توقع نکنی کہ بر تو آیند -

---

۱- فضل اللہ : خزانہ جلالی قلمی ، ورق ۲۲۵ ب -

(ترجمہ) مکہ ، مدینہ اور خراسان کے مشائخ نے اس خاکسار کو وصیت کی ہے کہ ہر حال میں حکمران کا مخلص اور نیک خواہ رہنا چاہئیے اور ان کے پاس لوگوں کے کام کے لئے جانا چاہئیے ۔ اور ان کے تحائف قبول کرنا چاہئیں اور یہ توقع نہیں کرنی چاہئیے کہ وہ تمہارے پاس آئیں ۔

ایک مرتبہ حضرت مخدوم نے فرمایا کہ بادشاہ کے لئے بد دعا نہ کرنی چاہئیے بلکہ اصلاح کی دعا کرنی چاہئیے کہ اے اللہ ۔ تو امام و امت کو اور حاکم و محکوم کو صالح و درست کر دے [1]۔

اسی کے ساتھ ہی حضرت مخدوم نے والیان ملک اور حکام کو توجہ دلائی کہ وہ غریبوں اور مسکینوں کی خبر گیری اور ان کی ضروریات کا لحاظ رکھیں اور مخلوق کے ساتھ حکام کو نیک سلوک کرنا چاہئیے اور رشوت نہیں لینی چاہئیے ۔ خزانہ جلالی میں ہے [2]۔

" بر ولات واجب است کہ تفتیش احوال مسکینان و فقراء کنند کہ اگر گرسنہ و برہنہ و تشنہ باشد ما یحتاج ایشان را از بیت المال بدھند و اگر ندھند فردا قیامت ایشان را برائے این معنی عقوبت کنند " ۔

(ترجمہ) حکام پر واجب ہے کہ فقرا اور مساکین کے حالات کی تفتیش کریں اور اگر وہ بھوکے ننگے اور پیاسے ہوں تو جن چیزوں کی ان کو ضرورت ہو بیت المال سے دیں اگر نہ دیں گے تو کل

۱- سید علاء الدین علی حسینی ، الدر المنظوم ، ص ۸۰۵

۲- فضل اللہ : خزانہ جلالی قلمی ورق ۲۲۵ ب ۔

marfat.com

قیامت کے دن ان کو اس سلسلہ میں عذاب ہو گا ۔

ایک مرتبہ والی اچ حضرت مخدوم جہانیاں کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس کو نصیحت کی کہ مخلوق کے ساتھ اچھی طرح پیش آنا چاہئیے ۔ خزانہ جلالی میں ہے ۔[1]

" بعد از جمعہ والی بخدمت مخدوم .... فہ بزیارت آمدہ ، او را وصیت کرد کہ ای برادر ۔ با خلق خدائے تعالی زندگانی نیکو باید کرد و دلہائے بندگان خدا عز و جل نہفتی " ۔

(ترجمہ) اے بھائی ۔ تجھے مخلوق خدا کے ساتھ نیک برتاؤ کرنا چاہئیے تاکہ تو خدا کی مخلوق کے دلوں میں نہ گرنے پائے ۔

ایک موقع پر حضرت مخدوم نے فرمایا :[2]

" رشوت و خدمتہا برائے مقطعان و ملوک دیگر می دھد روا نیست حرام است " ۔

(ترجمہ) جاگیر داروں ، بادشاہوں کو جو رشوت و نذر دیتے ہیں یہ روا نہیں ہے بلکہ حرام ہے ۔

حضرت مخدوم جہانیاں کے تعلقات فیروز شاہ تغلق کے ساتھ بہت اچھے تھے وہ ہر دوسرے تیسرے سال دھلی تشریف لے جاتے تھے ۔[3]

شمس سراج عفیف لکھتا ہے ۔[4]

۱- مقبل القرشی ، خزانہ جلالی قلمی ورق ۲۲۵ ب ۔

۲- ایضا ورق ۲۳۲ ب ۔

۳- سید علاء الدین علی حسین ، الدر المنظوم ، ص ۸۵۳

۴- شمس عفیف سراج ، ترجمہ از فدا علی ، تاریخ فیروز شاہی ، ص ۳۳۳ ۔

" بادشاہ اور جناب کے درمیان بے حد محبت تھی اور ہر دو بزرگوار اس محبت میں اضافہ کرنے کی سعی فرماتے تھے " ۔

حضرت مخدوم اور فیروز شاہ تغلق کے یہ تعلقات ایسی ساعت سعید میں قائم ہوئے کہ آخر تک استوار رہے ، خیال یہی کیا جاتا ہے کہ ان تعلقات کا آغاز فیروز شاہ تغلق کی تخت نشینی سے ہی ہو گیا تھا[1] ۔ فیروز شاہ تغلق ٹھٹھہ سے واپسی پر اچ میں آیا اور اچ کے رہنے والوں پر طرح طرح کی مہربانیاں فرمائیں ۔ ان کی معاش ، معافی ، زمین اور وظیفے جو ایک مدت سے بند ہو گئے تھے منظور کئے اور اہل اچ کی درخواستوں کو قبول فرمایا[2] ۔

ایک مرتبہ فیروز شاہ نے حضرت مخدوم کی خانقاہ کے لئے وظیفہ مقرر کیا اور انعامات دئیے تو آپ نے بادشاہ کے اس اقدام کو ان الفاظ میں سراہا ۔۔

" خانقاہ کا وظیفہ اور انعامات جو بادشاہ نے ہم کو دیئے ہیں .... وہ خلق خدا کو نفع پہنچانے کی غرض سے قبول کر لئے[3] ۔۔

" سکنہ اچ " میں حضرت مخدوم کی حیثیت ہر اعتبار سے نمایاں اور افضل تھی اور اس علاقہ میں ان کا خاص اثر و رسوخ تھا ۔ حضرت مخدوم کے چھوٹے بھائی صدرالدین راجو قتال سلطان فیروز شاہ تغلق کے لشکر میں گئے ۔ بادشاہ نے ان کو مراحم خسروانہ سے نوازا اور ایک

۱۔ محمد ایوب قادری ، مخدوم جہانیاں جہاں گشت ، ص ۱۳۵

۲۔ ضیاء الدین برنی ، تاریخ فیروز شاہی ، ص ۵۳۵ تا ۵۳۶

۳۔ ایضاً ص ۵۳۹

marfat.com

گاؤں ان کے نام کر دیا اور دو ہزار ٹنکے نقد پیش کئے ۔[1] حضرت مخدوم کے پاس جتنی بھی فتوحات پہنچتی تھی وہ اس کو رد نہیں کرتے تھے ۔[2] اس سلسلہ میں حضرت مخدوم نے اپنے استاد اوسہروردی سلسلہ کے نامور شیخ حضرت جمال خندان رو ° کا واقعہ کئی مرتبہ بیان کیا کہ انہوں نے اپنے مشائخ ملتان کے اتباع میں بادشاہ سے گاؤں کر لئے تھے ۔[3] اس سلسلے میں حضرت مخدوم کا نظریہ تھا کہ شاہی معافی قبول کرنی چاہئیں اور انہوں نے قبول کیں ۔

فیروز شاہ تغلق کے زمانے میں جام جونا اور بانبھ مغلوں سے ساز باز کرکے گجرات اور پنجاب کی سرحدوں پر شورشیں پیدا کر رہے تھے ۔ فیروز شاہ تغلق نے حضرت مخدوم کی روحانی عظمت اور اثر و رسوخ سے فائدہ اٹھایا ۔ حضرت مخدوم جہانیاں نے سلطان فیروز شاہ تغلق سے ان دونوں کو معافی دلوائی ۔ لیکن وہ اپنے وعدے پر قائم نہ رہے اور پھر ہنگامہ آرائی کر دی ۔ تو گورنر عین الملک ماہرو نے ایک پروانہ کے ذریعے ان کو تنبیہہ کی جب فیروز شاہ تغلق دوسری مرتبہ ٹھٹھہ گیا تو جام جونا اور بانبھ کو خطرہ ہوا ۔ انہوں نے اس مرتبہ پھر ایک قاصد کے ذریعے سفارش کی درخواست کی ۔ سلطان نے پھر معافی دے دی ۔ حضرت مخدوم جہانیاں کا عوام اور زمینداروں پر اس قدر اثر تھا کہ عین الملک جیسے گورنر کو بھی خراج کی وصولی میں ان کی مدد لینی پڑتی تھی اس سے ہمیں اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ حضرت مخدوم جہانیاں سیاسی معاملات میں کتنا درک رکھتے تھے ۔ ڈاکٹر ریاض الاسلام نے منشیات ماہرو کی روشنی میں

۱- سید علاء الدین علی حسینی ، الدر المنظوم ، ص ۳۵۰

۲- ایضاً ، ص ۲۳۸

۳- ایضاً ، ص ۳۵۸ ، ۳۵۹ ، ۵۲۰

نتیجہ نکالا ھے کہ یہ واقعات ۱۳۶۰ء تا ۱۳۶۵ء کے درمیان وقوع پذیر ہوئے ۔[1]

حضرت مخدوم جہانیان کے بارےمیں ان کے تذکرہ نویس اور تاریخ فیروز شاھی کے مصنف شمس سراج عفیف ھمین بتاتے ھین کہ مخدوم جہانیان عموماً ھر سال اچ سے دھلی تشریف لے جاتے تھے اور ھفتون بلکہ مہینوں قیام فرماتے تھے اس دوران ان کی سلطان سے متعدد ملاقاتین ھوتین اور ادھر دھلی کے عوام و خواص بھی مخدوم جہانیان سےفیض یاب ھوتے ۔[2]

حضرت مخدوم جہانیان جب اپنیقیام گاہ سے سلطان فیروز شاہ تغلق کی ملاقات کے واسطے پالکی مین سوار ھو کر تشریف لے جاتے تو راستے مین حاجت مند اپنیعرضیان ان کی پالکی مین ڈال دیتے تھے اور حضرت وہ عرضیان ملاقات کے وقت سلطان فیروز شاہ تغلق کے سامنے رکھ دیتے او سلطان پر احکام صادر کر دیتا ۔[3] فیروز شاہ تغلق جب بھی حضرت مخدوم جہانیان کو دربار مین آتے دیکھتا تو احتراماً کھڑا ھو جاتا اور جب وہ تشریف رکھتے تو انھین اپنے پہلو مین جگہ دیتا جب مخدوم صاحب واپس تشریف لے جاتے تو جب تک ان کی سواری نظرون سےاوجھل نہ ھوتی تو سلطان فیروز شاہ تغلق احتراماً کھڑا رھتا ۔[4] اس سے یہ ظاھر ھوتا ھے کہ سلطان فیروز شاہ تغلق کے دل مین حضرت مخدوم جہانیان کی کتنی قدر و منزلت تھی ۔ فیروز شاہ تغلق دوسرےتیسرے روز حضرت مخدوم جہانیان کیقیام گاہ پر حضرت سےملاقات کے لئے حاضر ھوتا

۱۔ ڈاکٹر ریاض الاسلام ، اسلامک کلچر ، اکتوبر ۱۹۲۸ء ، ص ۳۷۲ - ۳۹۲

۲۔ شمس سراج عفیف ، تاریخ فیروز شاھی ، ص ۳۳۱

۳۔ ایضاً ، ص ۵۱۵

۴۔ ایضاً ، ص ۵۱۳

تھا اور دونوں بزرگ محبت آمیز گفتگو کرتے تھے ۔[1]

آخری مرتبہ حضرت مخدوم ۷۸۱ھ/۱۳۷۹ء میں تشریف لے گئے اس موقع پر چار ملاقاتوں کا سید علاء الدین نے ذکر کیا ہے ۔

پہلی ملاقات

۲۰ ذی الحجہ ۷۸۱ھ/۱۳۷۹ء کو فیروز شاہ تغلق حضرت مخدوم کی خدمت میں حاضر ہوا اور نہایت تعظیم و تکریم کی اس موقع پر حضرت مخدوم نے ایک حدیث پڑھی ۔ پھر حضرت مخدوم نے سلطان سے فرمایا کہ اللہ تعالی تم کو جزائے خیر دے کہ میری ملاقات کے لئے آئے ، سلطان نے عرض کیا یہ حدیث شریف معہ ترجمہ مجھے مرحمت فرمائیں ۔ حضرت مخدوم نے وہ حدیث لکھ کر دے دی ۔ اس کے بعد حضرت مخدوم کو جو کچھ سلطان سے کہنا تھا وہ کہا اور جن کے وظائف وغیرہ مقرر کرانے تھے وہ بھی کرائے اور تیس سے زیادہ آدمیوں کو بادشاہ نے کپڑے مرحمت فرمائے اور رخصت ہو گیا ۔[2]

دوسری ملاقات

۲۳ ذی الحجہ ۷۸۱ھ/۱۳۷۹ء کو سلطان فیروز شاہ تغلق سے ملاقات ہوئی ۔ دھلی سے واپسی کے متعلق گفتگو ہوئی او طے پایا کہ بعد عشرہ محرم حضرت مخدوم اچ تشریف لے جائیں ۔[3]

۱- شمس سراج عفیف ، تاریخ فیروز شاہی ، ص ۳۳۱ ۔

۲- سید علاء الدین علی حسینی ، الدر المنظوم ، ص ۷۶۴ تا ۷۶۵

۳- ایضاً ، ص ۷۸۶ تا ۸۱۱

تیسری ملاقات

محرم ۷۸۲ھ/۱۳۸۱ء کو سلطان فیروز شاہ حضرت مخدوم سے ملنے کے لئے آیا - آپ نماز اشراق پڑھ رہے تھے، سلطان کھڑا رہا جب آپ فارغ ہوئے تو سلام و مصافحہ کیا- سلطان نے پھولوں کی ایک ٹوکری نذر کی وہ پھول تمام حاضرین میں تقسیم کر دئیے گئے - پھر سلطان فیروز شاہ سے نماز کی نیت ، خانہ کعبہ کی زیارت ، شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کے مراتب ، خرقہ مشائخ اور دشمن نفس پر گفتگو رہی - اس کے بعد مولانا جمال الدین ھوبی کے صاحبزادے شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کے پوتوں ، اپنے رشتہ داروں ، خادموں ، عزیزوں کے لئے سلطان سے وظائف مقرر کرائے، اس کے بعد ایک ھندو بچہ کو بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا ، سلطان نے اس کے وظیفے کا بھی وعدہ کیا -[1]

چوتھی ملاقات

۷ محرم الحرام ۷۸۲ھ/۱۳۸۰ء کو بادشاہ آیا بہت گفتگو ہوئی علو ھمتی کے متعلق مخدوم نے یہ شعر پڑھا -

همت بس بلند روزی کن
که من از تو همین ترا خواهم

بادشاہ کو یہ شعر بہت پسند آیا - اس نے خود لکھا -[2]

۱- سید علاء الدین علی حسینی ، الدر المنظوم ، ص ۸۱۲ تا ۸۱۳

۲- ایضاً ، ص ۸۳۶

marfat.com

۱۳ محرم ۷۸۲ھ/۱۳۸۰ء کو حضرت مخدوم سلطان سے رخصت ہونے کے لئے تشریف لائے ـ سلطان خانے میں نماز ادا کی پھر بعض مسائل فقہ پر گفتگو رہی ، اس کے بعد بعض لوگوں کی درخواستیں حضرت مخدوم نے پیش کیں جن کو سلطان نے قبول کیا اور یہ سلطان سے رخصتی ملاقات تھی ـ[1]

سلطان فیروز شاہ تغلق شریعت کا بڑا پابند تھا اور وہ علما اور مشائخ کے زیر اثر مغلوق ہو گیا تھا ـ اس کی توجہ فقہ کی طرف مبذول رہی ـ چنانچہ اس کے عہد میں فتاوی تاتار خانی[2] ، فقہ فیروز شاہی اور فوائد فیروز شاہی جیسی کتابیں احاطہ تحریر میں آئیں ـ اول الذکر میں فقہ کے مسائل ضمناً آ گئے ہیں ـ سلطان فیروز شاہ تغلق نے اپنی مملکت میں ۲۶ مذہبی ، انتظامی اور معاشرتی اصلاحات نافذ کیں اور اس نے ۲۳ غیر اسلامی ٹیکس معاف کئے ـ جس سے عوام اور خصوصاً پیشہ وروں کو بڑا فائدہ پہنچا ـ ان اصلاحات کو دیکھ کر یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس زمانے میں معمولی معمولی اشیاء پر بھی ٹیکس عائد تھے ـ چنانچہ شمس سراج عفیف لکھتا ہے :[3]

" علماء و مشائخ ہر وقت بادشاہ کے قریب رہتے تھے اور اسی لئے فیروز شاہ کو ہمیشہ مکروہ ، حرام اشیاء و افعال کا علم ہوتا رہتا تھا ـ بلکہ یہ مقدس گروہ ممالک محروسہ کے ہر محصول سے اپنے جواز و عدم جواز سے بادشاہ کو مطلع کرتا تھا اور فیروز شاہ ہر نا مشروع محصول

۱- سید علاء الدین علی حسین ، الدر المنظوم ، ص ۸۵۲

۲- ~~شمس سراج عفیف ، تاریخ فیـ~~ قاضی سجاد حسین کرنپوری ، فتاوی تاتار خانیہ ، مطبوعہ دہلی

۳- شمس سراج عفیف ، تاریخ فیروز شاہی ، ص ۲۵۲

marfat.com

سے دست کش ہوجاتا اور اس طرح بے حد نقصان برداشت کرتا تھا۔ ۔

سلطان فیروز شاہ کی اصلاحات میں حضرت مخدوم کی تعلیمات کے اثرات نمایاں طور پر نظر آتے ہیں ۔

فیروز شاہ تغلق نے جو ٹیکس حضرت مخدوم کے زیر اثر معاف کئے وہ یہ ہیں ۔ منڈی کا ٹیکس ، دلالوں پر ٹیکس ، قصابوں پر ٹیکس ، تماشوں اور ناچ گانوں پر ٹیکس ۔ غلہ پر ٹیکس ، تولنے پر ٹیکس ، رنگ بنانے پر ٹیکس ، مچھلی بیچنے پر ٹیکس ، روئی دھننے پر ٹیکس ، صابن بنانے پر ٹیکس ، رسی اور ڈوری کے بنانے پر ٹیکس ، تیل نکالنے پر ٹیکس ، بھنے ہوئے چنوں پر ٹیکس خوانچہ فروشوں پر ٹیکس چھتہ پر ٹیکس ، جوتے بنانے پر ٹیکس کورٹ فیس ، پولیس سے متعلق فیس محکمہ احتساب کی فیس ، اینٹیں اور مٹی کے برتن بنانے پر ٹیکس دیہات کے مکانوں پر ٹیکس ، چرانے پر ٹیکس جرمانے ، ترکاری پر ٹیکس دانگانہ دہلی کے مکانوں پر ٹیکس اور دوکانوں پر ٹیکس عائد تھے [1] ۔ اس سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ غریب عوام اور چھوٹے دوکاندار بڑی مشکل میں مبتلا تھے ۔ سلطان نے اس طرح کے تمام ٹیکس معاف کر دئیے جس سے انہیں سکھ کا سانس آیا ۔ اسی طرح انتظامیہ میں بھی کئی قابل قدر تبدیلیاں کیں جس سے عوام کو فائدہ پہنچا ۔ اسی طرح شریعت کا احیاء اور بدعات کی روک تھام میں بھی ان بزرگوں نے خاصی مدد کی ۔ اور بیت المال میں غیر مشروع اور حرام مال روک دیا گیا ۔ ممالک محروسہ میں جو باتیں خلاف

۱۔ شمس سراج عفیف ، تاریخ فیروز شاہی ، ص ۳۷۴ تا ۳۷۵

marfat.com

شروع نظر آتہن ان کو قطعاً موقوف کر دیا گیا[1]۔

سلطان فیروز شاہ نے اپنے عہد کے معاشرے کی اصلاح کی طرف بھی کئی اقدامات کئے جن کا ذکر سلطان نے بڑے فخریہ انداز میں "فتوحات فیروز شاہی" میں کیا ہے۔

فتوحات فیروز شاہی کے مطالعہ سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ فیروز شاہی کے زمانے میں ایک شخص خدا ہونے کا دعوی کر دیا تھا[2]۔ اور ایک شخص نے نبی ہونے کا دعوی کر دیا ان کے علاوہ ایک شخص رکن الدین نے مہدی ہونے کا دعوی کیا تھا[3]۔ سلطان نے ان سب کو قرار واقعی سزائیں دیں اور مسلمانوں کو ان کے دام کفرویۂ میں پھنسنے سے بچایا۔

حضرت مخدوم جہانیاں کے ملفوظات میں ہمیں Anti Sheia مواد بکثرت ملتا ہے۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے زمانے میں شیعوں میں کوئی گمراہ فرقہ جو اباحت کا قائل تھا برعظیم پاک و ہند میں اپنے عقائد کے پرچار میں مصروف تھا اس لئے خاص و عام میں ان کے خلاف نفرت پائی جاتی تھی[4]۔ سلطان فیروز شاہ تغلق نے اپنی خود نوشت "فتوحات فیروز شاہی" میں ایسے ہی ایک فرقے کا ذکر کیا ہے جو اباحت کا قائل تھا۔ سلطان نے اس فرقے کے اکابرین کو قتل کروادیا اور دوسرے لوگوں کو سزائیں دے کر چھوڑ دیا[5]۔

۱۔ صباح الدین عبدالرحمن، ہندوستان کے سلاطین، علما اور مشائخ کے تعلقات پر ایک نظر، ص ۱۲۹

۲۔ شمس سراج عفیف، تاریخ فیروز شاہی، ص ۳۷۳ تا ۳۷۶

۳۔ شیخ عبدالرشید، فتوحات فیروز شاہی، ص ۷

۴۔ محمد اسلم، تاریخی مقالات، ص ۱۸۶ تا ۱۸۷

۵۔ شیخ عبدالرشید ۔ فتوحات فیروز شاہی، ص ٦

سلطان فیروز شاہ نے خود بھی احکام شریعت کی پابندی شروع کر دی تھی۔ [1] شاہی محلات میں سونے چاندی کے برتن استعمال کرنے کا رواج عام تھا حالانکہ شریعت نے سونا اور چاندی کے برتنوں میں کھانے سے منع کیا ہے۔ سلطان نے ایسے تمام برتن تڑوا دیئے ان کی جگہ عام دھات کے برتنوں میں کھانا شروع کر دیا۔ شاہی محلات اور دربار میں قیمتی ریشمی پردے لٹکائے جاتے تھے۔ سلطان نے ان کا استعمال بھی ممنوع قرار دیا اور اسی طرح سونے اور چاندی کے زیورات اور دوسری اشیاء مثلاً ترکش وغیرہ جو سلاطین استعمال کیا کرتے تھے ان کے استعمال پر بھی پابندی عائد کر دی اور اس کی جگہ ان جانوروں کی ہڈیوں سے جن کو سلطان نے خود شکار کیا تھا ترکش اور دوسری اشیاء بنوا لیں۔ [2]

سلطان فیروز شاہ کے دور میں اوباش مسلمان ہندوؤں کے میلوں اور تہواروں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ سلطان نے مسلمانوں کے ایسی جگہوں پر جانے پر بھی پابندی عائد کر دی۔ اور جو عورتیں بزرگوں کے مزارات کی زیارت کے لئے جاتی تھیں اور بقول سلطان فیروز شاہ تغلق اوباش نوجوان ان کے پیچھے لگ جاتے تھے تو سلطان نے ان کے مزارات پر جانے پر بھی پابندی عائد کر دی تھی۔ [3] نیز جن علاقوں میں ہندوؤں کی تعداد زیادہ تھی اور مسلمانوں کی آبادی نہ ہونے کے برابر تھی وہاں سلطان نے مسلمانوں کے گاؤں آباد کئے۔ جن میں رجب پور، سالا پور اور تغلق پور شامل

۱- شیخ عبدالرشید، فتوحات فیروز شاہی، ص ۹

۲- محمد اسلم، تاریخی مقالات، ص ۱۹۱

۳- ایضاً ص ۹

تھے -[1] اور وہاں پہ مسجدیں بنوائیں جہاں روز و شب میں پانچ مرتبہ آذان کی آواز بلند ہونے لگی -[2]

حضرت مخدوم جہانیاں کے زمانے میں عالم آباد میں لانگاہ قوم کے افراد نے بغاوت کی تو اھالیان عالم آباد نے حضرت مخدوم جہانیاں سے درخواست کی کہ اگر آپ تشریف لے جائیں اور شہر کے باہر قیام کریں تو باغی آپ کو دیکھتے ہی بھاگ جائیں گے - ورنہ " اھالیان عالم آباد پر شب خون ماریں گے - مخدوم صاحب نے ان کی درخواست کو شرف قبولیت بخشا اور عالم آباد کی شہر پناہ کے باہر قیام کیا جب باغیوں نے ان کی آمد کی خبر سنی تو انہوں نے شب خون مارنے کا ارادہ ترک کر دیا -

فیروز شاہ کے دور کو اگرچہ ہم امن و امان کا دور کہتے ہیں لیکن اس کے باوجود اس کے عہد میں بھی چوری چکاری عام تھی اس کی نشاندھی حضرت مخدوم جہانیاں نے کی ہے - کہ ان کی چیزوں کی بھی چوری ہوجاتی تھی - تو پھر غریب کا عوام کا کیا حال ہو گا -[3] اسی طرح حضرت مخدوم جہانیاں اس وقت کی معاشرتی برائیوں پر بےحد شاکی تھے - اور وہ الگ تھلگ ہو کر زندگی گزارنا چاھتے تھے - جامع ملفوظات رقمطراز ھیں کہ ایک روز حضرت مخدوم جہانیاں نے فرمایا کہ زمانہ بہت خراب ہو گیا ھے - لہذا اس زمانے میں پہاڑوں پرجا کر رھنا چاھئیے -[4]

۱- محمد اسلم تاریخی مقالات ، ص ۱۹۱

۲- ایضاً ، ص ۹

۳- سید علاء الدین علی حسین ، الدر المنظوم ، ص ۲۳۲

۴- ایضاً ، ص ۲۵۰

ان تمام حالات پر غور کرنے کے بعد یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے زمانے میں جو اصلاحات نافذ کی گئیں ان میں حضرت مخدوم جہانیاں کا بہت ہاتھ تھا ۔ اور وہ سلطان کے مزاج میں کافی حد تک دخیل تھے اور سلطان نے یہ تمام اصلاحات انہی کے مشورے اور ایماء پر نافذ کی تھیں ۔

ملتان کے بزرگوں کی طرح حضرت مخدوم جہانیاں بھی مضبوط مرکز کے قائل تھے ۔ اور موصوف مرکز گریز رجحانات کے سخت مخالف تھے ۔ جب سندھیوں نے سلطان فیروز شاہ تغلق کے خلاف بغاوت کی اور سلطان کی فوج ٹھٹھہ پہنچی تو حضرت مخدوم جہانیاں نے درمیان میں پڑ کر سندھیوں کو سمجھایا اور بغیر کسی کشت و خون کے سلطان نے ٹھٹھہ پر قبضہ کروا دیا ۔[1] اس واقعہ سے ہمیں وہ واقعہ یاد آتا ہے جب حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانی نے قباچہ کے مقابلے میں شمس الدین کی حمایت کی تھی اور ملتان پر اس کا قبضہ کروانے کی از حد کوشش کی تھی ۔

فیروز شاہ تغلق کی وفات ۱۳۸۸ء کے بعد تغلق خاندان کا زوال شروع ہو گیا ۔ اور دس سال کے عرصے میں آٹھ بادشاہ یکے بعد دیگر تخت نشین ہوئے ۔ ۱۳۹۸ء میں امیر تیمور نے حملہ کرکے تغلق خاندان کا خاتمہ کر دیا اور دہلی کی اینٹ سے اینٹ بجا دی ۔ امیر تیمور کے حملے کے بعد جب پنجاب میں ابتری اور بدنظمی کا دور تھا اس دور میں سہروردی مشائخ جو سیاست میں پہلے ہی کافی دخیل تھے اب بے پناہ سیاسی طاقت حاصل کر لی اور خانقاہ

۱- شمس سراج عفیف ، تاریخ فیروز شاہی، ص ۱۷۱ تا ۱۷۲

marfat.com

حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی کے سجادہ نشین شیخ یوسف کو ملتان کے تخت پر بٹھا دیا ۔
مگر لنگاہ قوم نے نہایت چالاکی سے ان کے اقتدار کا خاتمہ کر دیا ۔[1] اس کے ساتھ ہی برصغیر
میں تصوف کو بھی زوال آنا شروع ہو گیا ۔ پروفیسر خلیق احمد نظامی کے مطابق صوفیہ نے صحو کی
جگہ سکر کی زندگی اختیار کر لی تھی ۔[2]

تیمور کے حملہ سے دھلی کی مرکزیت کو سخت دھچکا لگا اور وہ واپس جاتے ہوئے سید
خاندان کی بانی خضر خان کو برعظیم پاک و ھند میں اپنا نائب مقرر کر دیا گیا ۔ لیکن خضر خان
اور اس کے کمزور جانشین کاروبار حکومت کو کما حقہ سنبھال نہ سکے ۔ اس لئے مرکز گریز رجحانات
شروع ہو گئے ۔ اور متعدد صوبوں میں خود مختار حکومتیں قائم ہو گئیں ۔ فیروز شاہ تغلق کی
وفات ۱۳۸۸ سے لے کر اکبر کی تخت نشینی ۱۵۵۶ء تک تقریباً ڈیڑھ سو سال کے عرصے میں سوائے
سکندر لودھی کی ۲۸ سالہ دور حکومت کے برصغیر پاک و ھند میں کوئی مستحکم حکومت قائم نہ
ہو سکی ۔[3]

۱۔ نظام الدین احمد بخشی، طبقات اکبری، ص ۵۲۲

۲۔ خلیق احمد نظامی، سلاطین دھلی کے مذھبی رجحانات، ص ۴۲۸

۳۔ محمد اسلم، دین الٰہی اور اس کا پس منظر، ص ۲۷

[ ]

سید راجو قتال کی سیاسی خدمات

حضرت مخدوم جہانیاں کی وفات کے بعد مخدوم صاحب کے بیٹوں میں اور مخدوم صاحب کے بھائی کے درمیان جانشینی کے لیے نزاع پیدا ہوا ۔ حضرت راجو قتال طبعاً ایسے جھگڑوں کو پسند نہیں کرتے تھے ۔ اس لئے مخدوم صاحب کی روحانی ذمہ داری ان کے ذمے اور باقی خانقاہ کا انتظام ان کے بیٹوں کے ذمہ آیا ۔ سید راجو قتال حضرت مخدوم جہانیاں کے مقابلے میں ہندوؤں کے مقابلےمیں سخت تھے ۔ ہم ان کی جلالی شان رنگ طبیعت اور سہروردیوں کے تبلیغی اسلامی جوش کا اندازہ ایک ہندو تحصیلدار جس کا نام نوا ہون تھا اس سے بھی لگا سکتے ہیں ۔ جس کو مسلمان بنانے یا کم از کم ثابت کرنے کےلئے سید راجو قتال نے اچ سے دھلی کا سفر کیا ۔ جن دنوں حضرت مخدوم جہانیاں مرض الموت میں مبتلا تھے تو وہاں کا ہندو تحصیلدار نوا ہون آپ کی عیادت کو آیا اور اس نے دوران گفتگو کہا کہ جس طرح خدائے تعالی نے رسول عربی کو ختم الانبیاء بنایا تھا اسی طرح حضرت مخدوم جہانیاں ختم الاولیاء ہیں ۔ نوا ہون کے اس قول پر سید راجو قتال نے کہا کہ تم رسول اکرم کوآخری نبی ماننے پہ مسلمان ہو گئے ہو ۔ اب تم پر اسلام کے احکام بجا لانا لازم ہے ۔ ورنہ تم مرتد سمجھے جاؤ گے ۔ نوا ہون مسلمان ہونے پہ رضامند نہ ہوا[1] چنانچہ وہ دھلی بھاگ گیا اور سلطان فیروز شاہ تغلق کی خدمت میں عرض حال کیا اتنی دیر میں حضرت مخدوم جہانیاں کی وفات ہو گئی اور جب سید راجو قتال ان کی

۱۔ مفتی غلام سرور لاہوری ، حدیقۃ الاولیاء ، ص ۱۵۸

تجہیز و تکفین سے فارغ ہو گئے تو فوراً دہلی پہنچے ۔ جب بادشاہ کو ان حالات کی خبر پہنچی تو اس نے علماء سے اس امر میں استصواب کیا اس نے نوا ہوں کو مسلمان ہونے کو کہا لیکن وہ نہیں مانا اب بادشاہ کوئی ایسا راستہ چاہتا تھا جس سے نہ تو سید صاحب ہی ناراض ہوں اور نہ نوا ہوں پر ناواجب جبر ہونے پائے ۔ فیروز شاہ کے دربار میں قاضی عبدالمقتدر کا لڑکا شیخ محمد ایک تیز طبع اور ذہین نوجوان تھا ۔ اسنے بادشاہ سے کہا کہ جب سید آئیں تو ان سے کہنا کہ آپ نوا ہوں کافر کا فیصلہ کرنے آئے ہیں ؟ ظن غالب ہے کہ وہ ہاں کہیں گے اور پھر اس طرح نوا ہوں کو مسلمان کہنا مشکل ہوجائے گا ۔ بادشاہ کو یہ رائے پسند آئی چنانچہ جب سید راجو قتال تشریف لائے تو بادشاہ نے ان سے بھی سوال کیا لیکن سید صاحب نے فرمایا کہ میں تو نوا ہوں کو مسلمان کا فیصلہ کرنے آیا ہوں اس پر شیخ محمد بن قاضی عبدالمقتدر بولا کہ اس نے اسلام کا اقرار دل سے نہیں کیا اور اس کا اسلام شرعی طریقے پر ثابت نہیں ہوتا تو پھر آپ اس کو کس طرح مسلمان کہتے ہیں اس پر سید راجو قتال کو طیش آ گیا انہوں نے غصے سے لڑکے کی طرف دیکھا تذکرہ نگاروں کے مطابق کہ وہ اسی وقت درد شکم سے تڑپنے لگا ۔ اور تھوڑی دیر کے بعد ہی مر گیا ۔ بادشاہ نے یہ تمام حال دیکھ کر چپ چاپ نوا ہوں کو سید راجو قتال کے حوالے کر دیا ۔ آپ نے اس کو مسلمان ہونے کو کہا لیکن وہ نہیں مانا اس پر آپ نے ارتداد کا الزام لگا کر اس کی گردن اڑا دی ۔[1] اس سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ فیروز شاہ تغلق پر سید راجو قتال کا بہت

۱- شیخ جمالی دہلوی ۔ سیر العارفین ؛ ص ۱۵۹ تا ۱۶۰

اثر تھا ۔

سید راجو قتال بڑے صاحب اثر بزرگ تھے اور انھوں نے بڑی ریاضتیں اور مجاھدے کئے تھے ۔ اس لئے ان کو قتال یعنی قتالِ نفس کہا جاتا تھا ۔ اگرچہ آپ کا پورا نام خواجہ ابوالفضل حمد بن احمد بن حسین الحسینی البخاری المعروف بہ راجو قتال ھے ۔

شیخ عبدالحق محدث دھلوی نے آپ کے متعلق لکھا ھے :

* " پیوستہ در عالم استغراق بود و با خلق انبساط و اختلاط نہ کردے " [1]

ایک مرتبہ حضرت شاہ عالم کے پاس ایک بوڑھا شخص ملنے آیا ۔ اس نے اپنے آپ کو سید راجو قتال کا مرید کہا ۔ حضرت شاہ عالم کو اس کی اس بات پر یقین نہ آیا کیونکہ ان کو فوت ھوئے اس وقت پچاس برس گزر چکے تھے ۔ چنانچہ آپنے اس کا امتحان لینے کو اس شخص سے ان کا حلیہ پوچھا اس نے جواب میں یہ سراپا بیان کیا ۔

ان کے جسم پر گوشت تھا ۔ آنکھیں بڑی بڑی تھیں اور ان کا رنگ سبزی مائل تھا وہ اپنے سر پر مصلّا رکھ کر مخدوم جہانیاں کی خانقاہ میں جایا کرتے تھے ۔

یہ سن کر حضرت شاہ عالم نے فرمایا

" راست می گوید " [2]

۱۔ شیخ عبدالحق محدث دھلوی ، اخبار الاخیار ، ص ۲۷۶

۲۔ سید جعفر بدر عالم ، ملفوظات شاہ عالم ، ص ۸۲ ب ۔

حضرت صدرالدین راجو قتال کے فیروز شاہ تغلق کے ساتھ بڑے اچھے تعلقات تھے۔ وہ اس کے لشکر میں بھی رہے ۔ بادشاہ نے ان کو مراحم خسروانہ سے نوازا ، ایک گاؤں ان کے نام کیا اور دو ہزار ٹکے نقد پیش کئے ۔[1] وہ اکثر بادشاہ کے ساتھ بے تکلفانہ انداز میں گفتگو کیا کرتے تھے ۔[2]

۱- سید علاء الدین علی حسین ، الدر المنظوم ، ص ۳۵۰

۲- مقبول عالم - جمعات شاہی (قلمی) ورق ۱۵۰ ب -

marfat.com

سلطان حمیدالدین حاکم قریشی الھنکاری

حمیدالدین حاکم کیچ مکران کا بادشاہ تھا - ایک بار جب دن بھر کی سیر و تفریح کے بعد محل میں آئے تو دونت نامی خادمہ کو اپنے پلنگ پر سوئے ہوئے پایا - اس کی بدتمیزی پر سخت غصہ آیا - خادموں کو حکم دیا کہ اس بد تمیز کو ایسی سزا دی جائے جو دوسروں کیواسطے باعث عبرت ہو - چنانچہ خادموں نے حکم کی تعمیل میں اس کو بہت مارا حتی کہ وہ نڈھال ہو گئی مگر زبان سے بالکل نہ بولی - بادشاہ نے نوکروں کو مارنے سے منع کر دیا - خادمہ نے آنکھیں کھول کر بادشاہ کو دیکھا اور کھل کھلا کر ہنس پڑی - سلطان کمو اس بے محل ہنس پر بڑی حیرت ہوئی - پوچھا

" اے دونت! اس بے جا ہنسی کی وجہ بیان کر - ورنہ تیری گردن مار دی جائے گی-

خادمہ نے کرب آلود نگاھوں سے بادشاہ کی طرف دیکھا اور بولی -

" جہان پناہ! مار پیٹ کے دوران اس خادمہ کو خیال آیا کہ میں ایک لمحہ اس بستر پر سوئی تو یہ سزا پائی لیکن جو شخص اس پر ھر روز سوتا ھے اس کا قیامت کے دن کیا حشر ہو گا ؟ " -

خادمہ کے جواب سے سلطان کے ہوش اڑ گئے خادمہ کو تو آزاد کر دیا مگر بحر فکر میں ایسے کھوئے کہ صبح ہو گئی - صبح خادم نے شکار کیلئے گھوڑا پیش کیا - سلطان گھوڑے پر سوار ہوا - امراء اور مصاحبین نے دل بہلانے کی ھزار کوششیں کیں مگر سلطان کےدل میں

نوبت کی بات عارو ہو کر اتر چکی تھی - اس لئے بے دل ہو کر ادھر ادھر پھرتے رہے -
اسی اثناء میں ایک ہرن سلطان کو نظر آیا - سلطان نے گھوڑے کو ایسی ایڑھ لگائی کہ گھوڑا
ہوا ہو گیا - سبھی لوگ پیچھے رہ گئے - جونہی سلطان نے ہرن پر تیر چلا دیا وہ ایک قبر
کے سوراخ میں گھس گیا - سلطان گھوڑے سے نیچے اترے اور قبر کے اندر جھانکا تو وہاں اور نظارہ
دیکھا - ایک تازہ لاش پڑی تھی جس کو مینڈک کی جسامت کا بچھو جگہ جگہ سے ڈستا پھر رہا
تھا - آپ نے رحم کھا کر بچھو کو پرے ہٹایا - تین بار ہٹانے پر بھی بچھو وہیں رہا -
چنانچہ سلطان نے خیال کیا کہ بچھو نہیں کوئی فرشتہ ہے جو اس میت پر عذاب کے لئے مقرر ہے -
چنانچہ سلطان گھوڑے پرسوار ہو کر پاس کے گاؤں پہنچا پوچھنے پر معلوم ہوا کہ یہ کسی رئیس کی
قبر ہے - رئیس کا نام سن کر دنیا کی بے ثباتی کا نقشہ آنکھوں کے آگے گھوم گیا - --١

چنانچہ حمیدالدین حاکم کو رئیس کے عذاب، میت کا معائنہ اور خادمہ کا سخن
" حق و باطل " میں تمیز کرنے کا سبب بن گیا- شوق الٰہی کی آتش جو اس پاک نہاد کے سینہ
بے کینہ میں دبی پڑی تھی - دفعۃً بھڑک اٹھی اور شاہد حقیقی کی محبت و عشق کا بحر
بسیط موجیں لینے لگا - سلطنت اور حکومت اپنے عم زاد بھائی امیر البقا کے سپرد کیں اور خود
صحرا کی طرف نکل گئے - چنانچہ بارہ سال تک اس بے آب و گیاہ وادی میں اس طرح گذارے کہ دن
بھر روزہ سے رہتے اور شام کو درخت کے ایک پتہ سے افطار کرتے - جب یہ مجاہدہ ختم ہوا تو
حضرت خضر علیہ السلام کی زیارت ہوئی - انہوں نے فرمایا تو نے خوب محنت کی لیکن ریت اور

١- نور احمد خان فریدی ، تذکرہ حضرت بہاء الدین زکریا ، ص ١٧٢ تا ١٧٣

marfat.com

درخت کے پتوں سے افطاری کرنا مناسب نہیں ہے - کیونکہ ریت پھانکنا حرام ہے - اس طرح روزہ ضائع ہو گیا جو تو نے اس سے افطار کیا - باقی رہا درختوں کے پتوں کا معاملہ - وہ ہر وقت ذکر الٰہی میں مشغول رہتے ہیں - انہیں خدا کے ذکر سے محروم کرنا جوانمردی سے بعید ہے - لہذا کوئی دوسرا مجاہدہ کرنا چاہئیے -

سلطان التارکین حضرت خضر کے ان اشارات سے حد درجہ متاثر ہوئے - اسی وقت غزل موزوں کی جو دلی کیفیات کی ترجمانی کرتی ہے - اس کا مطلع ہے --ہ

افسوس درین رہ کر فرزانہ نرفتیم

در معرکۂ مردان کہ مردانہ نرفتیم

١

اب سلطان حمیدالدین حاکم نے ایسا مجاہدہ شروع کیا - جو دنیا کے بہت کم مشائخ کے حصہ میں آیا ہو گا - یعنی خور و نوش سے کلّی طور پر بے نیاز ہو کر بارہ سال اور عبادت و طاعت حق میں گذاردئیے - اس دفعہ حضرت خضر علیہ السلام نے آ کر مبارک دی اور جیب سے بہشتی میوے نکال کر عنایت کئے - سلطان التارکین نے وہ پھل لے کر کھانا ہی شروع کیا کہ باطن کی صفائی ہو گئی اور عرش سے تحت الثریٰ تک ساری کائنات بے حجاب نظر آنے لگی - قرآن اور احادیث کے جملہ اسرار و رموز ان پر منکشف ہو گئے - سلطان نے بیعت ہونے کے لئے خواجہ خضر کا ہاتھ پکڑا - انہوں نے فرمایا -

" آپ لاہور اپنے نانا بزرگوار سید السادات سید احمد توختہ کی خدمت میں حاضری

١- نور احمد خان فریدی، تذکرہ حضرت بہاء الدین زکریا، ص ١٧٣- ١٧٥

marfat.com

دیں[1] - تمہاری اشکال وہیں رفع ہوں گی[2] -

سلطان التارکین بیوی کی وفات کے بعد لاہور کو چل دیے - سید احمد توختہ بڑے پایہ کے درویش تھے اور سلطان التارکین کے حقیقی نانا تھے - جب سلطان التارکین لاہور میں داخل ہوئے تو سید السادات احمد توختہ آپ سے مل کر بہت خوش ہوئے اور کافی عرصہ ان کی تربیت فرمائی جب ان کا وقت آخر قریب آیا تو بلا کر فرمایا -

" فرزند حمید ! تیرا بقیہ نصیبہ خاندان سہروردیہ میں ہے اس خاندان عالیشان میں در مقصود تلاش کر " -

حضرت کے انتقال کے بعد سلطان التارکین خاندان سہروردیہ کے شہنشاہ شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی کی خدمت میں بغداد کو روانہ ہوئے - شیخ الشیوخ کو کشف کے ذریعے سلطان کی آمد کا علم ہوا - خادم کو بھیج کر طلب فرمایا - آپ نے خدمت عالیہ میں پہنچتے ہی اپنا سر قدموں میں رکھ دیا - اور عرض کی -

" اے سر حلقۂ اولیائے کرام ! یہ سوختۂ آتش عشق اور مبتلائے ہجران محبوب مطلق سید السادات کے ارشاد سے اس بارگاہ میں حاضر ہوا ہے - حیات ناپائیدار کا کوئی اعتبار نہیں ممکن ہے فرصت حاصل نہ ہو - اور غنچہ مراد ناشگفتہ رہے - اس لئے بلا تامل شرف بیعت سے

1- برو در ملک پنجاب در خدمت سید السادات سید احمد توختہ (جد مادر خود) مشرف کشود شکو کہ حل اشکال خواهی کرد -

2- نور احمد خان فریدی، تذکرہ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی، ص ۱۷۵- ۱۷۶

ساز فرمائیے - تاکہ اس کریم الطبع کے نعمت خانہ سے بے بہرہ نہ رہوں " -

شیخ الشیوخ نے آپ کی پیٹھ پر دست شفقت پھیرتے ہوئے فرمایا -

" اے تشنہ کام ! ابھی تیرے پیر ہمت نے عرصہ عدم سے ساحت وجود میں قدم نہیں رکھا - سلطان التارکین نے نام پوچھا تو فرمایا -

" وہ فرزند بہاء الدین زکریا ملتانی کے پوتے رکن الدین ہوں گے " -

حضرت حمیدالدین حاکم اس بشارت فیض اشارات سے بے حد مسرور ہوئے - [1]

حضرت حمیدالدین حاکم نے ملتان جاتےہوئے راستہ میں مئو مبارک کا علاقہ بہت پسند آیا - اس کی سرسبزی و شادابی کو دیکھ کر وہاں قیام کا ارادہ کیا - یہ گاؤں رحیم یار خان سے شمال میں ٦ میل کے فاصلہ پر ہے - رائے سہاسی ثانی کی طرف منسوب ہے - اس کے آثار اب بھی موجود ہیں - قلعے کا دور ۲۰۰ گز تھا - ایک منارہ یا برج ۵۰ فٹ اب بھی موجود ہے - یہ قلعہ Rai Hans Karar حضرت عیسی کے زمانے میں اپنی ماں کے لئے بنایا تھا - ۱۵۲۵ میں شاہ حسین ارغون نے اس پر قبضہ کر لیا تھا [2] اس جگہ پر حضرت حمیدالدین حاکم نے قیام کیا - ایک جوگی کے کنویں پر یہ جوگی فقراء اور علم کیمیا میں بڑی شہرت رکھتا تھا - اس علاقہ کے لوگ اس کے بڑے معتقد تھے - وہ ٹہلتا ٹہلتا حضرت کے پاس آپہنچا اور حضرت کا امتحان لینے کے واسطے شہد سے سونے کی ایک اینٹ اٹھا لایا اور بولا :

۱- نور احمد خان فریدی، تذکرہ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی ، ص ١٤٦- ١٤٧

۲- Bahawalpur State Gazatteer Lahore, 1908. P. 374.

"اے فکر مند مسافر! یہ زمانہ یونہی پہلو بدلتا رہتا ہے - کسی قسم کی تشویش کو خاطر میں نہ لا - درویش کی اس پیشکش کو زاد راہ بنا لے - مسبب الاسباب تیری مرادیں پوری کرے گا" -

سلطان التارکین نےجوگی کا شکریہ ادا کیا - اور وہ اینٹ قریبی دریا میں پھینک دی- جوگی نے خیال کیا کہ یہ مرد جو بے نیازی میں یگانۂ روزگار نظر آتا ہے دو جہت سے خالی نہیں - یا تو کیمیا گر ہے یا صاحب کمال درویش اس کا حال ضرور معلوم کرنا چاہئیے - چنانچہ اس نے مکرر سوال کیا -

اے با کمال انسان! اگر یہ اینٹ تیرے کام کی نہیں تھی تو دریا میں ڈالنے سے فائدہ -!

سلطان التارکین جوگی کی طرف دیکھ کر مسکرائے اور دریا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا -

مانک موتی لے دھے جنہیں پر البد سو لے -

یعنی موتیوں کا دریا بہہ رہا ہے - جس کی قسمت ہو وہ لے لے - آپ کا اشارہ کرنا ہی تھا کہ دریا پھٹ گیا اور اس کی تہہ میں سونے کی ہزاروں اینٹیں بہتی دکھائی دیں - فرمایا -

"اے جوگی دریا پر جا اور اپنی اینٹ پہچان کر نکال لے" -

جوگی نےجواباً عرض کیا کہ دریا کی ساری وادی سنہری ہو چکی ہے - میں اپنی اینٹ کیسے

marfat.com

پہچانوں ! ---ہ

نظرت کیمیا است گر نگری

درم قلب ما چون زر گردد

اے ولی اللہ ! تیری نظر کیمیا ہے اگر مجھ پر گوشۂ چشم سے تھوڑی سی توجہ ہو جائے تو بس کایا پلٹ جائے -

سلطان التارکین کوجوگی کا یہ انداز بہت پسند آیا - اس پر کرم کی ایک نگاہ کی - واقعی ہی اس کی کایا پلٹ گئی - وہ تہہ دل سے مسلمان ہو گیا - اس نے اپنے کنوین پر ایک پر ایک حجرہ اور مسجد تعمیر کی - جہان سلطان التارکین نے سکون و اطمینان سے خدا کی بھولی بھٹکی مخلوق کو سبیل الرشاد پر چلانا شروع کیا - آپ کے اخلاق حسنہ کی کشش یہان کے راجۂ رائے مکھ سنج کو بھی کھینچ لائی - حضرت نے اسلام کے محاسن اور محاسن اس رنگ مین پیش کئے کہ وہ اپنے برادران بلو رائے و ھندو رائے اور فرزندان شمیر والبشر مسلمان ہو گیا -[1]

حضرت حمیدالدین حاکم نے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے فریضہ کی بجا آوری کے ساتھ اس ریاست پر بھی توجہ صرف کی - چونکہ اسی زمانے مین شیخ سعدی کی نسبت کے سبب شیراز بہت مشہور ہو رہا تھا اور شیخ سے روحانی رابطہ رکھنے کے سبب سلطان التارکین کی نگاہ مین اسے خاص مقام حاصل تھا - اس لئے مئو کو بھی شیراز کی سطح پر لانے کی کوشش فرمائی - چنانچہ بہت جلد ھی شمالی ھند کا یہ غیر معروف قلعہ ایران کے مشہور ترین شہر

۱- نور احمد خان فریدی، تذکرہ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی ، ص ۱۷۷ تا ۱۸۰

شہر شیراز کا مقابلہ کرنے لگا ہے۔

من حاکم ولی چون هوا خواہ سعدیم

شو راز فضل رونق شیراز می کنم

ایک اور موقع پر ارشاد ہوتا ہے۔

شد غزل سعدی هم و نظم نظامی نظم من

قصۂ مشو شر ز فضلم گنجۂ شیراز هم [1]

سلطان التارکین کو چند گاؤں بطور جاگیر قاضی رفیع الدین عباسی جو سلطان التمش کی طرف سے صوبہ بکھر کے گورنر تھے ان کی طرف سے ملے۔ ان میں ایک گاؤں ولہر واھن تھا۔ جو قاضی بیر کے زیر کاشت تھا۔ سلطان التارکین کے گماشتوں نے معمول سے زیادہ محصول وصول کرنا چاہا۔ قاضی کبیر سخت فکر مند ہوا۔ اور سفارش کے واسطے حضرت بہاء الدین زکریا کی خدمت میں ملتان پہنچا۔ حضرت بہاء الدین زکریا نے سفارش میں سلطان حمیدالدین حاکم کو یہ فقرات لکھوائے۔

شیخ هشکاری رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ کو واضح ہو کہ ہر چند آپ کا نام حاکم ہے مگر طریق سلوک میں محکوم ہوئے بغیر کام نہیں بنتا۔ اس طرح جیسے کشتی کے بغیر دریا عبور نہیں ہو سکتے۔ امر متروکہ کا ارتکاب ارباب حل کے مناسب نہیں ایک قطعہ زمین کے واسطے درویش مسکین کو رنجیدہ کرنے سے کیا حاصل ہے۔

۱- نور احمد خان فریدی، تذکرہ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی، ص ۱۸۰ ۔

حاکم آپ ھین حکم آپ ھی وچار
جے ون گانون سے گئی ولار ولار

جے دن لدھیا - متدے بجھ نہ ھار
جھن نانک نہ ولیا سی کیون لنگس پار

جب یہ مکتوب گرامی مثنوی مبارک پہنچا حضرت حاکم پیر بیعت کے جد امجد کسے سرفراز نامہ کو سر آنکھون سے لگا کر بڑی عقیدت سے پڑھا - زیارت کے آرزو مند پہلے سے ھی تھے اس خط نے سمند شوق پر مہمیز کا کام کیا - پہلے قاضی کو رضامند کیا اور پھر حضرت بہاء الدین زکریا کی خدمت مین عرض لکھی جو اس مضمون پر مشتمل تھی -

" کہ اگرچہ درویشون کے خاک پاء کو حاکم کہتے ھین - لیکن درحقیقت وہ محکوم حاکم الٰہی ھے -- "

منم بحکم خداوند شانۂ اکبر
جز آن سفینہ نباشد مرا سفینۂ دگر

ز رنجش دل درویش آنچہ بد اظہار
خدا علم نگشتہ بعلم این احقر

بحکم ریزد راور بعد ازین زنہار
شود کسے نہ مزاحم بحال او دیگر

ساتھ ھی حضرت بہاء الدین زکریا کے دوھرہ کے جواب مین ایک دوھرہ تحریر فرمایا۔[1]

سلطان حمیدالدین حاکم نے پہلے یہ نیازنامہ روانہ کیا اور چند دنون بعد خود بھی حضرت بہاء الدین کی خدمت مین حاضر ھو گئے - حضرت بہت خوش ھوئے -[2]

۱- نور احمد خان فریدی، تذکرہ حضرت بہاء الدین زکریا ، ص ۱۸۱- ۱۸۲

۲- ایضاً ص ۱۸۲

marfat.com

ایک دن دوران گفتگو حضرت بہاء الدین زکریا نے فرمایا کہ انسان کو پیر کے بغیر نہیں رہنا چاہئیے ۔ جسے آپ کا دل پسند کرے بیعت کر لیں ۔

عرض کی حضور ! " ابھی میرے پیر عرصہ عدم سے ساحت وجود میں نہیں آئے " ۔

پوچھا ۔ " وہ با کمال درویش کون ہو سکتا ہے " ؟ ۔

عرض کی ۔ " وہ شیخ صدرالدین عارف کے فرزند شیخ رکن الدین ہوں گے " ۔

یہ نام سنتے ہی ان پر رقت طاری ہو گئی جس سے حضرت بہاء الدین زکریا بہت متاثر ہوئے ۔ اور اہل مجلس کے ہر فرد کے دل سے نو درد نمایاں ہو گیا [1] ۔

حالتے خوش رفت اندر کوچہ بہت الصنم

ساقی و مطرب خراب بادہ دما نیز ہم

الغرض سلطان حاکم ہر دم اور ہرلمحہ حضرت مخدوم زکریا ملتانی کے مورد الطاف رہے ۔ ایک دن آپ نے سر لطف مہربانی سے حضرت حاکم کو مخدوم زادی جن کا نام فاطمہ تھا ان کی نسبت سے مفتخر فرما کر اس عارفہ زبان سے حاکم تزویج دیا اور جبہ شریف حضرت نے اپنے بدن مبارک سے اتار کر خود اپنے ہاتھوں سے پہنایا اور خلافت سے مشرف فرمایا ۔ اس کے بعد حضرت حاکم رخصت لے کر ہمرہ بی بی فاطمہ ملتو مبارک واپس چلے گئے [2] ۔

ایک دن شیخ علم الدین علامہ بن شیخ بہاء الدین زکریا غیاث الدین تغلق کی

۱- غلام دستگیر نامی حاکمی ، تاریخ جلیلہ ، مطبوعہ ۱۹۳۷ لاہور ۔ ص ۶۱- ۶۲

۲- ایضاً ص ۶۲

marfat.com

خدمت میں پہنچے تاکہ وہ انہیں حضرت بہاء الدین زکریا کی سجادہ نشینی دلوائیں ۔ انہوں نے دعوی کیا کہ میں شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کا بیٹا ہوں اور شیخ رکن الدین پوتے ہیں نیز میں عالم اجل ہوں اور وہ امی محض ہیں لہذا سجادہ نشینی میرا حق ہے ۔ سلطان نے جواب دھی کے واسطے شیخ رکن الدین کو دھلی بلوایا ۔ آپ مع مخدوم جہانیاں اور سلطان حاکم دھلی پہنچے ۔ بادشاہ نے ایک مجلس منعقد کی ۔ شیخ علم الدین نے امتحان فقہ لینے کو پوچھا کہ وضو میں ہاتھ دھونا ، کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا سنت ہے اور منہ دھونا فرض ۔ سنتیں فرض پر کیوں مقدم ہوئیں ؟ ۔ اس کے جواب میں شیخ رکن الدین نے جواب دیا کہ حکم فاغسلوا وجوھکم پر عمل کرنے سے پہلے یہ دیکھ لینا ضروری ہے کہ آیا پانی کی رنگت ٹھیک ہے ۔ آیا اس کا مزا درست ہے ۔ آیا وہ بدبودار تو نہیں ؟ ۔ انھی وجوھات کی بنا پر یہ مقدم ہیں ۔ یہ جواب سن کر شیخ علم الدین حیران رہ گئے اور بولے کہ یہ جواب شیخ حمیدالدین حاکم نے لکھوائے ہیں ۔ شیخ رکن الدین نے بادشاہ کو کہلا بھیجا کہ میں فقیر ہوں مجھے سجادگی سے کوئی سروکار نہیں ۔ اگر شیخ علم الدین کو مباحثہ کا شوق ہے تو میں ایک غلام خریدکر بھیجتا ہوں وہ اس سے بحث کریں ۔ چنانچہ ایک بے علم غلام خرید کر آپ نے سلطان حاکم سے فرمایا کہ اس کے منہ میں اپنا لعاب دھن ڈال دیں جس سے اسے علم لدنی حاصل ہو گیا اور اس کے مقابلے میں شیخ علم الدین سب علت و معلول بھول گئے ۔ -[1]

شیخ حمیدالدین حاکم کے بارے میں اکثر تذکرہ نگاروں نے یہ بھی لکھا ہے کہ وہ حضرت

۱- غلام دستگیر نامی حاکمی ، تاریخ جلیلہ ص ۶۶- ۶۷

بہاء الدین زکریا کے ہمراہ سید جلال تبریزی کے مقدمہ کی تقریب میں دہلی شریف لے گئے تھے اور وہاں انہوں نے سلطان التمش کی صاحبزادی بی بی عائشہ سے شادی کی تھی - لیکن کسی ثقہ شہادت سے اس دعوی کی تصدیق نہیں ہوتی -[1]

سلطان حمیدالدین حاکم کی ایک شادی راجہ جام کی بیٹی کے ساتھ ہوئی - راجہ جام سندھ کی تمام ریاست پر قابض تھا - ایک دن شکار کھیلتے ہوئے حضرت کے پاس جا پہنچا - ان سے پانی مانگا - انہوں نے وضو کا پانی اس کو دے دیا چنانچہ خدا کے فضل سے اس پانی میں اتنی برکت ہوئی کہ اس نے گھوڑوں کو بھی پلایا لیکن پھر بھی کوزے میں اتنا ہی پانی رہا - راجہ جام نے جاتی دفعہ عرض کیا کہ میرے لائق کوئی کام ہو تو ارشاد فرمائیں - آپ نے فرمایا اپنی بیٹی مجھے دے دو - کیونکہ اس کا میری زوجیت میں آنا مقدر ہے - راجہ جام اب وعدہ کر چکا تھا اس لئے مکرنا مشکل تھا - اس نے کل آنے کا وعدہ کیا - مگر اگلے دن پیغام ملا کہ وہ سو رہا ہے - چنانچہ حضرت حمیدالدین حاکم کو سخت غصہ آیا - اور یہ دوہڑہ پڑھا -

سقا جام لہنا بشدی پاسی

اللہ کنو فلگ کر بیٹھ بہوت آسی

چنانچہ اس کو سخت درد اٹھا - جان کے بدلے لالے پڑ گئے - اس کو پتہ چل گیا کہ یہ سلطان حاکم کی ناراضگی کا نتیجہ ہے - اس طرح اس کو اپنی بیٹی کی شادی ان کے ساتھ کرنی پڑی - اس کا بہرانی تھا -[1] اور سات ہندو قوموں کے آدمی بطور غلام جہیز میں دیے جن کے نام یہ تھے -

---

۱- غلام دستگیر نامی حاکمی ، تاریخ جلیلہ ص ۷۳-۷۴

(۱) کنار مل کمھار (۲) گدھ میراثی (۳) ودھا حجام (۴) کنا باورچی (۵) ھس مہاجن

(۶) ٹوٹن ملاح (۷) کنگا بنیا - ان کے علاوہ پلھار یا پریا قوم کے کئی آدمی دربانی کی

خدمات انجام دینے کیلئے ساتھ دئیے گئے - لیکن جونھی شیخ حاکم نے دریا عبور کیا - ان سب

کو آزاد کر دیا - یہ لوگ حضرت حمیدالدین حاکم کے اخلاق سے متاثر ھو کر مسلمان ھو گئے -[1]

شیخ حاکم صحیح معنوں میں سلطان التارکین تھے - کیونکہ دولت اور حکومت کئی

دفعہ لونڈی بن کر ان کی خدمت میں حاضر ھوئی مگر انہوں نے اس کی طرف توجہ تک نہ دی -[2]

شیخ عثمان سیاح سے منقول ھے کہ ایک دن سلطان حاکم شیخ فخرالدین عراقی اور

سید جلال بخاری ایک حجرہ میں مصروف عبادت تھے - کہ دنیا صاحب جمال عورت کی شکل میں

میٹھی روغنی روٹیاں لے کر حاضر ھوئی - سلطان حاکم نے اس کی طرف جوتا پھینکا اور منہ موڑ

لیا - عراقی نے بھی توجہ نہ کی لیکن سید جلال نے بڑھ کر دو روٹیاں اٹھا لیں - اور کہا

اپنے لئے نہیں بلکہ اپنی اولاد کیلئے لی ھیں - اسی دن شیخ حاکم سلطان التارکین کے لقب

سے مشہور ھو گئے -[3]

حضرت شیخ جمال اچی لکھتے ھیں کہ سلطان التارکین اکثر فقر و فاقہ میں زندگی بسر

کرتے تھے - ایک مرتبہ گھر میں کئی دن مسلسل فاقہ پڑا - بی بی فاطمہ دختر شیخ الاسلام

۱- نور احمد خان فریدی ، تذکرۂ حضرت بہاء الدین زکریا ، ص ۱۸۵

۲- ایضاً ، ص ۱۸۵-

۳- ایضاً ، ص ۱۸۶

والسلمین اور صاحبزادہ نورالدین سخت نڈھال ہو گئے - بی بی سے بچے کی حالت دیکھی نہ گئی مجبوراً سلطان التارکین سے اس کا تذکرہ کیا - شیخ مصلی کا ایک سرا اٹھا کر ایک انمول موتی نکال دیا - رات کو بی بی نے خواب میں دیکھا کہ ایک بڑا عالیشان محل ہے جس کا ایک خوبصورت کنگرہ غائب ہے - دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ سلطان حاکم اور ان کے اہل بیت کا گھر ہے اور اس کا کنگرہ اس موتی کی وجہ سے اڑ گیا ہے - جو اس نے دنیا میں لے لیا ہے - بی بی نے خواب سے بیدار ہو کر وہ بے بہا موتی واپس کر دیا - کہ میں اپنے بہشتی محل کو بد زیب کرنا نہیں چاہتی -[1]

شیخ حسن افغان سے روایت ہے کہ ایک دفعہ بی بی فاطمہ اپنے بھائی صدرالدین عارف کے گھر آئی ہوئی تھیں - رات کو عارف باللہ نے دیکھا کہ بستر خالی ہے اور بہن بوریے پر سو رہی ہے - پوچھا بہن ! بستر چھوڑ کر آپ نے بوریہ کیوں پسند کیا -

عرض کیا - مجھے ایسی ہی عادت ہے - کیونکہ آپ کے بہنوئی سلطان حاکم چار رکعت نماز میں تمام رات بسر کر دیتے ہیں - اور اس سے فارغ ہو کر اکثر مراقبے یا سجدے میں پڑے رہتے ہیں - اور شاذ و نادر ہی لیٹتے ہیں -[2]

بی بی فاطمہ سے سلطان التارکین کے سب سے بڑے صاحبزادے شیخ نورالدین پیدا ہوئے - جو خاندان جلیلہ کے مورث اعلی ہیں - شیخ فرخ بخش ازکیا قلندری میں لکھتے ہیں :

۱- نور احمد خان فریدی ، تذکرہ حضرت بہاءالدین زکریا ملتانی ، ص ۱۸۶ - ۱۸۷

۲- ایضاً ص ۱۸۷

"سلطان التارکین کے ہاں صدف بحر عفت و عصمت یعنی بنت شیخ الاسلام والمسلمین حضرت مخدوم بہاء الدین زکریا سے گوہر خوش معرفت کے لائق و سزاوار ایسا لولوئے شہسوار وجود میں آیا ۔ جو کوکب طالع افروز تھا ۔ اور جس کی نور آگیں جبین سے انوار فیض یزدانی ماہ چمک رہے تھے اور اس برج سعادت کے چہرہ سے صبح امید ہر درخشاں کی طرح نظارہ کرنے والوں کے دیدہ میں پرتو انداز تھی ۔

حضرت سلطان التارکین فرزند کا بشرہ مبارک مشاہدہ فرما کر محظوظ و مسرور ہوئے اور اسے صدرالدین کے نام سے موسوم فرما کر ارشاد کیا کہ انشاء اللہ اس کی پشت سے اکثر مردان خدا پیدا ہوں گے ۔"[1]

حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کے حکم سے شیخ حمیدالدین حاکم آف مئو مبارک کے رشتہ دار Lal Sokmra نے Bhaddar قبیلے کو مسلمان کیا تھا ۔ علاوہ ازیں سندھ میں جا بجا مساجد بنوائیں ۔[2]

شیخ حمیدالدین حاکم کا مزار بھی مئو مبارک میں ہی ہے ۔[3]

۱۔ نور احمد خاں فریدی ، تذکرہ حضرت بہاء الدین زکریا ، ص ۱۸۲

۲۔ Bahawal pur State , Gazetteer Lahore, 1908, P. 181

۳۔ Ibid. P. 374.

marfat.com

حضرت عبدالجلیل

حضرت عبدالجلیل کا تعلق بھی سہروردیہ سلسلے کے ساتھ تھا ۔ اس سلسلے میں حضرت عبدالجلیل کو خرقہ خلافت اپنےوالد شیخ الاولیاء حضرت ابوالفتح سے حاصل ہوئی ۔ ان کو اپنے پدر بزرگوار شیخ عبدالعزیز سے ان کو اپنے والد شیخ شہاب الدین سے ۔ ان کو اپنے والد ماجد شیخ نورالدین سے اور ان کو اپنے پدر نامدار سلطان التارکین حمید الحق والدین شیخ حاکم ابوالغیث سے ۔ ان کو والدین شیخ ابوالفتح فیض اللہ سے پہنا ۔ انہوں نے اپنے والد شیخ العارف صدرالحق والشرح والدین سے انہوں نے اپنے والد شیخ کبیر ابو محمد زکریا قریشی الاسدی الملتانی سے انہوں نے شہاب الدین ابو حفص عمر بن سہروردی سے ۔ انہوں اپنے چچا شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب عبدالقاہر سہروردی سے انہیں اپنے چچا شیخ وجیہہ الدین سہروردی سے انہیں اپنے پدر شیخ احمد اسود دنیوری سے انہیں اپنے پیر ممشاد دینوی سے انہیں اپنے پیر شیخ جنید بغدادی سے انہیں اپنے پیر شیخ محمد سقطی سے انہیں اپنے پیر برہان العارفین شیخ معروف کرخی سے انہیں اپنے پیر شیخ داؤد طائی سے انہیں اپنے پیر حبیب عجمی سے انہیں اپنے پیر خواجہ حسن بصری سے اور انہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہ سے انہوں نے سید عالم محمد مصطفی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے خرقہ خلافت پہنا ۔[1]

حضرت عبدالجلیل نے ان کے علاوہ جنیدیہ ، مداریہ ، شطاریہ ، چشتیہ سے بھی خرقہ

۱۔ غلام دستگیر نامی حاشمی ، تاریخ جلیلیہ ، ص ۱۲۵ ۔ ۱۰۰

marfat.com

خلافت ملی تھی ۔۔!

شیخ عبدالجلیل حسب الحکم سید الکونین لاہور میں تشریف لائے ان کے قیام کے متعلق ان کے مرشد سلطان المواحدین قدوۃ الواصلین شیخ الاولیاء شیخ احمد نور بخش نے اپنی خاص مسواک دے کر بھیجا ہوا تھا کہ جس جگہ پر یہ عبادت کے وقت سر سبز ہو جائے وہیں اپنی خانقاہ بنانا ۔ چنانچہ جب حضرت عبدالجلیل لاہور تشریف لا کر قطعہ کوٹ کروڑ میں مشغول عبادت تھے وہ مسواک جائے سجدہ کے آگے ہری ہو گئی انہوں نے اسی جگہ کو اقامت گاہ بنا لیا ۔ او خانقاہ تعمیر کی جوآج تک خانقاہ شیخ عبدالجلیل شیخ چوہڑ شاہ بندگی مشہور ہے ۔۔۲

کوٹ کروڑ اسی بستی کا نام تھا ۔ جو لودھیوں کے عہد میں ان کی خانقاہ کے پاس آباد تھی ۔ بقول فرخ بخش کے مطابق جب لاہور کی آبادی بڑھ گئی تو یہ مقام بھی شہر کا حصہ بن گیا ۔ اب یہ محلہ حاجی سرائے کے نام سے مشہور ہے ۔ ایک بیان کے مطابق مسواک نے ہری ہو کر جڑ پکڑ لی ۔ او ایک بڑا درخت بن گئی ۔ یہ درخت سینکڑوں سال مزار پر سایہ فگن رہا ۔ جب اس کی جڑیں مزار کو نقصان پہنچانے لگیں تو اسے کاٹنا پڑا ۔ موجودہ ون کے درخت اسی کے بال بچے ہیں ۔ اس مسواک کا ذکر حضرت مراد نے بھی کیا ہے ۔۔ ع

درخت اب تک جو تربت پر کھڑا ہے

سو وہ حضرت کی اک مسواک کا ہے

۱۔ غلام دستگیر نامی حافظ ، تاریخ جلیلہ ، ص ۱۲۵

۲۔ ایضاً ص ۱۱۲

marfat.com

شیخ عبدالجلیل بہلول لودھی کے عہد میں ۱۴۵۱- ۱۴۸۸ء لاہور آئے اور انہوں نے قوم سہلریہ کو بصعہ گرد مشرف باسلام کیا -[1]

شیخ عبدالجلیل نے لاکھوں آدمیوں کو حلقہ بگوش اسلام کیا - اور ہزاروں کو عرفان و ایقان کی انتہائی بلندیوں پر پہنچایا - آپ کے زمانے میں سلہری ریاست کے سر کش راجہ کے علاوہ اس کا مشہور جوگی بھی ان کی ہی کرامات سے حقانیت اسلام کے معترف ہو کر مسلمان ہوئے بلکہ ساتھ ہی پوری ریاست کے سینے نور اسلام سے منور ہو گئے -[2]

ایک روز حضرت عبدالجلیل اپنے مریدوں کے ساتھ دریائے راوی کی سیر کو تشریف لائے - آپ نے دیکھا کہ ایک دہی فروش عورت دریا پار کرکے لاہور جانا چاہتی ہے - حضرت شیخ نے عورت سے دہی کی قیمت پوچھی اس نے قیمت بتائی - آپ نے ایک خادم کو حکم دیا کہ اسے قیمت دے دے جب اس عورت نے دہی کی قیمت لے لی تو آپ نے اس عورت سے کہا کہ یہ دہی کا برتن زمین پر دے مار - اس نے حکم کی تعمیل کی جب برتن زمین پر گرا تو اس میں سے سانپ نکلا - عورت یہ دیکھ کر بہت حیران ہوئی - اس نے یہ واقعہ گاؤں والوں کو بتایا - اس عورت کا شوہر صبح سویرے حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور مشرف باسلام ہوا اور ساتھ اس نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی - حضرت شیخ نے اس نو مسلم کا نام شیخ جلال رکھا جو اپنے زمانے میں بڑا با کمال شیخ ہوا -[3]

۱- غلام دستگیر نامی حاکمی، تاریخ جلیلیہ، ص ۱۱۲- ۱۱۳
۲- نور احمد خان فریدی، تذکرہ حضرت رکن الدین، ص ۳۰۹
۳- محمد وارث کامل، تذکرہ اولیائے لاہور، ص ۲۳۶

marfat.com

شیخ عبدالجلیل نے رشد و ہدایت کی مسند ورثہ میں پائی تھی کئی صدیوں سے آپ کے آباء و اجداد اس پر رونق افروز ہو کر امر بالمعروف کا فریضہ ادا کر چکے تھے ۔ مئو کے مضافات میں اب ہر طرف سے قال اللہ و قال الرسول کی گونج سنائی دیتی تھی ۔ نیز آپ کے چچا زاد بھائی اس علاقہ کی روحانی تربیت کے لئے کافی تھے ۔ اس لئے ان کی طبع بلند کسی ایسی سر زمین کی متلاشی تھی جہاں کفر و باطل کی گھٹائیں چڑھ کر آتیں اور آپ ان کو زور باطن سے ختم کر دیں ۔ شیطانی طاقتیں گھر کر آتیں مگر آپ کی ایک ہی نگاہ انہیں ختم کر دے ۔ طاغوتی چٹانیں حائل ہوں تو آپ کی ایک ہی ٹھوکر سے ریزہ ریزہ ہو جاتیں اور وہ اس کے لئے بار بار استخارہ فرماتے تھے ۔ بظاہر پر سکون تھے لیکن باطن کسی اور سر زمین میں نعرہ حق بلند کرنے کے لئے بے قرار تھا[1] ۔ اور وہ مقام لاہور تھا ۔

حضرت عبدالجلیل کی لاہور میں درگاہ اور عوام و خاص میں ان کی شہرت شیخ کاکو کے ایک بیٹے کو نہ بھائی چنانچہ اس نے ایک سازش کے ذریعے حضرت شیخ پر الزام لگانے کی ناکام کوشش کی ۔ جب اس الزام کی خبر سکندر لودھی تک پہنچی تو اس کو بڑا تعجب ہوا اور اس نے خواص خان کو دہلی سے لاہور معاملے کی تحقیق کرنے کو بھیجا ۔ خواص خان آپ کی خدمت میں پہنچا ۔ اور تمام حال دریافت کیا ۔ آپ نے فرمایا اس ڈومنی کو میرے سامنے لاؤ ۔ جب وہ آئی

١- نور احمد خان فریدی ، تذکرہ حضرت رکن الدین ، ص ٣٠٩- ٣١٠

تو آپ نے فرمایا ! اے رو سیاہ جو بات ہے میرے سامنے بیان کر -- یہ کلمہ زبان مبارک سے نکلتے ہی اس کا منہ کالا ہو گیا اور لگی خوف سے تھرانے - اور اس نے جان کی امان مانگ کر تمام ماجرہ بیان کر دیا - سلطان سکندر لودھی کو بہت دکھ ہوا اور اس نے ملزموں کو ملک بدری کی سزا تجویز کی جب حضرت قطب العالم نے یہ بات سنی تو اپنے بھائی شیخ ابو بکر کو سلطان کے پاس بھیجا سفارش کی کہ بادشاہ ملزموں کی سزا معاف کر دے - بادشاہ نے آپ کی سفارش مان کر بہتان تراشوں کی سزا معاف کر دی -[1]

۸۴۷ھ میں حضرت بہاء الدین زکریا کی درگاہ کے متولی شیخ یوسف قریشی کو بادشاہ بنا دیا اور خطۂ ملتان اور اچ میں ان کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا - مگر ان کے خسر رائے سہرہ نے جو لنگاہ افغان جماعت کا سردار تھا - اس نے شیخ یوسف کو ۸۵۸ھ میں معزول کرکے سلطان قطب الدین لنگاہ نے اپنی بادشاہ کا اعلان کر دیا اور اس نے سولہ برس تک حکومت اور ۸۷۴ھ میں وفات پائی - اس کی وفات کے بعد اس کا بیٹا شاہ حسین لنگاہ حکمران بنا - اس نے بہت سارے علاقے فتح کر لئے اور بھیرہ ، چنیوٹ اور خوشاب تک اس کا تسلط قائم ہو گیا - شاہ مہتاب الدین جو شاہ حسین کا بھائی تھا اس نے حاکم قلعہ کوٹ کروڑ کی بغاوت کو فرو کرکے بہلول لودھی کی فوج کا مقابلہ کیا - ملتان میں اس کو شکست دی - شاہ حسین کو

۱- غلام دستگیر نامی حاکمی، تاریخ جلیلہ ، ص ۱۱۳- ۱۱۴

مکران کے بلوچوں سے بڑی تقویت ملی ۔ اس لئے اس نے سیت پور سے لے کر دھنکوٹ تک تمام علاقہ ان کے حوالے کر دیا ۔ بھکر اور ٹھٹھہ میں جام قوم کے لوگ تھے ۔ انھوں نے بھی شاہ حسین کی طرف رجوع کیا اور شاہ حسین نے ان کو علاقہ سور اور اچ کی جاگیر عطا کر دی ۔ سلطان سکندر لودھی کے ساتھ حضرت عبدالجلیل کی دعائیں شامل تھیں اور شاہ حسین کے ساتھ سلطان حاکم کی دونوں کے درمیان باعزت صلح ہو گئی ۔[1]

صاحب تحقیقات چشتی کا بیان ہے کہ حضرت شیخ عبدالجلیل چوھڑ بندگی کی شادی سلطان سکندر لودھی کی دختر نیک اختر سے ہوئی تھی اور اس سے ایک فرزند پیدا ہوا جس کا نام شاہ ابوالفتح تھا ۔ ۔[2]

جب حضرت عبدالجلیل کی وفات ہوئی تو ان کی میت کو غسل دیا جا رہا تھا اس وقت سلطان سکندر لودھی بھی موجود تھے ۔ ۔[3]

۱- غلام دستگیر نامی حاکمی، تاریخ جلیلیہ ، ص ۷۱- ۷۲

۲- محمد وارث کامل ، تذکرہ اولیائے لاھور، مطبوعہ ۱۹۶۳ء ، کراچی ، ص ۲۲۷- ۲۲۸

۳- ایضاً ص ۲۲۸

بی بی پاک دامنان

بعض تالیفات میں غیر ذمہ دار مورخین لکھتے ہیں کہ بی بی پاکدامنان حضرت علی یا ان کے بھائی عقیل کی بیٹیاں تھیں جو واقع کربلا کے بعد لاھور آ گئیں اور کافروں کے خوف سے دعا کرکے زندہ درگور ہو گئیں ۔ مگر جب مورخین کو یہ حقیقت معلوم ہوئی کہ واقعہ کربلا کے وقت جب لاھور میں کوئی مسلمان نہ تھا تو وہ کفر گڑھ میں کیوں آئیں اور نہ ان کو کوفیوں یا شامیوں سے خطرہ تھا ۔ اگر تھا بھی تو وہ حرمین شریفین جا کر زیادہ محفوظ رہ سکتی تھیں ۔ جیساکہ دیگر اھل بیت ہوئے نیز بی بیوں کے نام تاج ، حاج ، حور ، نور ، گوھر ، شہباز ظاھر کرتے ھیں وہ خالص عربی نام نہیں نہ ایسے نام اس وقت عرب میں مروج تھے نہ حضرت علی یا حضرت عقیل کی صاحبزادیوں کے یہ نام تھے ۔ تو انھیں تذکرہ نگاروں مثلاً مفتی غلام سرور لاھوری اور مجدالدین صاحب نوق نے تسلیم کر لیا کہ یہ حضرت سید احمد توختہ ترمذی ھی کی بیٹیاں تھیں ۔ جو منگولوں کی غارتگری لاھور کے سال یعنی ۱۲۴۱ء میں پیوند زمین ہو گئیں [1]۔

پروفیسر محمد شجاع الدین نے دیوان قلندر کے پیش لفظ میں یوں تحریر کیا ھے ۔

حضرت سیّد احمد توختہ ترمذی

سلطان قطب الدین ایبک کے دور میں ایک مرتاض زاھد اور شب زندہ دار، عابد لاھور

۱۔ غلام دستگیر نامی حاکمی، تاریخ جلیلہ ، ص ۹۹

میں اقامت گزیں تھے - نام ان کا سید احمد توختہ ترمذی تھا - ان کی خانقاہ میں سالکان راہ تصوف روحانی منازل طے کرنے کے لئے دور دور سے آیا کرتے تھے - بی بیاں پاکدامناں جن کے مزارات ایمپرس روڈ لاہور کے متصل زیارت گاہ انام ہیں بہ روایت صحیحہ ان کی ہی صاحبزادیاں تھیں -[1]

سید احمد توختہ ترمذی کی چھ لڑکیاں تھیں جن کے نام یہ تھے - بی بی حاج، بی بی تاج، بی بی نور، بی بی گوہر اور بی بی شہباز تھیں - وہ سب تارک الدنیا مجرد عابد و زاہد تھیں - ۶۰۲ھ میں سید احمد فوت ہوئے اور لاہور کے اندر محلہ چلہ بیبیاں میں مدفون ہوئے - ان کی وفات کے بعد ان کی بیٹیاں لاہور کے حصار سے باہر جا کر قیام پذیر ہوئیں اور لوگوں سے الگ یہ عبادت حق مصروف ہوئیں -

سلطان التارکین حمیدالدین حاکم حضرت سید احمد توختہ ترمذی کے نواسے اور شاہ کن عالم کے جانشین تھے - ان کی والدہ بھی ان پاکدامن بی بیوں میں شامل تھیں -

---

۱- محمد شجاع الدین ، دیوان قلندر شاہ لاہوری، مطبوعہ ۱۹۵۰ء ، لاہور -

۲- حفیظ اللہ خان منظر ، حضرت بی بی پاکدامناں لاہور ص ۲۳

marfat.com

شاہ قطب عالم کی سیاسی خدمات

حضرت مخدوم جہانیان کے عہد میں گجرات بھی آباد ہو گیا تھا ۔ سلاطین گجرات حضرت مخدوم کے ساتھ بڑی عقیدت رکھتے تھے اور وہ گجرات کی حکومت کو حضرت مخدوم جہانیاں کا ہی عطیہ تصور کرتے تھے ۔

حضرت مخدوم جہانیان کے پوتے شاہ قطب عالم اچ سے احمد آباد تشریف لے گئے ۔ جہاں انہیں قبول عام ہوا اور وہ اپنے ہم عصروں میں " ثانی مخدوم جہانیاں " کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے ۔ گجرات کی سکونت کے دوران وہ احمد آباد کے مضافات میں موضع بٹوہ میں سکونت پذیر ہوئے ۔ سلاطین گجرات ان کا بے حد احترام کرتے تھے اور گجرات کی حکومت کو ان کے جدّ امجد حضرت مخدوم جہانیاں کی دین سمجھتے تھے ۔[1] بٹوہ میں ان کی خانقاہ بہت بڑا روحانی اور دینی مرکز متصور ہوتی تھی ۔ جب حضرت قطب عالم احمد آباد تشریف لائے تو سلطان احمد نے ان کے سامنے مودبانہ کھڑے ہو کر یہ شعر پڑھا ۔[2]

قطب زمانہ ما برہان بس است ما را

برہان او ہمیشہ چوں ناشر آشکارا

اس سے سلاطین گجرات کے دل میں ان کی قدر و منزلت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے ۔

۱۔ (الف) عبداللہ خویشگی، معارج الولایت ، مخطوطہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری نمبر ایچ ۔ ۲۵ ورق ۵۰۸ الف
" ۔ سلاطین گجرات آں ملک از برکت انفاس متبرکہ مخدوم جہانیاں یافتہ اند "
(ب) سکندر، بن محمد ، مرات سکندری مطبوعہ بمبئی ۱۳۰۸ھ ، ص ۱۵۸۔
" تفویض امر سلطنت بسلاطین گجرات از سلسلۂ علیہ ایشاں اند " ۔
۲۔ محمد اسلم ، احوال و آثار حضرت شاہ عالم گجراتی مجلہ تاریخ و ثقافت پاکستان ، ص ۱۱

marfat.com

غیاث الدین احمد کے زمانے میں معظم شاہ حضرت قطب عالم سے ملنے آیا ۔ اس کا دادا ملک علاء الدولہ ابو رجاء " خداوند خان " کے لقب سے ملقب تھا ۔ اس نے حضرت سے درخواست کی اگر موصوف دیوان میں ملازمت اختیار کر لیں تو خداوند خان کا عہدہ انہیں دے دیا جائے گا ۔

حضرت نے خدا سے دعا کی کہ وہ انہیں اس مصیبت سے بچائے رکھے ۔[1]

حضرت مخدوم جہانیان سلاطین گجرات کے مربی تھے ۔ ان کی اولاد بھی ان سلاطین کی سرپرستی کرتی رہی ۔ سلطان احمد والی گجرات نے ایک دفعہ حضرت قطب عالم کی موجودگی میں اعتراف کیا تھا ۔

" جد ما سلطان مظفر پیش حضرت سید الاقطاب مخدوم جہانیان علیہ الرضوان ایمان آوردہ و مرید شد " ۔[2]

۱۔ سید جعفر بدر عالم ، ملفوظات شاہ عالم ، ورق ۱۲۱ الف

۲۔ ایضاً ورق ۲ ب ۔

marfat.com

حضرت شاہ عالم کی سیاسی خدمات

حضرت قطب عالم کے بعد ان کے بیٹے حضرت شاہ عالم کو قبول عام نصیب ہوا ۔ ان کے تعلقات بھی شاہی خاندان کے ساتھ بڑے اچھے تھے ۔ حضرت شاہ عالم بڑے مضبوط ارادے کے مالک تھے اور ملکی سیاست میں حصہ لیتے تھے ۔ سلطان قطب الدین نے انہیں اپنا روحانی مشیر بنایا تھا ۔ بعد میں سلطان کے ساتھ ان کے تعلقات کشیدہ ہو گئے لیکن وہ انہیں کسی قسم کا گزند نہ پہنچا سکا [1]۔

حضرت شاہ عالم کی تو شاہی خاندان کے ساتھ رشتہ داری بھی تھی ۔ کیونکہ ان کی شادیاں یکے بعد دیگرے بی بی مغلائی اور بی بی مرکی کے ساتھ ہوئیں ۔ ڈاکٹر عمر داؤد پوتا کے مطابق یہ جام جونا والی سندھ کی بیٹیاں تھیں [2]۔ ان میں بی بی مغلائی اپنی دوسری بہن بی بی مرکی سے کہیں زیادہ خوبصورت تھی ۔ اس کا رشتہ شاہ عالم کے ساتھ اور بی بی مرکی کا رشتہ سلطان محمد شاہ والی گجرات سے طے ہوا مگر سلطان نے قاصدوں کو رشوت دے کر اس بات پر آمادہ کر لیا کہ اس کا نکاح بی بی مغلائی کے ساتھ ہو گا ۔ جب حضرت شاہ عالم کو اس بات کا علم ہوا تو وہ بہت رنجیدہ ہوئے ۔ مگر ان کے والد بزرگوار نے ان کو تسلی دی اور فرمایا کہ تم

۱- Cumsarate, History of Jugrat. Published From Madras. 1938, p 208.

۲- عمر بن داؤد پوتا ، تاریخ معصومی ، ص ۳۰۱

فکر مند نہ ہو یہ تقدیر کا فیصلہ ہے کہ دونوں بہنیں یکے بعد دیگرے ان کے عقد میں آئیں گی ۔ چنانچہ ایسا ہو ہوا ۔ بی بی مرکی کے انتقال کے بعد حضرت شاہ عالم نے سلطان محمد ثانی کی بیوہ بی بی مغلائی کے ساتھ نکاح کیا[1] ۔ اس طرح ان کی قریبی رشتہ داری شاہی خاندان کے ساتھ تھی ۔

حضرت شاہ عالم کو گجرات میں بہت زیادہ اثر و رسوخ حاصل تھا ۔ اس کا اندازہ ہم اس بات سے بھی لگا سکتے ہیں کہ ہر جمعہ کو ایک ہزار کے قریب افراد ان سے بیعت ہوا کرتے تھے ۔ ربیع الاول رجب اور رمضان میں ان کی تعداد بڑھ کر تین چار ہزار ہو جاتی تھی ۔ اس طرح عشورہ کے دن بھی ہزاروں افراد ان کے ہاتھ پر توبہ کرتے تھے[2] ۔

گجرات کے عوام پر حضرت شاہ عالم کا سوشل اثر بہت زیادہ تھا[3] ۔ حضرت شاہ عالم عوام میں بہت مقبول تھے گجرات کے عوام ان کا اور ان کے آباؤاجداد کا بےحد احترام کرتے تھے ۔ حضرت شاہ عالم صرف جمعہ کے دن ملاقات کرتے تھے اس کے علاوہ ملاقات ممکن نہ تھی[4] ۔

۱- Cumsarate, History of Jugrat. p 130.

۲- سید جعفر بدر عالم ، ملفوظات شاہ عالم ، ص ۵۸ الف ۔

۳- سکندر بن محمد ، مرات سکندری ، ص ۱۱۲

۴- Cumsarate, History of Gujrat. P. 208.

marfat.com

گجرات کے سلاطین میں سلطان مظفر اور اس کے فرزند ، سلطان احمد کا والد تاتار خان ہیبت خان ، جلال خان اور محمود خان حضرت شاہ عالم کے پردادا حضرت مخدوم جہانیاں کے مرید تھے ان کے علاوہ سلطان مظفر شیخ احمد کھٹو اور شیخ رکن الدین کا بھی معتقد تھا [1]

شیخ احمد کھٹو حضرت شاہ عالم کے استاد بھی تھے [2]

حضرت شاہ عالم نے جب بی بی مغلائی کے ساتھ عقد کیا تو بی بی مغلائی کا فرزند سلطان محمود بیگڑہ اس وقت بہت کم سن تھا - اس کی تربیت کی تمامتر ذمہ داری حضرت شاہ عالم نے خود لی اور اس کو اپنے ہاں پناہ دی ورنہ اس کے رشتہ دار اس کو ٹھکانے لگا دیتے - وہ حضرت شاہ عالم کی زندگی میں ہی اپنے آبائی تخت پر بیٹھا - حضرت شاہ عالم اس کے مربی اور محافظ سمجھے جاتے تھے [3]

ہم اس شجرۂ نسب کے ذریعے بھی حضرت شاہ عالم اور ان کے بزرگوں کے ساتھ سلاطین گجرات کے تعلقات کا اندازہ لگا سکتے ہیں -

---

۱- Cumsarate, History of Gujrat, p. 208.

۲- Gazetteer Bombay Presidency, p. 240.

۳- شیخ عبدالحق محدث دہلوی ، اخبار الاخیار ، ص ۱۶۱

marfat.com

شجرہ نسب

١- سلطان مظفر

(١٣٩٢ء - ١٤١١ء)

تاتار خان

٢- سلطان احمد

(١٤١١ء --- ١٤٤٣ء)

٥- داؤد شاہ (١٤٥٨ء - ١٤٥٨ء)

٣- سلطان محمد اول (١٤٤٣ء -- ١٤٥١ء)

٦- سلطان محمود بیگڑہ (١٤٥٨ء - ١٥١١ء)

٤ - سلطان قطب الدین (١٤٥١-١٤٥٨ء)

مجلہ تاریخ و ثقافت پاکستان

١- محمد اسلم ، احوال و آثار حضرت شاہ عالم گجراتی ، ص ٢٩

جب ہم شاہ عالم کے ملفوظات کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں ان کے زمانے میں گجرات کی حالت کا بھی پتہ چلتا ہے ۔ ان کے زمانے میں پرتگیزی بحری قزاقوں کے ہاتھوں بحیرہ عرب اور خلیج فارس کا کوئی جہاز محفوظ نہیں رہتا تھا ۔ پرتگیزی واسکو ڈی گاما کی سرکردگی میں ۱۴۹۸ء میں جنوبی ہند تک پہنچ گئے اور ان کی شکایت ۱۴۷۲ء میں ایک شخص جو شیراز سے آیا تھا اس نے حضرت شاہ عالم کی خدمت میں کی کہ بحری قزاقوں نے اس کا مال و اسباب لوٹ لیا ہے ۔ اور وہ شخص ان کی زیارت کرنے کو ہی احمد آباد آیا[1] ۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ عوام کے ساتھ ان کا لگاؤ کس قدر تھا ۔

سلطان محمود بیگڑہ کے زمانے میں حضرت شاہ عالم نے موضع " رنگ " میں نقدی اور زیادتی کی اطلاع دی ۔ دو آدمیوں کے ہاتھ ملک قیصر خان کے پاس بھیجی کہ وہ مجرموں کو گرفتار کرے اس نے جواب میں کہلا بھیجا کہ اس نے پانچ مجرم گرفتار کر لئے ہیں[2] ۔

ان تمام واقعات سے ہم یہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ان کی بات کتنی مانی جاتی تھی یا ان کا حکومتی معاملات میں کتنا دخل تھا ۔

۱- سید جعفر بدر عالم ، ملفوظات شاہ عالم ، ورق ۶۳ الف

۲- ایضاً ورق ۶۳

شیخ قوام الدین

ملفوظات شاہ مینا کے مطالعہ سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ جب شاہ مینا لکھنے پڑھنے کے قابل ہوئے تو شیخ قوام الدین کے ایک مرید قاضی فریدوں نے ان کی تعلیم و تربیت کی ذمہ داری سنبھالی - علوم ظاہری سے فراغت کے بعد حضرت شاہ مینا شیخ قوام الدین کے خلیفہ حضرت شیخ سارنگ رحمۃ اللہ علیہ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو گئے -

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف اخبار الاخیار میں شیخ قوام الدین کا ذکر صرف ڈیڑھ سطر میں کیا ہے -[1] عبداللہ خویشگی نے بھی معارج الولایت میں ان کے لئے صرف ایک صفحہ وقف کیا ہے - لیکن ہمیں ملفوظات شاہ مینا میں شیخ قوام الدین کا ذکر خیر بار بار ملتا ہے -[2]

شاہ مینا اپنی گفتگو میں شیخ قوام الدین کو محتسب عارفاں یا محتسب درویشاں کے لقب سے یاد فرمایا کرتے تھے -[3] ایک بار انہوں نے درویشی کے معیار کے بارے میں ان کا یہ قول نقل فرمایا :

اے درویش ! درویشی کی کسوٹی اور معیار کتاب و سنت اور اسلاف کی سیرت ہے جو ہمارے مقتدا تھے - صرف اجازت ملنے یا بابرکت جگہ پر بیٹھنے سے کام نہیں چلتا کہ یہ فلاں

۱- شیخ عبدالحق محدث دہلوی، اخبار الاخیار، مطبوعہ دہلی ۱۳۳۲ھ ، ص ۱۵۵

۲- سید محی الدین رضوی، ملفوظات شاہ مینا ، ص ۷۵، ۱۱۸، ۱۵۲ -

۳- ایضاً ، ص ۳۳ - ۷۵

بزرگ کا فرزند ہے - جو اپنے بزرگون کی مسند پر براجمان ہے اور اگر یہ اس مقام پر بیٹھنے کے لائق نہ ہوتا تو کیسے بیٹھ سکتا تھا - یہ بات محقق ہے کہ انسان کا شرف زمان و مکان سے وابستہ نہین بلکہ تقوی سے ہے - جیساکہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ تم مین سے اللہ کے نزدیک وہی معزز ہے جو تم مین سب سے زیادہ پرہیزگار ہے -[1]

یہ عجیب بات ہے کہ شیخ قوام الدین رحمۃ اللہ علیہ سنی ہونے کے باوجود امام جعفر صادق کے فقہی مسلک پر کاربند تھے -[2] ایسی مثال صوفیون کے کسی تذکرے مین ہماری نظرون سے نہین گزرتی -

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور عبداللہ خویشگی نے شیخ قوام نے شیخ قوام الدین کا سن وفات نہین لکھالیکن ملفوظات کے مطالعہ سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ شیخ قوام الدین شاہ مینا کی ولادت سے چالیس روز پہلے فوت ہوئے تھے -[3] اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا انتقال ۸۰۰ھ / ۱۳۹۷ء مین ہوا تھا -

---

۱- سید محی الدین رضوی، ملفوظات شاہ مینا ، ص ۷۹

۲- ایضاً ، ص ۸۲
بر مذہب امام جعفر رضی اللہ عنہ بودہ است •

۳- ایضاً ، ص ۳

شیخ سارنگ

حضرت شیخ سارنگ شاہ مینا کے مرشد تھے اور ان کا شمار سلطان فیروز شاہ تغلق کے درباری امراء میں ہوتا تھا ۔ عبداللہ خویشگی کی روایت کے مطابق شیخ سارنگ کی بہن سلطان فیروز شاہ کے عقد میں تھی اور زیادہ وقت سلطان فیروز شاہ کی صحبت میں گزرتا تھا اور ان دنوں وہ ملک سارنگ کے نام سے مشہور تھے ۔ [1]

جب کبھی حضرت مخدوم جہانیاں اور راجو قتال اچ سے دھلی تشریف لاتے تو سلطان فیروز تغلق ان ھی کے ہاتھ انہیں کھانا بھیجا کرتا تھا ۔ راجو قتال ھی کی تلقین سے انہوں نے نماز شروع کی ۔ ایک روز انہوں نے ملک سارنگ کو مخدوم جہانیاں کا پس خوردہ کھلایا تو اس کے ساتھ ھی ان کا باطن روشن ہو گیا ۔ [2] جب راجو قتال دوبارہ دھلی تشریف لائے تو انہوں نے ملک سارنگ کو اشراق اور چاشت کی نمازیں ادا کرنے کی تلقین فرمائی اور اپنے ساتھ کھانا کھلایا ۔ حضرت مخدوم جہانیاں نے بھی انہیں یہ شرف بخشا اور اپنے ساتھ کھانا کھلایا ۔ کچھ ھی عرصہ بعد ان بزرگوں کی توجہ کا اثر ظاہر ہوا اور وہ تمام مال و دولت لٹا کر حجاز مقدس چلے گئے ۔

حرمین شریفین میں شیخ سارنگ حضرت یوسف ایرجی سے فیضیاب ہوئے اور واپسی پر

۱- عبداللہ خویشگی، معارج الولایت ، ورق ۲۱۴ الف ۔

۲- ایضاً

راجو قتال کی خدمت مین حاضر ہوئے اور انہون نے سہروردی سلسلے مین خرقۂ خلافت عطا فرمایا اور اپنے بزرگون کی امانتین ان کے سپرد کین ۔[1]

شاہ مینا شیخ سارنگ کے بارے مین فرماتے ھین :

شیخ سارنگ ھمیشہ زبانی اور عملی طور پر ان دونون بزرگون کی اتباع کرتے تھے ۔ اور وہ ان کی اطاعت سے تجاوز نہین فرماتے تھے ۔[2]

شاہ مینا نے اپنے ملفوظات مین ایک جگہ شیخ سارنگ کو سلطان العاشقین ، زائر الحرمین الشریفین " کے لقب سے یاد فرمایا ھے ۔[3]

شیخ سارنگ نے اپنی حیات مین صرف تین اصحاب ، شیخ حسام الدین صوفی، شاہ مینا اور اپنے پوتے شیخ محمد کو خلافت عطا فرمائی ۔[4]

شیخ سارنگ نے ھندوستان کا مشہور شہر سارنگ پور بھی آباد کیا تھا ۔[5]

۱- عبدالحق محدث دھلوی ، اخبار الاخیار ، ص ۱۵۵
۲- سید محی الدین رضوی ، ملفوظات شاہ مینا ، ص ۳۴
۳- ایضاً ، ص ۲۸
۴- ایضاً ، ص ۲۳۴
۵- عبدالحق محدث دھلوی ، اخبار الاخیار ، ص ۲۷۷

marfat.com

حضرت مخدوم شاہ مینا لکھنوی کی دینی خدمات

ملفوظات کے مطالعے سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ حضرت شاہ مینا کا نام شیخ محمد بن شیخ قطب تھا اور موصوف حضرت ابوبکر صدیق کی اولاد سے تھے ۔ عبداللہ خویشگی لکھتے ہیں کہ مینا عزت کا لقب ہے ۔ اور جس طرح پنجاب میں کسی کو میاں کہہ کر مخاطب کرتے ہیں اس طرح اس زمانے میں اودھ میں مینا کہہ کر مخاطب کیا کرتے تھے ۔ [1]

شاہ مینا بڑے عابد و زاہد اور مرتاض بزرگ تھے اور دوسروں کو بھی ورع و تقوی اختیار کرنے کا مشورہ دیا کرتے تھے ۔ ریاضت کے دوران خشک طعام تناول فرماتے تھے اور مرغن غذا کے استعمال سے پرہیز کرتے تھے ۔ شاہ مینا نے ابتدائے سلوک میں بڑا سخت مجاہدہ کیا تھا ۔ ملفوظات سے پتہ چلتا ہے کہ ان دنوں شاہ مینا روغن کی بو بھی سونگھ نہیں سکتے تھے ۔ اور اکثر روزہ رکھتے تھے ۔ لیکن وہ اپنے حال کو دوسروں سے چھپاتے تھے ۔ اس زمانے میں ان کی خوراک برائے نام رہ گئی تھی ۔ ایک دفعہ کمزوری کے باعث گر پڑے تو حقیقت حال چھپانے کے واسطے راستے سے اینٹ اٹھائی تاکہ لوگ سمجھیں کہ اینٹ کے ساتھ گرے ہیں ۔ [2]

اصلاح رسوم : شاہ مینا خود بڑے پابند شرع بزرگ تھے اس لئے وہ اپنے مریدوں اور اہل طریقت کو بھی شریعت کی پابندی کرنے کی تلقین فرمایا کرتے تھے ۔ ایک مجلس میں فرمایا کہ سالک کو

1۔ عبداللہ خویشگی، معارج الولایت، مخطوطہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری، ۲۵-ورق ۲۲۶ ۔ الف

2۔ سید محی الدین رضوی، ملفوظات شاہ مینا، ص ۷ تا ۱۰

ہمیشہ باوضو رہنا چاہئیے - انہوں نے حدیث کے حوالے سے فرمایا کہ رسول خدا نےفرمایا کہ وضو مومن کا ہتھیار ہے - ملفوظات شاہ مینا کے مطالعہ سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ شاہ مینا بےوضو کھانا تناول نہیں فرماتے تھے -[1]

شاہ مینا نے سالک کےلئے ایک شرط -- دوم الذکر مع حضور القلب بالقوۃ الشدیدۃ ضروری قرار دی ہے - نیز انہوں نے دوام الصوم اور تقلیل الغذا کو بھی سالک کے لئے لازمی شرط قرار دیا ہے - شاہ مینا فرماتے ہیں کہ اس کے لئے دوام سکوت بھی لازمی ہے اور اسے چاہئیے کہ وہ سوائے ذکر خدا کے اور کوئی بات نہ کرے -[2]

ایک مجلس میں شاہ مینا نے فرمایا کہ سالک کے لئے ایک شرط " ربط القلب بالشیخ " ہے -[3] ایک روز انہوں نے فرمایا کہ سالک کے لئے ایک ضروری شرط - دوام ترک الاعتراض علی اللہ تعالی - بھی ہے - اسے خدا کی طرف سے جو رنج و راحت ملے، اسے درست جانے -[4] سالک کو زہد تقوی سے آراستہ ہونا چاہئیے اور یہاں تقوی سے مراد ترک الشبہات ہے -[5] شاہ مینا فرماتے ہیں کہ سالک کو بنئیے کا طریقہ اپنانا چاہئیے وہ دن بھر سودا بیچتا ہے اور رات کو حساب کرتا ہے کہ آج کتنا نفع یا نقصان ہوا - اگر اسے نفع ہوا ہو تو وہ رات کو اطمینان کےساتھ سوتا

۱- سید محی الدین رضوی، ملفوظات شاہ مینا ، ص ۹۳- ۹۴

۲- ایضاً ، ص ۹۵- ۹۷

۳- ایضاً ، ص ۱۳۶

۴- ایضاً ، ص ۱۳۵

۵- ایضاً ، ص ۱۳۸

marfat.com

ہے اور نقصان کی صورت میں اسے فکر میں نیند نہیں آتی ہے [1]۔

شاہ مینا فرماتے ہیں کہ سالک کے لئے ایک شرط دوام خلوت ہے ۔ اس کا چھوٹا سا خلوت خانہ ہونا چاہئیے ۔ جس میں وہ نماز ادا کر سکے ۔ ذکر کے وقت وہ خلوت خانہ تاریک رکھے ۔ اس میں دن کی روشنی یا سورج کی کوئی کرن داخل نہ ہونے پائے [2]۔

شاہ مینا نماز با جماعت کے خود بھی پابند تھے اور دوسروں کو بھی اس کی پابندی کی تلقین کرتے تھے اور فرمایا کہ اگر کسی عذر یا خوف کی وجہ سے باہر نہ نکل سکے تو کسی شخص سے کہے کہ وہ اس کے ساتھ آ کر نماز پڑھ لیا کرے [3]۔

شاہ مینا فرماتے ہیں کہ صوفیوں کو مذاہب اربعہ میں سے کسی ایک مذہب کا ضرور پابند ہونا چاہئیے ۔ اور مسلک طریقت میں اپنے شیخ کے مذہب کے علاوہ دوسرے مذہب پر عمل کرنا جائز نہیں [4]۔ شاہ مینا فرمایا کرتے تھے کہ مرید کو چاہئیے کہ وہ اپنے دل میں اپنے شیخ کے علاوہ کسی کا خیال نہ لائے اور نہ ہی اس کے علاوہ کسی دوسرے شخص سے عقیدت رکھے [5]۔

شاہ مینا تصوف کے متعلق فرماتے ہیں کہ تصوف کا علم قرآن و حدیث کے مطالعہ سے

۱۔ سید محی الدین رضوی، ملفوظات شاہ مینا ، ص ۱۷۱- ۱۷۲

۲۔ ایضاً ، ص ۲۹

۳۔ ایضاً ، ص ۱۰۳ رعایت جماعت امرے اہم است

۴۔ ایضاً ، ص ۸۲

۵۔ ایضاً ، ص ۸۳

marfat.com

حاصل نہیں ہو سکتا[1] - سلطان التارکین صوفی حمیدالدین ناگوری اپنے مریدوں کو فرمایا کرتے تھے -

علم تصوف بکردن است نہ بگفتن[2]

شاہ مینا فرماتے ہیں کہ جب تک راہ طریقت کا رہبر شیخ کامل راہنمائی نہ کرے سالک اس مقام تک نہیں پہنچ سکتا - جس تک کاملین پہنچے ہیں - کسی نے کیا خوب کہا ہے :

من لا شیخ لہ فالشیطان شیخہ[3]

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ مبتدی کےلئے شیخ کامل کے بغیر کوئی چارہ نہیں - مبتدی کو راہ سلوک کی کیا خبر ہے ؟ اس نے جو راستہ دیکھا ہی نہیں اس پر بغیر کسی راہبر کے چلنا مشکل ہے - اور راہبر وہی ہو سکتا ہے جس نے وہ راستہ دیکھا ہو - اسی مجلس میں حضرت نے فرمایا کہ ابتدائے سلوک میں پیر کی مثال مشاطہ کی سی ہے - وہ مرید کو اعمال صالحہ ، پیروی ، شریعت اور ذکر کی رغبت دلاتا ہے اور اسے ذلت و خواری کا ، جو لازمہ عشق ہے ، ذائقہ چکھا کر خدا سے ملا دیتا ہے[4] - ایک موقع پر اسی عنوان پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ مشائخ دلوں کےطبیب ہیں - مرض کی صحیح تشخیص جاہل حکیم نہیں کر سکتا بلکہ یہ حکیم حاذق کا کام ہے[5]

۱- محی الدین رضوی ، ملفوظات ، شاہ عالم ، ص ۷۱

۲- صوفی حمیدالدین ناگوری ، سرور الصدور ، مخطوطہ مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ مسلم یونیورسٹی فارسی تصوف ۲۱ / ۱۶۱ ، ورق ۶۲ -

۳- محی الدین رضوی ، ملفوظات شاہ مینا ، ص ۷۱

۴- ایضاً ، ص ۷۹ - ۷۸

۵- ایضاً ، ص ۱۲۰

شاہ مینا فرماتے ھین کہ شیخ کو عالم شریعت ہونا چاھئیے - وہ فرائض سنن، نوافل اور طاعت کا علم رکھتا ھو - نیز وہ محرکات و ممنوعات کی مختلف انواع سے واقف ھو - اور حلال و حرام اور فرض و سنت کی تمیز رکھتا ھو -[1]

درویشون کی صفات بیان کرتے ہوئے شاہ مینا فرماتے ھین :

اگر کوئی شخص اس گروہ پر ظلم کرے یا چور ان کا مال یا سامان لے جائے اسے برا نہ کہے - اگر وہ برا کہے گا تو اس کا توکل ختم ھو جائے گا - جب چور اس کا مال لے جائے یا گم ھو جائے تو اسے رنجیدہ نہین بلکہ خوش ہونا چاھئیے - اگر ھو سکے تو وہ کسی سے اس کا ذکر بھی نہ کرے - اور اسے دو جہانون مین خیریت ھی سمجھے -[2]

شاہ مینا فرماتے ھین کہ درویش کو کریم الطبع ہونا چاھئیے - اور اس کا جود و سخا جبلی اور فطری ھو - شاہ مینا پابند شرع بزرگ تھے اس لئے وہ قید شریعت سے آزاد درویشون کو ناپسند فرماتے تھے - عوام کو ان کی صحبت سے اجتناب کرنے کا مشورہ دیتے اور فرماتے ھین -

اگر تو کسی کو ھوا مین اڑتے ہوئے یا پانی کے اوپر چلتا ہوا دیکھے اور وہ کسی فرض یا سنتون مین سے کسی سنت کا تارک ھو تو خوب جان لے کہ وہ جھوٹا ھے - اس کے پاس کوئی کرامت نہین - جو کچھ ھے وہ جادو یا استدراج ھے -[3]

شاہ صاحب بے شرع اور ملحد پیرون پر لعنت بھیجنے کے بعد فرماتے ھین کہ ان

۱- سید محی الدین رضوی ، ملفوظات شاہ مینا ، ص ۱۲۱

۲- ایضاً ، ص ۵۷

۳- ایضاً ، ص ۳۹

ملحدوں کا یہ خیال ہے کہ ایک بندے کو خدا کی اتنی زیادہ عبادت کرنی چاہئیے کہ وہ درجہ ولایت کو پہنچ جائے اور جب کوئی ولی بن جاتا ہے تو اس سے احکام شرع ساقط ہو جاتے ہیں ۔ یہ گمراہی ہے تم نہیں دیکھتے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو تمام اوصاف و کمالات سے متصف تھے وہ بھی احکام شرع سے مستثنیٰ نہ تھے، بلکہ انہیں تو اپنے پروردگار کی طرف سے یہ حکم ملا تھا :

واعبد ربک حتی یاتیک الیقین

تو پھر اور کون ایسا ہو سکتا ہے جس سے احکام شرع ساقط ہوجائیں ۔[1]

شاہ مینا اپنے مریدوں اور ملنے والوں کو بدبختی بیوی سے دور رہنے کا مشورہ دیتے تھے۔[2] شاہ صاحب فرمایا کرتے تھے کہ پیر کی موجودگی میں کسی دوسرے سے خلافت یا خرقہ یا کلاہ پہننی مناسب نہیں ۔ ان کا قول ہے کہ دو بیوی کی محبت بیک وقت دل میں جاگزیں نہیں ہو سکتی ۔[3]

شاہ مینا نے صحیح اسلامی تصوف کے نقوش اجاگر کرنے کی ہر ممکن سعی کی ہے ۔ انہوں نے ایک مختصر میں تصوف پر حصول علم کی فضیلت ثابت کی ہے ۔ شاہ مینا نے فرمایا ہے اپنے ملفوظات میں ۔

شریعت کی مثال دریا میں کشتی کی ہے اور طریقت کی مثال موتیوں کی ہے ۔ اگر

۱۔ سید محی الدین رضوی، ملفوظات شاہ عالم ، ص ۲۸

۲۔ ایضاً ص ۱۲

۳۔ ایضاً ص ۲۸

marfat.com

کوئی شخص موتی حاصل کرنا چاھے تو اسے چاھئیے کہ کشتی مین سوار ھو جائے اور اسے دریا مین چلائے اور پھر موتیون تک پہنچے - اگر کوئی شخص اس ترتیب کو چھوڑ دے گا وہ موتیون تک نہیں پہنچ سکے گا -[1]

ایک مجلس مین انھون نے صحیح تصوف کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا :

" فرض ، واجب ، سنت ، مستحب اور دوستون کی راحت کے علاوہ جو کچھ بھی ھے، وہ سب بیکار ھے " -[2]

صوفیا کرام عشق پر بڑا زور دیتے تھے - ان کا یہ خیال ھے کہ عشق معشوق کے علاوہ ھر چیز کو جلا ڈالتا ھے - شاہ مینا فرمایا کرتے تھے -

" عشق ایک آگ ھے جب وہ دل مین روشن ھوتی ھے تو محبوب کے علاوہ ھر شے کو جلا ڈالتی ھے " -[3]

ابنزبیل

ایک مجلس میں شاہ صاحب نے عشق کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ عشق عشقہ سے نکلا ھے اور وہ ایک قسم کی بیل ھے - وہ جس درخت پر چڑھ جاتی ھے اسے خشک کر دیتی ھے - او خود ترو تازہ رھتی ھے - لہذا عشق جس جسم مین داخل ھوتا ھے وہ غیر محبوب کو بھلا دیتا ھے وہ جسم تو کمزور اور ضعیف ھو جاتا ھے لیکن دل و روح منور ھو جاتے ھیں -[4]

۱- سید محی الدین رضوی ، ملفوظات شاہ عالم ، ص ۲۹

۲- ایضاً ، ص ۳۳

۳- ایضاً ، ص ۶۳

۴- ایضاً ، ص ۶۳

ایک روز شاہ مینا نے فرمایا کہ کثرت کے ساتھ نمازیں ادا کرنی، روزے رکھنا اور تلاوت قرآن مجید تو ہر کسی کے بس کی بات ہے لیکن درد محبت کا حصول جو ایک سالک کا مقصود حقیقی ہے ۔ ہر شخص کے بس کا روگ نہیں ، راہ طریقت میں مقصود اصلی درد ہے[1] ۔ اسی مجلس میں انہوں نے درد عشق کے بارے میں فرمایا کہ اس کی علامت یہ ہے کہ سالک دنیا داروں کے ساتھ نشست و برخاست کو اپنے لئے زہر قاتل سمجھے ۔ اس کے دل میں دنیاوی معاملات ، حب جاہ ، مال و اسباب اور خواہشات نفسانی کا خیال تک نہ گزرے[2] ۔

ایک روز شاہ مینا نے محبت کے موضوع پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ محبت سے مراد اوصاف ذمیمہ سے مبرا ہونا اور اوصاف حمیدہ سے متصف ہونا ہے ۔ جوں جوں ایک شخص اوصاف ذمیمہ ترک کرتا جائے گا توں توں اس کی روح محبت کی طرف مائل ہوتی جائے گی اور بالآخر وہ اوصاف حمیدہ سے متصف ہو جائے گا[3] ۔

شاہ مینا نے ایک مجلس میں فرمایا کہ قرآن مجید میں نور ہے اور وضو میں بھی نور ہے ۔ اسی طرح ہر عبادت میں نور ہوتا ہے ۔ یہ نور " طفلان طریقت " کی غذا ہے ۔ جس سے ان کی پرورش کی جاتی ہے ۔ " طفلان طریقت " کو چاہئے کہ وہ اس نورانی غذا سے اپنی طاقت بڑھائیں تاکہ " نور حقیقی " تک رسائی ہو سکے[4] ۔

۱۔ سید محی الدین رضوی ، ملفوظات شاہ مینا ، ص ۳۲

۲۔ ایضاً ، ص ۳۳

۳۔ ایضاً ، ص ۳۵

۴۔ ایضاً ، ص ۱۹۳

marfat.com

شاہ مینا تقویٰ کی فضیلت بیان کرتے فرماتے ھیں کہ مولانا احمد نامی کاتب شیخ قوام الدین کے لئے کتابوں کی نقلیں تیار کیا کرتا تھا - وہ سر شام شیخ موصوف سے تیل مانگ لاتا اور رات کے وقت چراغ کی روشنی میں کام کرتا تھا - لیکن جونہی وہ ذاتی کام کرتا تو چراغ بجھا دیتا اور جب لکھنے بیٹھتا تو دوبارہ روشن کر لیتا -[1]

شاہ مینا فرماتے ھیں کہ جو شخص متقی اور پرھیز گار ھو جاتا ھے اللہ تعالیٰ اسے بعض علوم کسی کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کئے بغیر سکھا دیتا ھے - اس کا حافظہ اتنا اچھا ھو جاتا ھے کہ جو بات کسی غیر صالح شخص کی فہم میں ایک دن میں آتی ھے وہ اسے آن واحد میں سمجھ جاتا ھے -[2]

شاہ مینا اپنی مجالس میں حقوق العباد پر بڑا زور دیا کرتے تھے - ایک روز انہوں نے اپنے مریدوں کومخاطب کرکے فرمایا کہ حقوق العباد بہت سے ھیں - ایک شخص پر اس کے والدین اور اساتذہ کے بہت سے حقوق ھیں اور اسی طرح رشتہ داروں کے بھی حقوق ثابت ھیں - ھمسایہ کا ھمسایہ پر حق ھے - غلاموں اور کنیزوں کا بھی اپنے آقا پر حق ھے - اور ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر حق ھے -[3]

تغلق خاندان کے زوال کے ساتھ ھی برصغیر میں تصوف کا زوال شروع ھو گیا تھا - پروفیسر خلیق احمد نظامی تحریرفرماتے ھیں کہ صوفیہ نے صحو کی جگہ سکر کی زندگی اختیار کرلی تھی - روحانی اصلاح و تربیت کے لئے جس ضبط نفس ، تحمل اور بردباری کی ضرورت تھی وہ قطعاً

۱- سید محی الدین رضوی ، ملفوظات شاہ مینا ، ص ۱۲۸
۲- ایضاً ص ۱۸۹
۳- ایضاً ص ۶۳

مفقود ہو چکی تھی [1] ۔ پروفیسر محمد اسلم نے بھی دین الٰہی اور اس کے پس منظر، کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ فیروز تغلق کی وفات سے لے کر اکبر کی تخت نشینی تک ڈیڑھ سو سال کے عرصہ میں، سوائے سکندر لودھی کے اٹھائیس سالہ دور حکومت کے، برصغیر پاک و ھند میں کوئی مستحکم حکومت قائم نہ ہوسکی ۔ یہ ڈیڑھ سو سالہ دور مسلمانوں کی اخلاقی پستی، روحانی تنزل، بے حسی، بے عمل زندگی اور بے راہ روی کا دور ثابت ہوا ۔ اس عرصہ میں کوئی ایسا عالم پیدا نہ ہوا جو اپنی قوت تحریر سے مسلمانوں کو خواب غفلت سے بیدار کرتا [2] ۔ شاہ مینا نے بھی ایک مجلس میں خزانہ جلالی کے حوالے سے فرمایا کہ قیامت کی علامتوں میں سے ایک علامت یہ بھی ھے کہ علماء فسق و فجور میں مبتلا ہو جائیں گے اور صوفیاء جاہل ہوں گے [3] ۔ شاید اس گفتگو سے ان کا اپنے عہد کے عالموں اور صوفیوں کی طرف اشارہ کیا ہو ۔

نذر و فتوح کے بارے میں شاہ مینا فرماتے ہیں کہ درویشوں کے لئے صرف اسی صورت میں نذر لینا جائز ھے جب ان کی نفسانی خواہشات ختم ہوجائیں اور انہیں کھانے پینے کی آرزو مطلق باقی نہ رہے ۔ اس وقت نذر لینا جائز ھے جب اس کی نظروں میں مدح و ذم دونوں یکساں ہوں بلکہ وہ مدح سے زیادہ مذمت میں خوشی محسوس کرتا ہو ۔ درویش کو چاہئیے کہ وہ جو کھائے اسے عطیہ الٰہی ھی گردانے ۔ وہ جو کچھ لے خدا کے لئے [4] ۔

۱- خلیق احمد نظامی، سلاطین دھلی کے مذھبی رجحانات، مطبوعہ دھلی ۱۹۵۸ء، ص ۳۲۸

۲- محمد اسلم، دین الٰہی اور اس کا پس منظر، مطبوعہ دھلی ۱۹۶۹ء، ص ۲۷

۳- سید محی الدین رضوی، ملفوظات شاہ عالم، ص ۷۷

۴- سید محی الدین رضوی، ملفوظات شاہ عالم، ص ۵۶

marfat.com

شاہ مینا نے ایک مجلس میں توحید کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا :

بعض محققین کہتے ہیں کہ توحید ایک سمندر ہے جس کا کوئی کنارہ نہیں جو کوئی اس سمندر میں ڈوب جاتا ہے ہر روز اس کی پیاس کی آگ بڑھتی جاتی ہے ۔[1]

شاہ مینا اپنے مریدوں کو اکثر کہا کرتے تھے ۔ کہ جو کام اور باتیں خلوص نیت کے بغیر کی جائیں وہ سب لا یعنی ہیں ۔[2]

ایک مجلس میں توکل کی علامات کے متعلق کہا کہ یہ تین ہیں ۔ اولاً یہ کہ سالک کسی چیز کی طمع نہ کرے ۔ ثانیاً یہ کہ اگر کوئی بے سوال اسے کچھ دے دے تو اسے رد نہ کرے ۔ ثالثاً یہ کہ اگر اسے کچھ مل جائے تو اسے دبا کر نہ بیٹھ جائے ۔[3]

شاہ مینا نے ایک مجلس میں فرمایا :

" نفسانی خواهشات کا اسیر (بجز و) خدا پرست نہیں ہو سکتا اور خود پرست کا گزر خدا پرستی کے کوچے سے نہیں ہو سکتا ۔[4]

شاہ مینا اپنے مشائخ کرام کے طریقے کے برعکس وہ سماع سے اجتناب فرماتے تھے ۔ انہوں نے ایک مجلس میں بستان کے حوالے سے بتایا کہ جنگ اور سفر کے علاوہ طبل بجانا جائز نہیں ہے ۔[5]

۱۔ سید محی الدین رضوی ، ملفوظات شاہ عالم ، ص ۱۵
۲۔ ایضاً ص ۴۷
۳۔ ایضاً ص ۱۰۰
۴۔ ایضاً ص ۱۰۰
۵۔ ایضاً ص ۴۳

شاہ مینا نے ایام بیض کے روزوں پر بھی زور دیا ہے ۔ وہ فرماتے ہیں کہ ان نفلی روزوں کا بڑا ثواب ملتا ہے ۔[1]

ترکوں کے عہد حکومت میں برصغیر میں امرد پرستی کو فروغ ملا ۔ تاریخ فیروز شاہی کے مطالعہ سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ سلطان غیاث الدین تغلق اور سلطان محمد بن تغلق کے علاوہ باقی تمام سلاطین دہلی امرد پرست تھے ۔ سید بندہ نواز گیسو دراز نے بھی ترک معاشرے میں اس لعنت کی نشاندھی کی ہے ۔[2] سلطان فیروز شاہ تغلق نے بھی اپنے معاشرے میں ایسے بدکردار لوگوں کی نشاندھی کی ہے ۔ جسے اس کے حکم سے عبرتناک سزا دی گئی تھی ۔[3] شاہ مینا کے عہد میں لکھنؤ میں بھی یہ مرض عام تھا اور انہوں نے امرد پرستی کی تنبیہہ کے لئے ایک مجلس میں فرمایا کہ ان کے چہرے سیاہ ہو چکے ہیں جب ان سے اس رو سیاہی کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے بتایا کہ امردوں پر ان کی نظر پڑ گئی تھی اور یہ اس کی شامت اعمال ہے ۔[4]

شاہ مینا کے ملفوظات کے مطالعہ سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ شاہ مینا تعدد اجسام کے قائل تھے ۔ انہوں نے ایک مجلس میں فرمایا کہ مخدوم جہانیاں نے ایک بار رمضان میں یک وقت کئی

۱- سید محی الدین رضوی ، ملفوظات شاہ عالم ، ص ۵۲

۲- محمد اکبر حسینی ، جوامع الکلم ، مطبوعہ کانپور ۱۳۵۶ھ ص ۵۲

۳- فیروز شاہ تغلق ، فتوحات فیروز شاہی ، مشمولہ تاریخی مقالات ، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۰ء ، ص ۱۸۶

۴- سید محی الدین رضوی ، ملفوظات شاہ عالم ، ص ۱۳۹

marfat.com

مریدون کے گھرون مین روزہ افطار کیا اور ان کے خادم یہی سمجھتے رہے کہ حضرت خانقاہ مین موجود ھین [1]

شاہ مینا خود ایک جید عالم تھے اور ان کے دل مین علم اور اصحاب علم کی بڑی قدر و منزلت تھی - ایک روز انہون نے شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی کے حوالے سے فرمایا کہ ایک فقیہہ شیطان کے حق مین ہزار عابدون سے زیادہ سخت ھے [2]

شاہ مینا لوگون کو چشتی اور سہروردی سلسلون مین مرید کیا کرتے تھے - جامع ملفوظات تحریر فرماتے ھین کہ موصوف ان مین سے کسی ایک سلسلے مین بیعت کرکے مرید کو کلاہ اور خرقہ عطا فرماتے تھے -

شاہ مینا کے ملفوظات کے مطالعہ کرنے سے ھمین اس دور مین اودھ کی سماجی اور معاشی حالت کا بھی اندازہ ھوتا ھے - سید محی الدین رضوی نے ان کے ملفوظات مین لکھا ھے کہ اودھ مین اردوزبان اپنے ابتدائی مراحل سے گزر رھی تھی - شاہ مینا کے خادم خاص میان داؤد ھندوی زبان مین گفتگو کیا کرتے تھے [3] ملفوظات مین کیٹ ، بھوری اور پگر بازی جیسے ھندی الفاظ ملتے ھین جس سے یہ ظاھر ھوتا ھے کہ مشائخ کرام فارسی مین گفتگو کرتے وقت ھندی الفاظ بلا تکلف استعمال فرماتے تھے ایک بار شاہ مینا نے ایک مجلس مین یہ دوھرا پڑھا ؛

۱- سید محی الدین رضوی ، ملفوظات شاہ عالم ، ص ۱۳۹

۲- ایضاً ، ص ٦٧

فقیہہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد -

۳- سید محی الدین رضوی ، ملفوظات شاہ عالم ، ص ۲۰٦

marfat.com

سائین چت چڑھی جب آئے

ات کرت نہ یکھی جائے [1]

ایک بار شاہ مینا جونپور گئے اور وہاں وہ شیخ ابو الفتح سے ملنے گئے تو اس وقت ان کی خانقاہ میں سماع ہو رہی تھی - اور قوال " بہاگ بازی " کے دوران یہ گا رہے تھے :

ہو ہو ہولی ری کٹی بہاگ کو کھلے ری [2]

شاہ صاحب نے ایک روز اپنے مریدوں سے کہا کہ وہ اٹھتے بیٹھتے اور لیٹے ہوئے خدا کی یاد سے غافل نہ ہوں اور اس کا ذکر جاری رکھیں بعد ازاں انہوں نے یہ دوہرا پڑھا :

اوٹھت بیٹھت لیٹ لیجئیے

بہتے کو ر اندھیر نہ کیجئے - [3]

حضرت شاہ مینا چھ ماہ تک علیل رہے - اس دوران میں انہوں نے لوگوں سے ملنا جلنا ترک کر دیا تھا اور ان کا زیادہ وقت اپنے حجرے میں گزرتا تھا - ۲۳ صفر ۸۲۴/۱۳۷۹ء کو انہیں پیام اجل آ پہنچا -

شاہ مینا نے اپنے صرف دو مریدوں کو خلافت عطا فرمائی - ان میں سے ایک تو ان کے بھتیجے قطب الدین تھے، جو ان کے بعد مسند ارشاد پر رونق افروز ہوئے - دوسرے خلیفہ شیخ سعد بن بدھن تھے -[4]

۱- سید محی الدین رضوی، ملفوظات شاہ عالم ، ص ۱۲۳

۲- ایضاً ، ص ۲۱۶

۳- ایضاً ، ص ۱۰۸

۴- ایضاً ، ص ۲۳۲

شیخ سعد نے خیر آباد (اودھ) کو اپنے قیام سے رونق بخشی اور اسے رشد و ہدایت کا مرکز بنا دیا - ان کے ملفوظات کا ایک نادر مخطوطہ رضا لائبریری رام پور میں محفوظ ہے - ملفوظات کے مطالعہ سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ انہوں نے اودھ میں اپنے مرشد کے مشن کو کامیابی کے ساتھ آگے بڑھایا اور بڑی تعداد میں لوگ ان کے دست حق پرست پر تائب ہوئے -

شیخ سعد کی سیاسی خدمات

شیخ سعد شاہ مینا کی وفات کے بعد چھ سال تک لکھنؤ میں مقیم رہے ۔ تحفۃ السعدا کے مطالعہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اہل لکھنؤ ان کے وہاں قیام سے خوش نہ تھے ۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ وہ باہر سے آ کر شاہ مینا کے جانشین بن گئے ہیں ۔ ایک روز کسی شخص نے لکھنو کے علماء و مشائخ کی دعوت کی ۔ شیخ سعد کی آمد سے قبل علماء مشائخ نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ انہیں صدر مجلس نہیں بنائیں گے ۔ جب یہ وہاں پہنچے تو محفل کا رنگ دیکھ کر صف اول کے قریب بیٹھ گئے ۔ کھانا شروع ہونے سے قبل اتفاقاً سلطان سکندر لودھی کا ایک امیر سعید خان لودھی دس ہزار لشکریوں کے ساتھ ان کی زیارت کو وہاں پہنچ گیا ۔ اس نے شیخ سعد کے قدموں میں بیٹھنا اپنے لئے باعث سعادت سمجھا ۔ اس کے لشکریوں نے شیخ سعد کی تعظیم میں اتنا غلو کیا کہ حاضرین مجلس کی پگڑیاں گر گئیں اور بہت سے علماء کو وہاں بیٹھنے کو جگہ نہ ملی ۔ کھانے کے بعد علماء و مشائخ اپنے کئے پر نادم ہوئے[1] ۔ شیخ سعد کو ان کے حسد سے بڑا رنج پہنچا ۔ انہی دنوں شاہ مینا مرحوم نے ان کو خواب میں خیر آباد جانے کا اشارہ کیا ۔ اس پر شیخ سعد لکھنؤ سے خیرآباد چلے گئے ۔ اس زمانے میں سلطان سکندر لودھی کے رشتے دار ~~میاں جگہ دیکھ کر وہاں~~ میاں راجی اور میاں موسی وہاں کے حاکم تھے ۔ شیخ موصوف نے شہر سے باہر ایک ویران جگہ دیکھ کر وہاں ایک خانقاہ کی بنیاد رکھی ۔ ان کے وہاں جانے سے شرفا

۱۔ خواجہ جمال ، تحفۃ السعدا ، ورق ۲۲ ب ۔

marfat.com

اور اسہاں وہاں آ کر آباد ہو گئے ۔

خواجہ جمال لکھتے ہیں کہ ایک بار سلطان سکندر لودھی کڑہ سے شیخ سعد کی ملاقات کو آیا ۔ حضرت نے حسب معمول اس کی طرف توجہ نہ فرمائی ۔ سلطان سکندر ناراض ہو کر واپس چلا گیا ۔

ایک بار جب حضرت سعد آگرہ میں تھے تو سلطان سکندر لودھی نے حکم دیا کہ انہیں کشتی میں بٹھا کر دریا کے وسط میں لے جائیں اور کشتی کو غرق کر دیں ۔ سلطان کے حکم سے فیل بانوں نے ایک مست ہاتھی کشتی کی طرف بڑھایا ۔ اس وقت میاں موسیٰ اور میاں راجی سکندر لودھی کے پاس بیٹھے ہوئے تھے ۔ سلطان نے ان سے کہا کہ ان کا پیر دریا میں غرق ہوا چاہتا ہے ۔ انہوں نے عرض کیا کہ ان کا پیر ایسا نہیں کہ دریا میں غرق ہوجائے ۔ اتفاق سے دریا پایاب ہوگیا اور شیخ سعد اپنے ساتھیوں سمیت پار کر گئے [1] ۔

تحفۃ السعدا کے مطالعہ سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ سلطان ابراہیم لودھی کی تعلیم و تربیت شیخ بھکھاری نے کی تھی ۔ شیخ موصوف قصبہ اجولی کے رہنے والے تھے ۔ اور انہیں شیخ سعد کے درسے سے سند فراغت ملی تھی ۔ حضرت سعد کے کہنے پر شیخ انجھن نے اپنی بیٹی کا عقد شیخ بھکھاری کے ساتھ کر دیا ۔ سلطان ابراہیم لودھی نے تخت نشینی کے بعد اپنے استاد کا اتنا احترام کیا کہ انہیں منصب وزارت عطا کیا [2] ۔

۱- خواجہ جمال ، تحفۃ السعدا ، ورق ۲۳ الف

۲- ایضاً ، ورق ۲۷ ب ۔

marfat.com

شیخ جلال الدین تبریزی کے سلطان التمش کے ساتھ تعلقات

حضرت شیخ فخرالدین زرادی سے منقول ہے کہ جس زمانے میں شیخ جلال الدین بغداد سے دھلی آئے تو سلطان التمش کا زمانہ تھا - سلطان التمش شیخ جلال الدین کے کمالات سے بخوبی واقف تھا - وہ حضرت کے استقبال کے لئے شہر سے باھر آیا - اس زمانے میں شیخ نجم الدین صغریٰ دھلی میں تھے - وہ بھی سلطان کے ہمراہ دوسرے شیوخ کے ساتھ آئے - جب سلطان نے شیخ جلال الدین کو دیکھا تو وہ گھوڑے سے اتر آیا ان کی طرف دوڑا اور ملاقات کی اور حضرت جلال الدین کو ھمراہ لے کر چل دیا - سلطان نے نجم الدین صغریٰ سے کہا کہ حضرت جلال الدین کو کہاں ٹھہرایا جائے کوئی ایسی جگہ تجویز کرنی چاھئیے جو میرے نزدیک ہو تاکہ وقتاً فوقتاً ان سے نیاز حاصل کر سکوں - ؎۱

شیخ نجم الدین صغریٰ جو ان دنوں شیخ الاسلام تھا، حضرت کی یہ توقیر دیکھ کر سخت آزردہ ھوا - اس نے عداوت سے ایسا مکان تجویز کیا جو بیت الجن کے نام سے مشہور تھا اور عرصہ سے بند پڑا تھا اور کوئی اس میں رھنے والا نہ تھا - سلطان نے مہمان عزیز کو اس مکان میں ٹھہرانا پسند نہ کیا لیکن نجم الدین نے کہا کہ اس طرح ان کی درویشی کا امتحان ہو جائے گا - اگرچہ یہ گفتگو بالکل علیحدگی میں ہوئی تھی مگر حضرت کو کشف کے ذریعے سب کچھ پتہ چل گیا اور آپ نے خادم کو بھیج کر حکم دیا کہ اس مکان میں بلند آواز سے پکار کر کہہ دے-

---

۱- حامد بن فضل اللہ جمالی، سیر العارفین ، ص ۲۳۰- ۲۳۱

[ ]

" اے جن قوم! سید جلال اس مکان میں آ رہا ہے - جلدی اس گھر سے نکل جاؤ " - چنانچہ مکان بالکل جنوں سے پاک ہو گیا [1] - جب ان سے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی ملنے آئے تو آپ نے بہت احترام کیا - محفل سماع میں اکٹھے شریک ہوئے - نماز بھی اکٹھے پڑھی - سلطان نے جب سید جلال سے مرشد کا یہ رابطہ دیکھا تو وہ ان کا اور بھی معتقد ہو گیا [2] -

اس سے شیخ الاسلام کو زیادہ آزردگی پیدا ہوئی اور وہ انہیں سلطان کی نظروں سے گرانے کی تجویز سوچنے لگا - سید جلال بڑے عبادت گزار تھے اور فجر کی نماز عشاء کے وضو سے ادا کیا کرتے تھے - ان کی ساری رات مصلّی پر کٹتی تھی - نماز فجر کے بعد چاشت کی نماز تک پلنگ پر آرام فرماتے تھے - ان ایام میں ان کے پاس ایک بہت خوبصورت غلام تھا - ایک دن سید جلال صبح کی نماز کے بعد مکان کے صحن میں چادر اوڑھے آرام فرما رہے تھے اور وہی غلام پاس بیٹھا پاؤں دبا رہا تھا - اس وقت شیخ نجم الدین نے شاہی محل کی چھت پر نماز پڑھی جب سید جلال کو سوتے دیکھا تو موقع مل گیا ان پر تہمت لگانے اور سلطان سے کہنے لگا " دیکھئیے - آپ ایسے آدمی کے معتقد ہوئے ہیں - یہ سونے کا کون سا وقت ہے - اور پاس ایک خوبصورت غلام بھی بٹھایا ہے " - شیخ کو نور باطن سے پتہ چل گیا چادر ہٹائی اور بلند آواز سے پکار کر کہا :

۱- نور احمد خان فریدی، تذکرہ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی، ص ۱۹۲- ۱۹۳

۲- ایضاً ، ص ۱۹۴- ۱۹۵

marfat.com

" اے نجم الدین ! اگر تو پہلے دیکھتا تو اس لڑکے کو میرے پاس نہ پاتا ۔ سلطان شرمندہ ہو گیا ۔ اور شیخ کو ایسی باتیں کرنے سے منع کیا ۔ شیخ بجائے شرمندہ ہونے اور بھی جل بھن گیا ۔ "[1]

تیسری بار شیخ نجم الدین نے ایک رقاصہ کے ذریعے ان پرتہمت لگائی ۔ رقاصہ کو رشوت دے کر کہا کہ تم بادشاہ کے پاس ان کی شکایت کرنا ۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا ۔ بادشاہ اس پر ششدر رہ گیا ۔ اس کو یقین تھا کہ محض بہتان ہے ۔ مگر سلطان نے شرعی تحقیقات کی غرض سے محضر طلب کیا ۔ مولانا جمالی کے بیان کے بموجب اس محضر میں اڑھائی سو اولیائے کرام شریک تھے ۔ سلطان نے شیخ نجم الدین کو ثالث مقرر کرنے کو کہا تو اس نے حضرت بہاء الدین زکریا کا نام تجویز کیا ۔ کیونکہ ان کے درمیان پہلے سے لطیف سی شکر رنجی ہو چکی تھی ۔ لیکن جونہی سید جلال مسجد میں داخل ہوئے تو تمام مشائخ ان کی بزرگی اور عظمت سے متاثر ہو کر استقبال کو بڑھے ۔ حضرت بہاء الدین زکریا نے لپک کر ان کی جوتیاں سنبھال لیں ۔ سلطان التمش اس کاروائی کو چشم حیرت سے دیکھ رہا تھا ۔ اس نے کہا صاحبو !

جبکہ امام الاولیاء بہاء الدین زکریا جیسے جلیل القدر ثالث نے سید جلال کی اس قدر توقیر کی ہے ان کی بزرگی میں کلام کرنا دانشمندی سے بعید ہے ۔ پس وہ الزام جو رقاصہ نے سید جلال پر لگایا باطل ہے ۔ لیکن نجم الدین کو اب بھی یقین نہ آیا تو پھر رقاصہ کو بلوایا اس نے بھی تمام ماجرا سچ سچ بتا دیا ۔ "[2]

۱- نور احمد خان فریدی ، تذکرہ حضرت بہاء الدین زکریا ، ص ۱۹۳- ۱۹۵
۲- ایضاً ، ص ۱۹۵- ۱۹۶- ۱۹۷

حضرت بہاء الدین زکریا نے فرمایا کہ نجم الدین اپنے کئے کی خود ہی سزا پائے گا - آپ اس سے درگزر فرمائیں - خواجہ قطب الدین نے شیخ الاسلامی کے بارے میں ایک ایک رات کی مہلت مانگی - اور فرمایا - اے یاران ! میرا مشورہ یہ ہے کہ آج رات استخارہ کیجئے - حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جس کا نام تجویز فرمائیں - اسے شیخ الاسلامی کا منصب دیا جائے - رات کو تمام مشائخ نے استخارہ کیا - آدھی رات تھی کہ سب نے خواب میں دیکھا کہ وہ عرش کے نیچے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے ہیں اور سب کی موجودگی میں حضرت بہاء الدین زکریا کو بلا کر اپنے ہاتھوں سے ایک خلعت پہنائی اور فرمائی - شیخ الاسلامی مبارک سلطان نے بھی خواب میں یہ نظارہ کیا - چنانچہ سب کے کہنے پر حضرت بہاء الدین زکریا نے اس منصب کو قبول کر لیا - [1] یہاں سے حضرت بہاء الدین زکریا اور شیخ جلال الدین تبریزی نے ایک روز جمنا کے کنارے قیام فرمایا - دوسرے دن حضرت بہاء الدین زکریا ملتان کو روانہ ہوئے اور سید جلال تبریزی دہلی سے بدایوں تشریف لے گئے - لیکن پھر حضرت بہاء الدین زکریا اور حضرت جلال الدین کی ملاقات نہ ہو سکی - [2]

۱- نور احمد خان فریدی ، تذکرۂ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی ، ص ۱۹۷ - ۱۹۸

۲- ایضاً ، ص ۱۹۸ - ۱۹۹

شیخ سماء الدین کی سیاسی خدمات

لودھی سلاطین میں سکندر لودھی حضرت سماء الدین کا مرید[1] تھا اور ان کے مرید شیخ جمالی کی صحبت سے برابر فیضیاب رہا اور انہی بزرگوں کے زیر اثر وہ پانچوں وقت کی نماز، باجماعت ادا کرتا - نفلیں پڑھتا تھا - صبح ہونے سے تین گھنٹے پہلے وہ جاگتا تھا - غسل کرتا، تہجد کی نماز پڑھتا اور پھر قرآن کے تین پارے ہاتھ باندھ کر اور کھڑے ہو کر پڑھتا تھا -[2]

مخدوم زادہ شیخ منیرالدین فرماتے ہیں کہ جس زمانےمیں حضرت شیخ قطب عالم سماء الدین شہر بیانہ میں متوطن تھے ایک دن سلطان احمد جلوانی حضرت سماء الدین کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس کے ساتھ سید خوندہ میر رسولدار بھی اور کچھ دوسرے سرداروں کو بھی اندر بلا لیا اور اپنےسامنے بٹھایا اس زمانے میں سلطان حسین جونپوری نے دھلی کو فتح کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا تھا - سلطان احمد جلوانی اس کی مخالفت میں تھا - اس نے حضرت شیخ سماء الدین کے حضور حاضر ہو کر دست بستہ عرض کرنے لگا کہ حضور کی خدمت میں التماس ھے کہ سلطان حسین جونپوری کو آپ کی دعا سے فتح حاصل ہو کہ وہ اعلیٰ مرتبہ بادشاہ ھے - اس بات کو سنتے ھی حضرت کا چہرہ متغیر ہو گیا - فوراً فرمایا کہ اے احمد ! تیرے باپ دادا پر سلطان بہلول لودھی نے نوازشیں کی ھیں اور تو نے بھی اس کا نمک کھایا ھے - تجھ کو یہ معلوم

۱- صباح الدین عبدالرحمن، ھندوستان کے سلاطین،علماء اور مشائخ کے تعلقات پر ایک نظر ص ۹۸

۲- ایضاً ص ۱۰۳

marfat.com

باب سوئم

======

دینی وعلمی خدمات

marfat.com

نہین کہ اپنے حقوق نعمت کو ایک دم خاک مین ملا دئیے - اس وجہ سے کہ نعمت سے انکار کرنا ذلت اور زوال کا سبب ہے - مجھے کیا پڑی ہے کہ ایسے ظالم کے واسطے دعا کرون کہ جس نے ظلم کے ہاتھ بڑھایااور دائرہ عدالت سے قدم باہر رکھ دیا ہے - حالانکہ بہلول لودھی ہمیشہ خدا کی عبادت کرتا ہے اور کبھی زمین عبادت سے سر نہین اٹھایا - جب احمد نے یہ بات سنی تو وہ بہت شرمندہ ہوا اور بیٹھ گیا اس کو یقین ہو گیا کہ سلطان حسین کا دست مراد دامن مقصود تک کسی طرح نہین پہنچ سکتا - آہستہ آہستہ سلطان احمد جلوانی سلطان بہلول لودھی کے ساتھ مل گیا -[1]

حضرت مولانا سماء الدین جب دھلی مین تشریف لائے تو سلطان بہلول لودھی کا زمانہ حکومت تھا - اس کے ساتھ آپ کے پرانے مراسم تھے اور پھروہ علماء اور مشائخ کا بہت زیادہ قدردان تھا - وہ آپ کی آمد سے بہت زیادہ خوش ہوا - فوراً آپ کی خدمت مین حاضر ہوا - اور گران قدر رقم بطور نذرانہ پیش کی - آپ نے وہ تمام رقم فوراً ہی درویشون مین تقسیم کر دی - سلطان بہلول لودھی گاہے گاہے آپ کی خدمت مین حاضر ہوتا رہتا تھا - اور امور سلطنت کی انجام دھی کے سلسلے مین مفید مشورے لیتا تھا -[2]

حضرت شیخ سماء الدین سہروردی سلسلہ کےآخری بڑے بزرگ تھے - ان کی وفات کے بعد سہروردی سلسلہ کے ساتھ ہی عہد سلطنت کو بھی زوال آ گیا - اور مغلیہ دور مین اس

۱- حامد بن فضل اللہ جمالی، سیر العارفین، ص ۲۵۸ - ۲۵۹

۲- نور احمد خان فریدی، تذکرہ قطب الاقطاب رکن الدین ، ص ۲۶۲

marfat.com

سلسلے کے کوئی خاص بزرگ نہیں ہوئے اور چشتی سلسلہ بدستور جاری رہا ۔ سہروردی کی جگہ نقشبندی اور قادری سلسلہ نمایاں ہو گیا ۔

حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی (دینی خدمات)

حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی ہندوستان میں سہروردیہ سلسلے کے موسس اعلی سمجھے جاتے ھیں ۔[1] جب حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی نے دیکھا کہ حاکم سست اور بے پرواہ ہو چکا ھے ۔ اور قرامطہ کی ملحدانہ تعلیم غیر شعوری طور پر عوام کے قلب و دماغ پر چھا رھی ھے ۔ شہر کے مقابلے مین دیہات اس مرض کا زیادہ شکار نظر آیا ۔ اس لئے حضرت نے قرامطہ کے اثر و نفوذ کو مٹانے اور نوع انسانی کو اسلام سے متعارف کرنے کا ایک منصوبہ تیار کر لیا ۔[2] آپ کا دروازہ ہر کہ و مہ کیلئے ہر وقت کھلا رھتا تھا ۔ اس لئے آپ کے ملنے والون مین ہر قسم کے آدمی ہوا کرتے تھے ۔ علماء زہاد اور فقہا بھی فقراء ، مشائخ اور مجذوب بھی ۔ حضرت نے واعظین اور مبلغین کرام کی کئی جماعتین ترتیب دین اور انہیں ایک پروگرام کے ماتحت سندھ اور مکران تک دورہ کرنے پر مقرر فرمایا ۔ کئی جماعتین کشمیر اور دھلی کو روانہ ہوئین ۔ اور کئی افغان قبائل مین حرکت کرنے لگین ۔ حضرت کی آمد سے پہلے سلطان سخی سرور رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغی جماعتین مصروف کار تھین ۔ مگر صحیح قیادت میسر نہ ہونے کے سبب ان مین سستی اور بے راہروی پیدا ہو گئی تھی ۔ حضرت نے ان کی سرپرستی بھی قبول فرمائی ۔ دس دس میلوں کے فاصلے پر ان کی قیام گاھین مقرر ہوئین ۔ جہان سر سبز اور گھنے درختون کے سایہ

۱- ایس ۔ ایم ۔ اکرام ، آب کوثر ، ص ۲۵۸ ۔

۲- نور احمد خان فریدی ، حضرت بہاء الدین زکریا ، ص ۱۱۹- ۱۲۰

marfat.com

طے کئی کئی دنوں تک وعظ و نصیحت کی مجالس گرم رہتی تھیں ۔ سال کے خاتمہ پر مبلغین کے یہ گروہ جو اب تک سنگ اور " جماعت " کے نام سے مشہور تھیں پانچ پانچ سو کی تعداد میں قال اللہ و قال الرسول سے لوگوں کے دلوں کو گرماتے ملتان حاضر ہوتے اور اپنی سالانہ رپورٹ پیش کرتے ۔ دوران سال میں انہیں جتنی بھی دقتیں پیش آتی تھیں وہ بیان کرتے ۔ حضرت بہاء الدین اور ان کے فاضل رفقاء نصرف ان مشکلات کو حل کرتے ۔ بلکہ جہاں جہاں ضرورت محسوس فرماتے وہاں خود بھی تشریف لے جاتے تھے ۔ بالعموم گرمی کے موسم میں سرحد ، کشمیر ، افغانستان ، بخارا اور نیشاپور کی طرف دورہ کرتے اور سردی کے دنوں میں پنجاب ، سندھ اور راجپوتانہ میں اپنے خلفاء اور احباب کے ہمراہ سفر کرتے تھے ۔ ہر منزل پر ایک دو یوم قیام کرکے تبلیغی مجالس ترتیب دیتے ۔ صاحب حال صوفی اور نامور مشائخ اثر میں ڈوبی ہوئی تقریریں کرتے کسی عارف کے قول کے مطابق ع

بات جو دل سے نکلتی ہے اثر رکھتی ہے

ان مجالس میں دلوں کی کائنات ہل جاتی تھی ۔ فولادی طبائع نرم ہو کر موم بن جاتی تھیں ۔ خشونت آمیز نگاہوں سے خشیت الٰہی کی دھاریں پھوٹ پڑتیں ۔ بڑے بڑے سنگدل انسان خدا کے قہر و غضب اور اس کی بے پناہ گرفت سے ڈر کر کانپ اٹھتے ۔ اور بچوں کی طرح بلک بلک کر رونے لگتے ۔ ایک ہی نشست میں صدہا فاسق و بدکار تائب ہو کر قطب و ابدال بن جاتے تھے ۔ یہ تبلیغی گروہ کسی پر اپنے نان نفقہ کا بوجھ نہیں ڈالتے تھے ۔ بلکہ

marfat.com

بہاء الدین کی طرف سے ان کو لاکھوں کا سامان تجارت خرید کر دیا جاتا تھا - محافظ دستہ جنگی مظاہرہ کرکے نوجوانوں کو جہاد کے لئے ابھارتا تھا - حضرات علماء ایک جانب لاکھوں کے ہجوم میں قرآن و حدیث کے وعظ کرتے نظر آتے - دوسری طرف گچھے دار جھاڑیوں میں عارفان حق کا حلقہ دکھائی دیتا - جس میں زنگ آلود دل نہ صرف صیقل ہوتے - بلکہ تزکیہ نفس، استغراق، مراقبہ اور عبادت شرعیہ کے لئے تیار کیا جاتا تھا [1] - صاحب بزم صوفیا لکھتے ہیں - کہ ملتان کی مدت قیام میں نہ صرف ملتان بلکہ سارا ہندوستان حضرت بہاء الدین زکریا کے فیوض و برکات کے انوار سے منور ہو گیا تھا اور ان کا عہد خیر الاعصار کہا جاتا تھا -[2]

شیخ محمد نور بخش سلسلۃ الذہب میں ارشاد فرماتے ہیں :

" حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی قدس سرہ ہندوستان میں رئیس الاولیاء تھے ، علوم ظاہری کے عالم اور مکاشفات و مشاہدات کے مقامات و احوال میں کامل تھے - ان سے اکثر اولیاء اللہ کے سلسلے منتسب ہوئے - لوگوں کو رشد و ہدایت کی تلقین فرمائی اور انہیں کفر سے ایمان کی طرف معصیت سے اطاعت کی طرف اور نفسانیت سے روحانیت کی طرف لائے اور ان کی بڑی شان تھی " -[3]

صاحب سفینۃ الاولیاء کے الفاظ یہ ہیں :

" حضرت بہاء الدین زکریا شیخ الشیوخ سے رخصت ہو کر ملتان آئے اور یہیں

۱- نور احمد خان فریدی ، حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی ص ۱۲۰-۱۲۱-۱۲۲

۲- صباح الدین عبدالرحمن ، بزم صوفیاء ، ص ۹۲

۳- عبدالحق محدث دہلوی ، اخبارالاخیار ، ص ۵۹

marfat.com

توطن اختیار کیا ۔ رشد و ہدایت میں مشغول ہوئے تو بہت سے لوگوں نے ان کی ہدایت کی برکت پائی ۔ اور اس دیار کے تمام لوگ ان کے مرید اور معتقد ہو گئے ۔ اس دیار میں تمام وہد ان ہی کے ہیں "[1]

جب حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی حضرت شیخ الشیوخ کی خدمت میں تھے تو ایک دن حضرت نے ان کو طلب کیا اور ایک کٹا ہوا انار حضرت کے ہاتھ میں تھما کر فرمایا کہ کھا لیجئے ۔ جب بہاء الدین نے وہ انار لیا تو اس میں سے ایک دانہ گر پڑا ۔ آپ نے فوراً اٹھا کر منہ میں ڈال لیا ۔ شیخ الشیوخ نے فرمایا ۔ " بہاء الدین ---- یہ دانہ دراصل دنیا تھی ۔ میں نے چاہا کہ تم اس کے جھمیلے میں نہ پڑو ۔ اس لئے عمداً گرا دیا تھا ۔ لیکن تو اٹھا کر کھا گیا ۔ اب دین و دنیا دونوں تیرے قبضہ میں ہیں ۔ اس کے بعد فرمایا کہ اب تم ملتان میں جا کر سکونت اختیار کرو کہ اس ملک کے باشندوں کی ہدایت تمہارے سپرد کی گئی ہے ۔[2] جب آپ ملتان کی طرف تشریف لا رہے تھے تو راستہ میں آپ کو معلوم ہوا کہ ملتان کے فرمانروا سلطان ناصرالدین قباچہ اور غزنی کے خلجیوں کے مابین لڑائی چھڑ چکی ہے ۔ آگے جانے کا راستہ بند تھا اور لڑائی جاری تھی مگر آپ یہ کیفیت دیکھتے بڑھتے چلے گئے ۔ یہاں تک کہ ایک دن آپ قباچہ کی سرحد پر پہنچ گئے ۔ آپ چند ایام یہاں پر ٹھہرے تو لوگ جوق در جوق رشد و ہدایت کے اس سرچشمہ پر جمع ہونے لگے ۔ ہزاروں فاسق و فاجر آپ کی توجہ سے صراط مستقیم پر گامزن

۱۔ دارا شکوہ ، سفینۃ الاولیاء ص ۱۹۷

۲۔ نور احمد خان فریدی ، حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی ص ۱۰۷

marfat.com

ہوئے اور سینکڑوں نے جنید اور بایزید کا مرتبہ پایا [1]۔

خزینۃ الاصفیاء میں ہے کہ جب حضرت بہاء الدین ملتان میں تشریف لائے اور طالبان حق فوج در فوج حضرت کی خدمت میں حاضر ہونے لگے ۔ تو اکابر ملتان کو آپ کی عالمگیر شہرت پر حسد ہوا ۔ اور دودھ سے بھرا ہوا ایک پیالہ خدمت اقدس میں ارسال کیا ۔ اس سے مطلب یہ تھا کہ " ملتان اس پیالہ کی طرح مشائخ اور علماء سے بھرا پڑا ہے ۔ آپ کی یہاں گنجائش کہاں " ۔ حضرت کے آگے اس وقت گلاب کے پھول رکھے ہوئے تھے ۔ آپ نے ایک پھول اس پیالے میں ڈال کر واپس بھجوا دیا ۔ گویا جواب یہ تھا کہ " اس پھول کی طرح ہم نہ صرف یہاں سما سکتے ہیں بلکہ ہماری شہرت اور نیک نامی یہاں کے جملہ باخدا درویشوں پر غالب آئے گی [2] "۔

حضرت بہاء الدین زکریا کا یہ معمول تھا کہ عصر کی نماز عام مسلمانوں کے ساتھ کندھے سے کندھا ملا کر ادا فرماتے ۔ اس کے فوراً بعد منبر پر تشریف لے جاتے ۔ قرآن و حدیث کا وعظ ہوتا ۔ سامعین کی تعداد سو دو سو نہیں بلکہ ہزاروں تک پہنچ جاتی تھی ۔ وہ چبوترہ جس پر حضرت عصر کے بعد بلا ناغہ وعظ فرمایا کرتے تھے وہ اب تک روضہ مبارک کے مشرق میں واقع ہے [3] ۔ یہ وہ مقام ہے جہاں مشائخ کرام نے حضرت کا وعظ سن کر وجد کئے ہیں ۔ عام

۱- نور احمد خان فریدی ، حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی ، ص ۱۱۵

۲- ایضاً ص ۱۱۷

(جائے من درین شہر بطور یکہ گل بالائے شہر است خواہد بود)

۳- ایضاً ص ۱۲۵

مسلمانوں نے ہدایت پائی اور ہزارہا غیر مسلم دین اسلام سے مشرف ہوئے ہیں ۔ یہی قدسی نفوس علماء مسجدوں کے محراب میں کھڑے ہو کر دعوت عمل دیتے تو افراد قوم میں بجلی کی سی تڑپ پیدا ہوجاتی ۔ بارہا ایسا ہوتا کہ یہی حرب ناآشنا مٹھی بھر مسلمان خطبہ سن کر مسجد سے نکلتے اور سیاسیات عالم کا مہرہ پلٹ کر رکھ دیتے ۔ انہی تاثرات کے پیش نظر شیخ سعدی نے فرمایا تھا :۔

صاحبدلے بمدرسہ آمد ز خانقاہ   بشکست عہد صحبت اہل طریق را

گفتم میان عابد و عالم چہ فرق بود   تا اختیار کردی ازان این طریق را

گفت آن گلیم خویش مے برد ز موج

دین جہد مے کند کہ بگیرد غریق را [1]

حضرت بہاء الدین اپنے عہد کے بہت بڑے عابد بھی تھے اور بے پناہ عالم بھی ۔ حجرہ میں بیٹھ کر ارادتمندوں کو تزکیہ نفس کی تعلیم بھی دیتے تھے ۔ اور مسجد کے محراب و منبر کی زینت بن کر لوگوں کے دلوں کو گرماتے تھے ۔ بسا اوقات ایک ہی نشست میں ہزارہا غیر مسلموں نے دین اسلام قبول کر لیا اور یہ تو روز کا مشاہدہ تھا کہ کوئی نہ کوئی دنیا دار فاسق وعظ سن کر چیخ اٹھتا اور مال و اسباب خدا کی راہ میں لٹا کر حضرت کے خدام میں شریک ہو جاتا ۔[2]

۱۔ نور احمد خان فریدی، حضرت بہاء الدین زکریا ، ص ۱۲۵ ۔ ۱۲۶

۲۔ ایضاً ص ۱۲۶

ایک موقعہ پر حضرت بہاء الدین زکریا نےفرمایا کہ جو شخص تصوف کی دنیا میں داخل ہونے کا آرزو مند ہو اسے چاہئیے کہ سب سے پہلے توبہ کرے اور اپنے دل کو عادات ذمیمہ سے پاک کرے ۔ حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین کے قول کے مطابق وہ عادات ذمیمہ یہ ہیں ۔

غل ، غش ، حقد ، حسد ، حرص ، کبر ، بغض ، ریا ، اور غضب ۔

حضرت زکریا ملتانی نے فرمایا : " کہ جب تک ایک آدمی کو ان اوصاف ذمیمہ سے پاک نہ کرے ، گلیم اور صوف پہننا اسے روا نہیں " ۔[1]

ایک موقعہ پر حضرت بہاء الدین زکریا نے زہد کی تعریف میں فرمایا کہ زہد تین چیزوں کا نام ہے ۔ جس میں یہ نہیں ہیں اسے زاہد کہلانے کا حق نہیں ہے ۔

اول ۔ دنیا کو پہنچاننا اور اس سے مایوس ہونا ۔

دوئم ۔ مولا کی خدمت کرنا اور اس کے حقوق کی نگہداشت کرنا ۔

سوئم ۔ آخرت کی طلب اور اس کے حصول میں لگاتار کوشاں رہنا ۔[2]

اسی طرح کہتے ہیں کہ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی ۱۵ سال تک درس و تدریس میں مشغول رہے اور ہر روز ۷۰ کے قریب علماء اور فضلاء ان سے استفادہ کرتے تھے ۔ لیکن جب حجاز سے بغداد آئے اور شیخ شہاب الدین کی خانقاہ میں ٹھہرے اور ان کے مرید ہو گئے ۔ کیونکہ شیخ کا طریقہ یہ تھا کہ قرآن اور حدیث کے درس و تدریس کے علاوہ اور کچھ نہ کریں ۔

۱- نور احمد خان فریدی ، حضرت بہاء الدین زکریا ، ص ۱۵۳

(تا ازین جملہ اوصاف ذمیمہ صافی نشود پاک نگردد ۔ گلیم و صوف پوشیدن اوازروا نیست)

۲- ایضاً ص ۱۵۳

تو باقی سب کچھ چھوڑ دیا ۔[1]

ایک مرتبہ جب حضرت بہاء الدین زکریا دھلی تشریف لائے تو سلطان شمس الدین التمش کے دربار میں چند علماء اور مشائخ جمع تھے ۔ انہوں نے متفقہ طور پر شیخ الاسلام سے سوال کیا کہ آدمیوں کی نظر کیمیا کیسے ہو سکتی ہے ۔ شیخ الاسلام نے اپنے تھیلے سے سونے کا ٹکڑا نکال کر مور کے حوالے کیا ۔ اور فرمایا بازار سے ایک مجہول مطلق کافر غلام خرید لے آئے ۔ جب غلام آیا تو آپ نے اسے سامنے بٹھایا اور کلمہ توحید پیش کیا ۔ غلام نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گیا ۔

شیخ نے اس کی پشت پر تھپکی لگائی اور فرمایا ۔

" حضرات علماء تجھ سے جس علم کی بابت سوال کریں ۔ جواب دے اور تو بھی ان پر سوال کر ۔ کہ تجھے میں نے اپنی طرف سے مناظر مقرر کیا ہے ۔ "

کشتہ غلام ہر سوال کا شافی جواب دینے لگا ۔ یہاں تک کہ علماء اور مشائخ از خود چپ ہو گئے ۔ اس کے بعد اس غلام نے ان علماء سے ایک سوال کیا جس کا وہ جواب نہ دے سکے ۔ اور اس کشتہ سے کہا کہ آپ ہی اس سوال کا جواب ارشاد فرمائیں ۔ کشتہ نے بحیثیت استاد کے ان سب کو اس کا جواب ذھن نشین کرایا ۔

شیخ الاسلام نے فرمایا کہ آدمیوں کی نظر اس طرح کیمیا کا اثر رکھتی ہے ۔ کہتے ہیں کہ وہی غلام اس طرح کئی سال تک دھلی میں درس دیتا رہا ۔ بڑے بڑے علماء اس کے آگے آ کر

۱- جامی ، نفحات الانس ، ۱۳۳۷ھ ، ص ۵۰۲

گھٹنے ٹیکتے تھے - کسی کو اس کے سوالوں کے جواب کا حوصلہ نہ ہوتا تھا -[1]

حضرت نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں کہ شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کی خدمت میں حاضر ہوئے - اسی وقت مجلس سماع ترتیب دی گئی - دونوں بزرگوار وجد میں آئے - کہتے ہیں کہ آٹھ پہر تک رقص میں مصروف رہے - کسی کو اپنے تن بدن کا ہوش نہ تھا - یہی ایک مصرعہ ورد زبان تھا - ع

حاجی بسوئے کعبہ رود من بسوئے دوست -[2]

حضرت نظام الدین بہاء الدین کے بارےمیں فرماتےہیں :

" حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی نے درویشی کے ستر ہزار علوم طے کر لئے تھے - اور ان تمام پر اپنے عمل کو حد کمال تک پہنچا دیا تھا - انہیں اتنی روحانی قوت حاصل ہو چکی تھی - اگر آسمان کی جانب نظر اٹھاتے، عظمت عظیم بے حجاب مشاہدہ کرتے - اور اگر زمین پر نظر کرتے تو تحت الثریٰ تک کی چیزیں دکھائی دینے لگتیں - بایں ہمہ وہ بارہا فرماتے تھے - کہ درویش کا مرتبہ اس سے بھی ارفع و اعلیٰ ہے - اگر کہہ ڈالوں سننے والوں کا زہرہ آب ہو جائے - یہ تو درویشی کا ادنیٰ درجہ ہے " -[3]

حضرت بہاء الدین اپنے زمانہ کے بہت بڑے عارف تھے - ان کا سینہ بے کینہ بھی

۱- نورالدین احمد خان فریدی، حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی، ص ۲۰۸- ۲۰۹

۲- ایضاً ص ۲۰۹- ۲۱۰

۳- ایضاً ص ۲۶۰- ۲۶۱

marfat.com

عشق الٰہی کی بھٹی بنا ہوا تھا ۔ اگرچہ یاد الٰہی سے آپ ایک لحظہ بھی غافل نہیں ہوتے تھے ۔ حیات طیبہ کا بیشترحصہ عالم صحو میں گذرا ۔ لیکن کبھی کبھی آپ عالم تحیّر میں اس قدر کھو جاتے تھے کہ کئی کئی دنوں تک آپ کو تن بدن کا ہوش نہیں رہتا تھا ۔ ۔[1]

حضرت فریدالدین گنج شکر نے حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی کو کئی مرتبہ اس حالت میں دیکھا ، فرماتے ہیں کہ ایک دن آپ حالت شوق و ذوق میں مستغرق تھے اور ہر بار نئی نئی کیفیت اور حالت پیدا ہوتی تھی ۔ ہائے ہائے کرکے زار زار روتے تھے ۔ اور بے خودی کے اسی عالم میں یہ اشعار پڑھتے تھے ۔۔ ع

با درد بساز چون دوائے تو منم
در کس منگر چون آشنائے تو منم
گر بر سر عشق من کشتہ شوی
شکرانہ بدہ کہ خون بہائے تو منم

سارا دن انہیں ان دو شعروں میں مستغرق رہے کہ دنیا و مافیہا کی خبر تک نہ رہی ۔ ۔[2]

حضرت گنج شکر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ شیخ الاسلام زکریا اپنے محل کے دروازے پر کھڑے تھے ۔ ایک ہاتھ ایک کواڑ پر اور دوسرا دوسرے کواڑ پر تھا ۔ یہ شعر بار بار پڑھتے تھے ۔

۱- نور احمد خان فریدی ، حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی ، ص ۲۳۵ تا ۲۳۶
۲- ایضاً ص ۲۳۶ تا ۲۳۷

کوئی ضمائرسر ما یار دگر

ما هیچ نگردیم خدا مے داند

حضرت گنج شکر فرماتے هین که خدا معلوم وہ کون سی بات تھی جو بار بار آپ سے شعر پڑھواتی تھی ۔[1]

ایک دفعه حضرت گنج شکر اور حضرت بہاء الدین زکریا بغداد کہنه کی مسجد کہف مین بیٹھے تھے چند بزرگ "عشق" کے بارے مین گفتگو کر رهے ۔ ایک صاحب نے کہا :

"عشق ایک سلطنت هے جس کا دارالخلافه شوق هے ۔ اسمین تخت کے اوپر "رضا" کے هاتھ مین نرگس وصال کی ایک شاخ هے جس پر تیغ هجر اور خنجر فراق کا پہرہ هے ۔ اور اگر کوئی ادھر رخ کرتا هے تو اس پر خنجر اور تلوار کے وار شروع هوجاتے هین ۔ اگر ایک دقیقه وصال کا میسر آ جائے تو ان تلواروں اور خنجروں سے سینکڑوں اسرار منکشف هوتے هین[2] ۔ پس اے دوستو ! جسے عشق کی دولت حاصل هے ۔ اگراسے هزار خنجر لگین اور سینکڑوں تلوارین پڑین خواہ هزار دفعه اس کی گردن کاٹین ۔ آہ تک نهیں نکالے گا " ۔

اس کے بعد شیخ الاسلام زکریا ملتانی نے رقت بھری آواز اور انتہائی سوز و گداز سے یه رباعی پڑھی اس کے سننے سے یه دل مین وہ ذوق پیدا هوا که اس کی کیفیت ناقابل بیان هے

۱۔ نور احمد خان فریدی ، حضرت بہاء الدین زکریا ، ص ۲۳۷

۲۔ ایضاً ص ۲۳۷

از سیاست خنجر فراق و تیغ هجران کشیده و یک شاخ نرگس وصال بدست رضا داده و در وصال هر نفسے هزار هزار اسرار ازان تیغ بر مے دارند (خلاصة العارفین) ۔

marfat.com

*
در یار تو اے دوست چنان مدهوشم　　صد تیغ اگر زنی سر نخروشم

* آھے کہ زنم بیاد تو وقت سحـــر　　گر ہر دو جہان دھند واللہ نفروشم [1]

ایک موقع پر حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی نے عشق کی تعریف یہ کی کہ عارف سوائے خدا تعالی کے کسی کو نہ دیکھے - بہشت و دوزخ ، عذاب و ثواب اور مال و منال واصلین حق کے نزدیک ---

اتنا فرمانا تھا کہ آپ پر تحیّر کا عالم طاری ہو گیا - یہ رباعی پڑھتے تھے اور بے تابانہ رقص کرتے تھے -- ع

* آن کس کہ ترا شناخت جان را چہ کنـد　　فرزند و عیال و خانمان را چہ کند

دیوانہ کنی ہر دو جہانش بدھـــی　　دیوانۂ تو ہر دو جہان را چہ کند [2]

آپ کے ساتھ اولیائے کرام کے عشق کی دبی ہوئی چنگاری بھی بھڑک اٹھی تھی - وہ بھی محبت کے ناپیدا کنار سمندر میں کھو گئے - " دیوانۂ تو ہر دو جہان را چہ کند " پڑھتے تھے اور بے اختیار جھوم اٹھتے تھے - [3]

حضرت بہاء الدین خراسان اور بخارا کی تمام درسگاھوں سے استفادہ کے بعد تزکیہ نفس میں مصروف ہوئے اور بیس سال تک لگاتار اس قدر سخت مجاہدہ کیا کہ انکے حالات پڑھ کـر

۱- نور احمد خان فریدی ، حضرت بہاء الدین زکریا ، ص ۲۳۷ تا ۲۳۸

۲- ایضاً　　ص ۲۳۸

۳- منقول از حضرت گنج شکر قدس سرہ العـزیز -

marfat.com

در یار تو اے دوست چنان مدهوشم صد تیغ اگر زنی سر نخروشم

آهے که زنم بیاد تو وقت سحر گر هر دو جهان دهند والله نفروشم [1]

ایک موقع پر حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی نے عشق کی تعریف یہ کی کہ عارف سوائے خدا تعالی کے کسی کو نہ دیکھے - بہشت و دوزخ ، عذاب و ثواب اور مال و منال واصلین حق کے نزدیک ---

اتنا فرمانا تھا کہ آپ پر تحیر کا عالم طاری ہو گیا - یہ رباعی پڑھتے تھے اور بے تابانہ رقص کرتے تھے -- ع

آن کس که ترا شناخت جان را چه کند فرزند و عیال و خانمان را چه کند

دیوانه کنی هر دو جهانش بدهی دیوانهٔ تو هر دو جهان را چه کند [2]

آپ کے ساتھ اولیائے کرام کے عشق کی دبی ہوئی چنگاری بھی بھڑک اٹھی تھی - وہ بھی محبت کے ناپیدا کنار سمندر میں کھو گئے - " دیوانهٔ تو هر دو جهان را چه کند " پڑھتے تھے اور بے اختیار جھوم اٹھتے تھے - [3]

حضرت بہاء الدین خراسان اور بخارا کی تمام درسگاہوں سے استفادہ کے بعد تزکیہ نفس میں مصروف ہوئے اور بیس سال تک لگاتار اس قدر سخت مجاہدہ کیا کہ انکے حالات پڑھ کر

۱- نور احمد خان فریدی ، حضرت بہاء الدین زکریا ، ص ۲۳۷ تا ۲۳۸

۲- ایضاً ص ۲۳۸

۳- منقول از حضرت گنج شکر قدس سرہ العزیز -

marfat.com

حیرت ہوتی ہے ۔ صاحب خلاصۃ العارفین لکھتے ہیں ۔ ایک مرتبہ کسی نے حضرت بہاء الدین سے ان کے مجاہدہ کے بارے میں دریافت کیا ۔ ارشاد ہوا اپنے مجاہدہ اور ریاضت کی کیفیت بیان کرنا مناسب نہیں ۔ کہ اس سے غرور کا اظہار ہوتا ہے اور طالب کو خوف ہوتا ہے کہ کہیں اس کی محنت ضائع نہ ہو جائے ۔ مگر پھر بھی آپ کی خاطر اتنا ظاہر کرنے میں تامل نہیں کرتا کہ یہ فقیر بیس سال کامل ایک چھٹانک پانی اور ایک چھٹانک طعام پر روزہ افطار کرتا رہا ہے ۔ اور یہ ایک ایسا ادنی مجاہدہ ہے کہ جسے ہر مبتدی طبیعت پر غلبہ پانے کے لئے با آسانی کر سکتا ہے ۔ اس کے بعد مجھے حج کعبۃ اللہ کا شوق ہوا اور ہر قدم پر دو گانہ ادا کیا ۔ [1]

حضرت بہاء الدین زکریا نے نصف صدی کے عرصہ میں اس سر زمین کو نہ صرف قرامطہ کے اثرات سے پاک کیا ۔ بلکہ لاکھوں سرکش اور تند مزاج کافروں کو نور ایمان سے مالا مال کرکے مسلمانوں کی " اقلیت " کو " اکثریت " [2] میں بدل دیا ۔ اور وہ لاکھوں خون آشام تلواریں جو سالہا سال تک غزنی کے مجاہدوں سے ٹکراتی رہی تھیں اسلام کی محافظ بن گئیں ۔ [3]

آن دل کہ رم نمودے از خوبرو جوانان

دیرینہ سال پیرے بردش بیک نگاھے [4]

۱۔ (منقول از حضرت گنج شکر قدس سرہ العزیز)
نور احمد خان فریدی ، حضرت بہاء الدین زکریا ، ص ۹۳ ۔

۲۔ یعنی جس اکثریت کی بنا پر پاکستان معرض وجود میں آیا ہے یہ حضرت غوث العلمین کی شرمندہ احسان ہے ۔

۳۔ نور احمد خان فریدی ، حضرت بہاء الدین زکریا ، ص ۸۷

۴۔ ترجمہ ۔ یعنی وہ دل جسے خوبرو نوجوان اپنی طرف مائل نہ کر سکتے تھے ایک دیرینہ پیر مرد نے اسے ایک نظر میں لوٹ لیا ۔

marfat.com

الغرض جب ملت اسلامیہ کے اقتدار کی عمارت گر رہی تھی اس وقت وہی خون آشام تلواریں جو مسلمانوں کو ختم کرنے کے لئے نیام سے باہر نکلی تھیں اب وہی اسلام کی محافظ بن گئیں -- ع

پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانے سے

الغرض مغلوں اور قرامطہ کو اسلام سے متعارف کرانے میں ہمارے شیخ الاسلام کا بڑا حصہ ہے - آپ نے ملت اسلامیہ کی اس وقت نگہبانی کی جب اغیار و اعدا نے اس پر زندگی کی ساری راہیں مسدود کر دی تھیں --[1]

حضرت بہاء الدین زکریا کے بعد ان کے مریدوں نے بھی خوب اسلام کی تشہیر کی - ان میں آپ کے صاحبزادے صدرالدین عارف ، پوتے حضرت رکن الدین ان کے علاوہ سید جلال الدین شاہ سرخپوش بخاری اور سندھ کے لال شہباز قلندر قابل ذکر ہیں -[2] مغربی پاکستان کے اکثر قبیلے حضرت زکریا ملتانی کی تعلیم و تلقین سے مسلمان ہوئے -[3]

حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی کی طبع رسا اور ذہن خداداد کا یہ عالم تھا کہ صرف سات سال کی عمر میں قرآن شریف ہفت قرأت کے ساتھ حفظ کر لیا تھا - آپ کے استاد میرالدین بلخی تھے - قرآن حفظ کرنے کے بعد آپ درسی کتب کی طرف متوجہ ہوئے - اور ابھی

۱- نور احمد خان فریدی ، حضرت بہاء الدین زکریا ، پیش لفظ ، ص ۶

۲- ایس - ایم - اکرام ، آب کوثر ، ص ۲۶۱

۳- عنایت اللہ دہلوی ، دعوت اسلام ، ص ۳۰۰

صرف و نحو کی بحث میں ھی تھے - ۵۷۷ھ میں شیخ محمد غوث نے سفر آخرت اختیار کیا -[1]

ہم حضرت بہاءالدین کی تعلیم تربیت سے یہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ کوٹ کروڑ جو ایک چھوٹا سا قصبہ تھا اس میں بھی قدیم زمانے میں اتنی اچھی درس و تدریس ہوتی تھی جتنی آج بھی نہیں ہے -

حضرت بہاءالدین زکریا کی عبادت کا یہ عالم تھا بقول حضرت نظام الدین اولیاء ایک دن شیخ الاسلام اپنے خلفاء کے ساتھ بیٹھے تھے کہ حضرت ان کی طرف متوجہ ہوئے کہ تم میں سے کوئی ہےجو نماز دوگانہ کی پہلی رکعت میں قرآن مجید ختم کرے ان میں کسی نے بھی اس بات کی طرف توجہ نہ دی اس وقت شیخ آگے بڑھے - پہلی رکعت میں قرآن ختم کیا اور دوسری رکعت میں چار سپارے اور پڑھے اور سلام پھیر کر نماز ختم کی -[2] دوسری رکعت میں سورۃ اخلاص پڑھ کر دوگانہ مکمل کیا -[3]

حضرت بہاءالدین کا یہ معمول تھا کہ نماز تہجد سےفارغ ہونے کے بعد نماز فجر کی سنتوں تک کلام اللہ ختم کر لیا کرتے تھے -[4] - بقول حضرت نظام الدین اولیاء

حضرت بہاءالدین زکریا زیادہ روزے دار نہیں تھے البتہ بے حد عبادت گزار اور احکام الٰہی کی تعمیل کا مجسمہ تھے اور یہ آیت قرآنی پڑھا کرتے تھے -

---

۱- نور احمد خان فریدی، حضرت بہاءالدین زکریا ، ص ۹۰

۲- شیخ جمالی ، سیر العارفین ، ص ۱۶۷ تا ۱۶۸

۳- اعجاز الحق قدوسی، تذکرہ صوفیائے پنجاب ، مطبوعہ کراچی ۱۹۶۲ ، ص ۱۱۹

۴- شیخ جمالی، سیر العارفین ، ص ۱۶۸

marfat.com

كلوا من الطيبات واعملوا صالحاً

اچھی پاک چیزیں کھاؤ اور خوب عمل صالح کرو ۔

اور اسی آیت کے وہ مصداق تھے ۔ ۔[1]

حضرت بہاؤالدین زکریا نے حضرت صدرالدین عارف کو وصیت کی تھی کہ وہ مجذوبوں کو قرآن پڑھا کر ہوش میں لایا کریں ۔۔[2]

حضرت بہاء الدین زکریا کبھی کبھی سماع سے بھی شغل فرماتے تھے ۔ ایک مرتبہ عبداللہ رومی قوال ملتان آیا اور خدمت عالی میں حاضر ہو کر عرض کی کہ اس کا گانا شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی نے شوق کے ساتھ سنا تھا ۔ اور وہ ان کی خدمت میں اکثر حاضر ہوتا رہتا تھا ۔ حضرت نے فرمایا کہ جب شیخ شہاب الدین نے سنا ہے تو زکریا بھی ضرور سنے گا ۔ چنانچہ قوال کو ایک خاص حجرہ میں بلایا گیا ۔ جب رات ایک پہر گزری تو حضرت حجرے میں تشریف لائے اور دو پارے کلام پاک تلاوت کرکے قوال کو سنانے کا حکم دیا اور حجرہ کا دروازہ پر زنجیر لگا دی ۔ قوال نے گانا شروع کیا ۔

مستان کہ شراب ناب خوردند

از پہلوئے خود کباب خوردند

اس شعر کی تکرار سے حضرت بہاء الدین وجد میں آ گئے اور حجرہ کا چراغ گل کر دیا ۔ قوال کا بیان ہے کہ کچھ پتہ نہیں کہ حضرت کا کیا حال تھا ۔ صرف دامن معلوم

۱۔ عبدالحق محدث دہلوی ، اخبار الاخیار ، ص ۵۹

۲۔ محمد قاسم فرشتہ ، تاریخ فرشتہ ، ج ۲ ص ۷۷۰

marfat.com

ہوتا تھا اور کچھ نظر نہ آتا تھا - تھوڑے وقفے کے بعد شیخ باہر تشریف لے گئے - صبح ہوئی تو شیخ نے خادم کے ھاتھ خلعت اور بیس نقرئی ٹنکے بھجوا دیے -[1]

مجمع الاخبار مین لکھا ھے کہ شیخ بہاء الدین زکریا یہ نصیحت فرماتے تھے -

ہر آدمی کے اوپر لازم ھے کہ وہ مکمل سچائی اور خلوص کے ساتھ صرف اللہ کی عبادت کرے - اس کی عبادت مین کسی کو شریک نہ کرے - ذکر اور عبادت الہی مین ایسے مستغرق رھے کہ کسی دوسری چیز کا خیال تک نہ آنے پائے - اللہ تک رسائی کا صرف یہی طریقہ ھے کہ اپنے خیال کو درست رکھو - اپنے اقوال و افعال مین ھر وقت نفس سے محاسبہ کرتے رھو - ضرورت کے وقت بقدر ضرورت قول و فعل کو کام مین لاؤ - ھر قول و فعل سے پہلے اللہ تعالی کی بارگاہ مین التجا کرو - اسی سے ھی مدد کی درخواست کرو تاکہ اللہ تعالی تم کو نیک عمل کرنے کی توفیق دے -[2]

ایک موقع پر آپ نے اپنے مریدوں کو نصیحت کی - تم لوگ ھمیشہ ذکر الہی کرتے رھو - کیونکہ ذکر الہی کی وجہ سے طالب اپنے محب تک رسائی کرتا ھے اور محبت وہ آگ ھے جو سب میل کچیل بھسم کر دیتی ھے اور جب محبت پختہ ھو جاتی ھے تب مشاھدہ مذکورہ کے ساتھ یاد الہی کرنا ذکر الہی ھے اور یہی وہ ذکر ھے جس پر فلاح اور کامیابی کا انحصار ھے جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ھے -

---

۱- صباح الدین عبد الرحمن ، بزم صوفیاء ، ص ۱۰۲ تا ۱۰۳

۲- عبد الحق محدث دھلوی ، اخبار الاخیار ، ص ۵۹ -

واذکروا اللہ کثیر لعلکم تفلحون ۔

بکثرت اللہ تعالی کا ذکر کرو تاکہ تم کامیاب اور فلاح یافتہ ہو جاؤ ۔ ---[1]

آپ نے اپنے ایک مرید کو خط میں لکھا کہ میں نےسنا ہے کہ حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی اپنے پیر و مرشد ضیاء الدین ابوالنجیب عبدالقاہر کے ساتھ حرم کعبہ میں بیٹھے تھے ابوالنجیب پر وجد طاری ہوا وہ اسرار کی دنیا میں تھے کہ اتنے میں حضرت خضر آپ کے پاس آئے لیکن ابوالنجیب ان کی جانب متوجہ نہ ہوئے ۔ حضرت خضر تھوڑی دیر بعد چلے گئے ۔ ابو نجیب جب ہوش میں آئے تو شیخ شہاب الدین نے جرأت کرکے پوچھا پیر و مرشد کوکہا گیا تھا کہ حضرت خضر نبی آپ سے ملنے آئے اور آپ نے ان کی جانب توجہ نہیں فرمائی ۔ یہ سنتے ہی ابوالنجیب کا چہرہ سرخ ہو گیا اور غصہ سے کہا ۔ افسوس ۔ تجھے کیا معلوم خضر آ کر لوٹ گئے تو پھر آ جائیں گے ۔ لیکن وہ ایسا وقت تھا جب کہ میں حق میں مشغول تھا اگر وہ وقت ہاتھ سے نکل جاتا تو پھر ہاتھ نہ آتا اور قیامت تک پشیمانی رہتی ۔ اسی دوران حضرت خضر پھر آئے آپ نے کھڑے ہو کر استقبال کیا اور خاطر تواضع کی اور اسی حوالہ کے ذریعہ ہر مرید کو چاہئیے کہ اپنے وقت کی حفاظت کرے اور اس کی نگرانی کرتا رہے ۔ ۰ ---[2] اور غیر اللہ کو اپنے دل سے دور نکال پھینکے ۔ دنیا والوں سے میل جول کو اپنے اوپر حرام کرے اور ذکر حق میں ہمیشہ مشغول رہے اگر کسی کو ذکر حق سے کوئی تعلق نہ ہو گا تو اللہ تعالی کی بوئے محبت کو

۱۔ عبدالحق محدث دہلوی ، اخبار الاخیار ، ص ۶۰

۲۔ حافظ حبیب الرحمن ، غوث بہاء الدین زکریا سہروردی ملتانی ، ص ۳۱

بھی نہیں سونگھ سکے گا ۔ آپ نے دوسرے مرید کو لکھا کم خوری جسم کی سلامتی ہے ۔ گناہوں سے دور رہنے کے سبب روح کی سلامتی ملتی ہے ۔ اور سرور کائنات پر درود و سلام بھیجنے سے دین کی سلامتی حاصل ہوتی ہے ۔[1]

حضرت بہاء الدین زکریا نے ملتان میں ایک درس گاہ قائم کی جو کسی یونیورسٹی سے کم نہیں تھی ۔ جہاں طالب علموں کو ہر قسم کی مراعات حاصل تھیں ۔[2]

حضرت بہاء الدین زکریا کی روحانی تعلیم سے مراد ترک دنیا نہ تھی ۔ بلکہ دنیا میں رہ کر دنیاوی کاروبار کرتے ہوئے ہر وقت اللہ تعالی کی طرف متوجہ رہنا تھا ۔ اور ہر کام کو بخوبی انجام دینا ہی اطاعت الہی تھا ۔ اسی اصول کے تحت آپ اکثر فارغ التعلیم طالب علموں کو اخلاق اور روحانی تعلیم سے آراستہ کرکے تجارت کا سامان دے کر دور دراز علاقوں میں روانہ کرتے اور انہیں اس بات کی تاکید کرتے کہ تجارت کے اصل مال کی رقم کو کبھی خرچ نہ کرنا ۔ اور جس قدر منافع ہو اس میں گزارہ کرنا اور تبلیغ اسلام ہمیشہ ادا کرتے رہنا ۔[3] اسی طرح جماعت بندی کی تبلیغ کے لئے اپنے مریدوں کو دیہاتوں اور دور دراز شہروں میں روانہ کرتے ۔ اس طرح آپ کے مرید اور خلفاء پورے برصغیر میں پھیل گئے ۔ اور تبلیغ اسلام کا فریضہ سرانجام دینے میں مشغول ہو گئے ۔ جس کے خاطر خواہ نتائج برآمد ہوئے اور دور دراز علاقوں کے غیر مسلم حلقہ بگوش

۱- الف ۔ عبدالحق محدث دھلوی ، اخبار الاخیار ، ص ۲۱ - اور
ب ۔ صباح الدین عبدالرحمن ، بزم صوفیاء ، ص ۱۰۵

۲- حافظ حبیب الرحمن ، غوث بہاء الدین زکریا سہروردی ملتانی ، ص ۱۳

۳- ایضاً ص ۱۵

اسلام ہو گئے ۔ بہار ۔ بنگال ۔ برما ۔ ملایا اور انڈونیشیا تک میں اشاعت اسلام زیادہ تر حضرت بہاء الدین زکریا کے مریدوں ، خلفاء اور طالب علموں کے ذریعے ہوئی ۔ ۔[1]

حضرت بہاء الدین نے اپنے مریدوں کے لئے اوراد کے نام سے ایک مبسوط و دستور العمل مرتب فرمایا تھا ۔ جس میں حضرت نے متعلقین کے لئے ایک روشن اور واضح راہ متعین کر دی ہے ۔ اگر سالک ان چالیس شرائط پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرے تو " جمال یار " کا نصیب ہونا مشکل نہیں رہتا ۔ حضرت کی اصل عبارت جو فارسی میں تھی ، میسر نہیں آ سکی ۔ مرور زمانہ سے وہ گنج " شایگان " رائگان ہو گیا ہے ۔ ترجمہ موجود ہے ۔ وہ چالیس شرائط مندرجہ ذیل ہیں ۔

۱۔ حضرت نے فرمایا ۔ کہ سالک کو چاہئیے کہ ایسی نیت سے غسل کرے گویا یہ اس کا آخری غسل ہے اور وہ مردہ ہے ۔ جیساکہ مشائخ کا قول ہے کہ مرید کے واسطے خلوت نشینی لازم ہے اور وہ لذات دنیوی کو ترک کرکے اپنے آپ کو مردہ تصور کرتے ہوئے غسل کرے اور یہ خیال کرے کہ میں خداوند کریم کے دست رحمت سے غسل کرتا ہوں ۔ جیساکہ غسّال مردہ کو غسل دیتا ہے ۔

۲۔ حضرت نے فرمایا ۔ کہ سالک کو چاہئیے کہ اپنے دل میں نیت کرے کہ میں نے خلق خدا کو بہت تکلیف دی ہے اور اب اس حالت اعتکاف میں خلق میرے شر سے امن میں رہے ۔

۱۔ حافظ حبیب الرحمن ، غوث بہاء الدین زکریا سہروردی ملتانی ، ص ۱۵ تا ۱۶

دل مین یہ نیت نہ ہو کہ اس اعتکاف سے مین اپنے آپ کو خلق خدا سے بچا کر رکھون ۔ اور ان کے شر سے محفوظ رہون ۔

۳- اعتکاف حجرہ یا مسجد مین کرے ۔ قرآن شریف مین آیا ھے :

و انتم عاکفون فی المساجد یعنی " تم مسجدون مین اعتکاف کرو " ۔

۴- حضرت نے فرمایا ۔ سالک کو چاھئیے کہ اعتکاف کی حالت مین اھل و عیال سے دور رھے ۔ کہ یہ موجب فتنہ ھین ۔

انما اموالکم و اولادکم فتنة

۵- حضرت نے فرمایا کہ سالک کو چاھئیے کہ ماسوای اللہ ھر قسم کے تفکرات اور وساوس کو دور کر دے ۔ اللہ تعالی فرماتے ھین ۔ واذکر ربک اذا نسیت ۔ یعنی جب تو ماسوای اللہ کو ترک کر دے تو اپنے اللہ کا ذکر کرے !۔

تانکہ بجز روئے تو جائے نگرانند

کو تہ نظر انند چہ کوتاہ نظر انند

۶- حضرت نے فرمایا ۔ سالک کے لئے ضروری ھے کہ ھمیشہ کلمہ طیبہ کا ذکر جاری رکھے ۔ اللہ تعالی فرماتے ھین (ترجمہ) یعنی اے ایمان والو خدا سے ڈرو اور کلمہ شریف لا الہ الا اللہ کا ورد کرو ۔۔ ع

۱- نور احمد خان فریدی، حضرت بہاء الدین زکریا ، ص ۲۹۴ - ۲۹۵

[ ]

* رفتم بطبیبے کہ ز حق آگاہ است
بر تخت ولایت حقیقت شاہ است

گفتم کہ دوائے دل بیمارم چیست
خوش گفت کہ لا الہ الا اللہ است

۷- حضرت نے فرمایا کہ سالک کو چاہئیے کہ قدرت الہی کا مشاہدہ کرے - اور اس میں غور و فکر کرے - جیساکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ارشاد ہے - کہ ایک گھڑی کا سوچنا اور غور و فکر کرنے ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے --ہ

* باھو کہ ذکر و فکر نمودند ز ابتداء

ذکرش چو شہد آمد و فکرش چو انگبین

۸- کھانے میں احتیاط اور اعتدال چاہئیے - یعنی نہ بہت زیادہ کھائے اور نہ بہت کم - کیونکہ اگر بہت کم کھائے گا تو کمزوری کے سبب عبادت نہیں کر سکے گا - جیساکہ اللہ تعالی کا فرمان ہے یعنی کھاؤ اور پیو مگر اسراف نہ کرو -

۹- حضرت نےفرمایا - ہمیشہ حلال کھائے اور حلال پہنے - جیساکہ ارشاد الہی ہے - (ترجمہ) یعنی جو ہمیشہ حلال کھاؤ اور جو شخص چالیس یوم کسب حلال سے لقمہ کھاتا ہے اللہ تعالی اس کے دل کو منور فرماتے ہیں - اور اس کےقلب سے زبان کی طرف حکمت کے چشمے جاری ہوجاتے اور لباس --- بہترین لباس جو تمہارا ہونا چاہئیے - وہ پرہیزگاری ہے -

---

۱- نور احمد خان فریدی، حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی ،ص ۲۹۵- ۲۹۶-۲۹۷

marfat.com

۱۰- حضرت نے فرمایا کہ اعتکاف بیٹھنے سے پہلے اپنے شیخ طریقت سے اجازت ضروری ہے - جیساکہ ارشاد الہی ہے یعنی اے مسلمانو - خدا سے ڈرو اور ہمیشہ صادقین (اولیائے کرام) کی رفاقت اختیار کرو -

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں -

شیخ طریقت اپنی قوم میں ایسا ہے جیسا نبی اپنی امت میں ہوتا ہے - اور جس کا مرشد نہیں وہ گمراہ ہو جاتا ہے -- ع

* شیطان آنکس کہ بعالمش نباشد پیرے

از قول نبی مرید شیطان باشد

۱۱- حضرت نے فرمایا - ہمیشہ وضو سے رہنا چاہئیے -

* با وضو باش در همه اوقات　　تا ترا نور دل قرین باشد

بر وضو کس مواظبت نکند　　غیر مومن که پاک دین باشد

یعنی وضو مومن کا ہتھیار ہے اور وہ اس کے طفیل جن اور شیاطین کے شر سے محفوظ رہتا ہے -

۱۲- فرمایا - بیحد نہ کرنا اور اپنا پہلو زمین پر نہ لگانا -

* در خواب مشو که خواب با مرگ است جفت

از خواب کسے را گل شادی نشگفت

۱- نور احمد خان فریدی، حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی، ص ۲۹۷- ۲۹۸- ۲۹۹

marfat.com

بر خیز و نماز کن بدرگاہ خدا

کاندر لحد تنگ بسے خواھی خفت

۱۳- حضرت نے فرمایا : معتکف کو چاھئیے کہ ھمیشہ روزہ دار رھے جیساکہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد ھے :

و لا اعتکاف الا بصوم ولا اعتکاف الا فی مسجد جامع

یعنی " روزہ کےسوا اعتکاف درست نہیں " " اور اعتکاف ھمیشہ جامع مسجد میں ھونا چاھئیے ۔

۱۴- آگے حضرت نے فرمایا ۔ پانچوں وقت نماز کا با جماعت ادا کرنا اعتکاف کی نہایت ضروری شرط ھے ۔ چنانچہ ارشاد ھوتا ھے وارکعوا مع الراکعین ۔ یعنی " نماز با جماعت ادا کرو " ۔

۱۵- حضرت نے فرمایا ۔ کہ معتکف کو چاھئیے کہ وہ دانائی حاصل کرے تاکہ اس کے ذریعے حق و باطل میں تمیز کر سکے ۔

۱۶- معتکف کولازم ھے کہ دنیا کی فضول باتوں سے ھمیشہ اجتناب کرے اور خاموشی کو اپنا وطیرہ بنائے کیونکہ ارشاد الٰہی ھے ۔

ترجمہ ۔ انسان جو کلام کرتا ھےاور جو کچھ بولتا ھے اسے اس کا جواب دہ ھونا پڑے گا ۔ کیونکہ اس کی زبان پر پہرے دار مقرر ھیں " ۔

۱- نور احمد خان فریدی ، حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی ، ص ۲۹۹-۳۰۰

یعنی مطلق خاموشی بھی درست نہیں ۔ معتکف کو چاہئیے کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر سے زبان بند نہ کرے ۔

۱۷- معتکف کو چاہئیے کہ جائے اعتکاف سے سوائے حاجت انسانی (بول و براز) کے باہر نہ آئے اور اگر بلا عذر شرعی باہر چلا آئے گا تو اس کا اعتکاف نہیں رہے گا ۔

۱۸- ہمیشہ اپنی نظر اور معبود ذہنی عقبی ہی کی طرف رکھے اور دنیائے دون کی طرف رغبت نہ کرے ۔

۱۹- معتکف کو چاہئیے کہ دنیا کے عیش و آرام اور فانی نعمتوں سے مجتنب رہے اور ارشاد ہوتا ہے " یعنی جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ تو فنا ہو جائے گا اور جو اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے ۔

۲۰- اپنے دل کو فضولیات سے پاک کرے جیسا کہ اللہ تعالی فرماتے ہیں " کیا اللہ تعالی اپنے بندوں کے لئے کافی نہیں ہے ؟ " ۔

۲۱- معتکف کو لازم ہے کہ دنیا سے کنارہ کشی اختیار کرے ۔ جیسا کہ آنحضرت کا ارشاد ہے جو لوگ دنیا سے کنارہ کشی اختیار کرتے ہیں اور آخرت کے شائق ہیں ۔ وہ قیامت کے دن امن میں ہوں گے ۔

۱- نور احمد خان فریدی ، حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی ، ص ۳۰۰-۳۰۱

marfat.com

۲۲- معتکف کو ہمیشہ یاد حق میں مصروف رہنا چاہئیے - اللہ تعالی فرماتے ہیں :

" میرے بندوں کا خاصہ ہے کہ " وہ ہر وقت مجھے یاد کرتے ہیں - خواہ قیام

قعود میں ہوں خواہ لیٹے ہوں " -- ع

ہر آن کہ غافل از حق یک زمان است

دوران دم کافر است آما نہان است

۲۳- طالب مولی کو چاہئیے کہ تلاوت قرآن پر مداومت کرے - ارشاد ہوتا ہے : " یہ قرآن مجید ایسا راستہ دکھاتا ہے جو نہایت سیدھا اور مستقیم ہے " - آنحضرت فرماتے ہیں کہ " قرآن مجید اور روزے قیامت کے دن شفاعت کریں گے " -

۲۴- طالب مولی کے لئے لازم ہے کہ نفع و نقصان اور خیر و شر میں خداوند کریم کی تقدیر پر شاکر رہے اور رضائے الہی کو پیش نظر رکھے - اللہ تعالی کا ارشاد ہے ، یعنی " اے بندو ! اگر تم شکر کرو گے تو میں تمہیں اور زیادہ دوں گا " -

حدیث قدسی میں ہے کہ " نعمت کا عطا کرنا ہمارا کام ہے شکر کرنا تمہارا -

۲۵- طالب مولی کو چاہئیے کہ اپنا سر ننگا نہ رکھے - بلکہ اسے ڈھانپ کر رکھے -

۲۶- معتکف کے لئے ضروری ہے کہ سر منڈوائے اور موئے لب سنت کے مطابق رکھے -

۲۷- پاؤں ننگا رکھنا مناسب نہیں - جوتے کا استعمال ضروری ہے -

۱- نور احمد خان فریدی ، حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی ، ص ۳۰۱-۳۰۲

۲۸- طالب مولی کو مناسب ہے کہ آسمان کی طرف نگاہ نہ کرے اور اوپر کو نہ دیکھے
ایک صاحب دل کا مقولہ ہے ۔ ع

سالکان از بار اندوہ بر نمی دارند سر

یعنی سالک بار اندوہ سے سر نہیں اٹھاتے ۔

۲۹- معتکف کو چاہئیے کہ ایسے مشاغل اور تعلقات ترک کر دے جو اس کے اور محبوب حقیقی کے درمیان حجاب کا باعث بنتے ہیں ۔

۳۰- معتکف کو چاہئیے کہ وہ اپنے آپ کو عجب اور تکبر سے بچائے رکھے جیساکہ شیخ شہاب الدین عمر سہروردی نے فرمایا کہ انسان میں یوں تو عیب بہت ہیں مگر سب سے بڑا عیب یہ ہے کہ اپنی اطاعت پر گھمنڈ اور غرور نہ کرے ۔

۳۱- طالب مولی کو چاہئیے کہ خلوت دین کی سلامتی کے واسطے اختیار کرے نہ کہ شہرت اور ناموری کے واسطے ۔

۳۲- حضرت نے فرمایا ۔ کہ تقدیر الٰہی پر کوئی اعتراض یا نکتہ چینی نہیں کرنی چاہئیے ۔ جیساکہ ارشاد ہوتا ہے " جوشخص میری تقدیر پر راضی نہیں ہوتا ۔ اور میری بلا پر صبر نہیں کرتا اور میری نعمتوں پر شاکر اور میری عطیات پر قانع نہیں ہوتا ۔ اس آدمی کو چاہئیے کہ کوئی اور خدا تلاش کرے " ۔

۳۳- ایسے وساوس اور خطرات کو جو آفت میں ڈالنے والے ہیں دل سے نکال دے ۔ کیونکہ

۱- نور احمد خان فریدی، حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی، ص ۳۰۲

جب تک انسان کا دل غیر سے خالی نہیں ہو گا خدا کا ذکر اس میں ہرگز اثر پیدا نہ ہو گا ۔

۳۴- جمعہ بالالتزام ادا کرنا چاہئیے ۔

۳۵- معتکف کو لازم ہے کہ کلمہ استغفار بلا ناغہ پڑھا کرے ۔

۳۶- موت ہمیشہ پیش نظر رہے ۔ حدیث میں آیا ہے یعنی " ہر چیز کی اصل اور فرع ہوتی ہے ۔ عبادات کی اصل اور جڑ موت کو یاد رکھنا ہے ۔ اور اس کی فرع طاعت ہے ۔ اسی طرح گناہوں کی جڑ موت کا بھلا دینا ہے اور اس کی شاخ گناہ اور عصیان ہے ۔

۳۷- سالک کو چاہئیے کہ ہمیشہ عذاب الٰہی سے خائف رہے ۔ اور اگر یہ اس سے محبت رکھے ۔

۳۸- معتکف کو لازم ہے کہ محبوب حقیقی کے دیدار کا آرزومند اور اس کی رحمت کا طلبگار رہے ۔

۳۹- بول و براز کے متعلق جو آداب مقرر ہیں ۔ ان کا بھی خیال رکھے ۔

۴۰- ضروری ہے کہ خلوت میں بھی ادب پیش نظر رہے ۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص بے ادب ہے اسے شرف حاصل نہیں ہو گا ۔ یعنی ادب میں

۱- نور احمد خان فریدی ، حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی ، ص ۳۰۲- ۳۰۳ ، ۳۰۴ ، ۳۰۵

عزت ہے ۔

بے ادب مرد کے شود قہر — گرچہ او را جلالت نسب است

✳ ادب تا جاست از لطف الٰہی — بنہ بر سر برو ہر جا کہ خواہی

✳ با ادب باش تا بزرگ شوی — کہ نتیجۂ بزرگی ادب است ۱

ایک روایت کے مطابق قرآن پاک کا ایک قلمی نسخہ حضرت بہاء الدین زکریا کے دست مبارک کا لکھا ہوا ہے ۔ نور احمد خان فریدی کے مطابق رسم الخط تو چھٹی صدی ہجری کا معلوم ہوتا ہے لیکن اس میں حضرت کے دستخط یا کوئی ایسی تحریر نہیں مل سکی ۔ جس سے اس دعوی کی توثیق ہو سکتی ہو ۔۔

اسی طرح العزیز بہاول پور کے شمارہ فروری ۱۹۴۵ء میں ایک مضمون شائع ہوا تھا ۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت بہاء الدین نے سید علی ہجویری کی مشہور عالم تصنیف "کشف المحجوب" کو بھی اپنے ہاتھوں سے سپرد قلم کیا تھا ۔ یہ قیمتی نسخہ پیر زادہ مولوی محمد حسین صاحب اے ۔ ایم مترجم عجائب الاسفار کے کتب خانہ میں موجود تھا ۔

۱۔ نور احمد خان فریدی، حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی، ص ۳۰۵ ۔

قاضی حمیدالدین ناگوری کی دینی خدمات

قاضی حمیدالدین ناگوری اپنےزمانے کے مشہور صوفی اور عالم تھے اور ان کی تصانیف حلقۂ مشائخ مین بہت عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھی جاتی تھین ۔ شیخ نظام الدین اولیاء نے ایک بزرگ کا قول نقل کیا ھے کہ وہ اپنے شاگردون سےقاضی حمیدالدین ناگوری کی تصانیف کے متعلق فرمایا کرتے تھے ۔

" تم جو کچھ پڑھتے ھو، اس مین موجود ھےاور جو تم نہین پڑھتے وہ بھی ان کتابون مین ھے جو کچھ مین نے پڑھا ھے وہ بھی ان مین ھےجو مین نے نہین پڑھا ، وہ بھی ان مین ھے ۔ "[1]

حضرت حمیدالدین ناگوری سماع کے بڑے دلدادہ تھے ۔ ان کی وجہ سے دھلی مین سماع کی محفلین برابر ھوتی رھتین تھین ۔ سلطان شمس الدین التتمش کے دربار کے مفتیون کو یہ بدعت پسند نہ تھی ۔ اس لئے انہون نے التتمش پر زور دے کر قاضی حمیدالدین ناگوری کو ایک محضر مین دربار طلب کیا اور جب قاضی حمیدالدین تشریف لائے تو التتمش کھڑا ھو گیا اور ان کے ھاتھوں کو بوسہ دیا اور اپنے قریب بٹھایا ۔[2] اور جب بحث شروع ھوئی تو حضرت حمیدالدین ناگوری نے بہت ھی موثر انداز مین کہا کہ یہ اھل قلم کے لئے حرام اور اھل حال

۱۔ امیر حسن سجزی ، فوائد الفواد ، ص ۲۲۱

۲۔ عصامی ، فتوح السلاطین ، ص ۱۱۹
اور فوائد الفواد ، ص ۲۲۱

کے لئے مباح ھے - اس بحث سے التمش تو مطمئن ھو گیا لیکن دربار کے مفتی قائل نہ ھوسکے -[1]
اس کے بعد انہوں نے سلطان کو وہ وقت یاد دلایا جب بغداد میں محفل سماع منعقد کی تھی
اور اس نے تمام رات مشائخ کی خدمت میں گزار دی تھی اور اسی رات خوش ھو کر انہوں نے
کہا تھا :-

در آں ترا ملک ھندوستان
بدادند ز آں چاکری عارفان

التمش کو وہ وقت یاد آ گیا اور وہ قاضی کے قدموں میں گر پڑا - قاضی حمیدالدین
ناگوری نے اپنے قوال محمود سے کچھ اشعار سنوائے پھر التمش قاضی صاحب کے ساتھ ان کی
خانقاہ میں گیا اور محفل سماع منعقد کی اور دعوت کا بھی انتظام کیا -[2]

حضرت شیخ نصیرالدین محمود اودھی سے منقول ھے کہ سلطان شمس الدین التمش
کے زمانے میں حضرت خواجہ بختیار اوشی کی وفات کے بعد دھلی میں خشک سالی ھو گئی اور غلہ
بہت گراں ھو گیا - خلق خدا بہت پریشان ھوئی اور بہت سے لوگ بھوکوں مرنے لگے - سلطان
شمس الدین التمش نے اپنے ایک معتمد سے کہا کہ شہر میں جتنے بھی درویش اور اللہ والے ھیں،
ان کو میرا سلام نیاز پہنچاؤ اور یہ عرض کرو کہ جنگ و جدل اور ظالموں اور کافروں کا دفع کرنا

۱- صباح الدین عبدالرحمن ، ھندوستان کے سلاطین ، علماء اور مشائخ کے تعلقات پر ایک نظر
ص ۱۸۱

۲- عصامی - فتوح السلاطین ، ص ۱۱۹

marfat.com

شیخ شہاب الدین جگجوت

شیخ احمد شرف الدین کے نانا شیخ شہاب الدین جگجوت سہروردی سلسلہ کے مشائخ میں تھے، آبائی وطن کاشغر تھا - ہندوستان تشریف لائے اور موضع جھٹلی میں قیام فرمایا جو پٹنہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے - شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کے مریدین میں سے تھے - زہد و ورع اور استقامت میں پایۂ بلند رکھتے تھے اور اسی وجہ سے جگ جوت (دنیا کی روشنی) کے لقب سے مشہور تھے - ان کی ایک صاحبزادی کے بطن سے شیخ احمد شرف الدین پیدا ہوئے اور دوسری صاحبزادی سے شیخ احمد چرم پوش جیسے نامور مشائخ پیدا ہوئے - آپ حسینی سادات میں سے تھے - اس طرح شیخ احمد شرف الدین کا سلسلہ مادری سادات میں سے تھا [1]

۱- سید ابوالحسن علی ندوی ، تاریخ دعوت و عزیمت ، جلد سوم ، ص ۱۲۸

مولانا فخرالدین عراقی

مولانا فخرالدین حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی کے خواہر زادہ تھے ۔[1] ہمدان کے ایک گاؤں باکو نجان میں پیدا ہوئے ۔ پانچ سال کی عمر میں پڑھنے بیٹھے اور نو مہینے میں پورا کلام پاک حفظ کر لیا ۔ ہمدان کے لوگ ان کی خوش گلوی پر فریفتہ تھے ۔ اس کے بعد علوم متداولہ کی تحصیل میں مصروف ہوئے اور سترہ سال کی عمر میں معقولات و منقولات پڑھ کر فارغ ہو گئے ۔[2]

مولانا جمالی کی روایت کے مطابق ہمدان اور صاحب خزینۃ الاصفیاء کی تحقیق کے مطابق دمشق میں آپ فارغ التحصیل ہو کر مدرس مقرر ہوئے ۔ آپ کی قابلیت اور تبحر علمی کا بڑا شہرہ تھا ۔ دور دور سے طالبان علم و ادب آپ سے استفادہ کرنے کیلئے دمشق آ رہے تھے ۔ اہل بلدیہ اور شیخ المکتب کو آپ کی ذات پر ناز تھا ۔ عالم فاضل ہونے کے علاوہ آپ بہت پُر شاعر بھی تھے ۔ اور یہ چیز اکتسابی نہیں دھبی تھی ۔ زبان میں کافی سوز و گداز تھا ۔ مناظروں میں جب آپ اپنا کلام سنانے کھڑے ہوتے ۔ ہر طرف سے تحسین و آفرین کے ڈونگرے برسنے

۱۔ محمد قاسم فرشتہ ، تاریخ فرشتہ ، جلد دوم بمبئی ۱۸۳۲ء ص ۷۶۱
فرشتہ اور خزینۃ الاصفیاء کے مصنف مفتی غلام سرور کے علاوہ کسی نے شیخ کا خواہر زادہ نہیں لکھا ۔ یہ رشتہ مجہول ہے ۔ اس پر کافی لے دے ہو چکی ہے۔ کیونکہ سنین کا فرق ہے ۔

مفتی غلام سرور لاہوری ، خزینۃ الاصفیاء ، ص ۳۱ ۔ ۳۲

۲۔ نور احمد خان فریدی ، تذکرہ حضرت بہاء الدین زکریا ، ص ۱۵۸

لگتے تھے - الغرض آپ قابل رشک زندگی بسر کر رہے تھے [1] کہ ایک ایسا سانحہ درپیش آیا - جس نے آپ کی دنیا ہی بدل ڈالی - صاحب بزم صوفیا لکھتے ہیں کہ ایک دن آپ مدرسہ میں درس دے رہے تھے کہ دفعۃً قلندروں کی ایک جماعت پہنچی اور آپ کو دیکھ کر یہ غزل پڑھنے لگے --

ما رخت ز مسجد بخرابات کشیدیم   خط بر ورق زهد و کرامات کشیدیم

در کوئی مغان در صف عشاق نشستیم   جام از کف رندان خراجات کشیدیم

از زهد و مقامات گذشتیم که بسیار   کاس لقب از زهد مقامات کشیدیم

ان اشعار کو سنتے ہی مولانا عراقی پر وجد کا عالم طاری ہو گیا - قلندروں کی جماعت میں ایک صاحب جمال لڑکا بھی تھا - شیخ کی نظر اس پر پڑی تو سو جان سے فدا ہو گئے - درس و تدریس کا سلسلہ بھی ختم ہو گیا اور قلندر زادہ اگر ذرا بھی اوجھل ہوتا تو قیامت برپا ہوجاتی - شیخ سیماب وار تڑپنے لگتے - اور پھر قلندروں دمشق کو چھوڑ دیا - اور آپ بھی ان کے پیچھے پیچھے چل پڑے - قلندروں نے جب یہ حال دیکھا تو کہنے لگے کہ اگر آپ بھی چارابرو کا صفایا کرا لیں - تو ہم آپ کو ساتھ لے چلنے کو تیار ہو جائیں گے - شیخ نے فوراً ہی کپڑے پھاڑ ڈالے - عمامہ سر سے اتار پھینکا - اور ان کا روپ دھار کر قلندروں میں جذب ہو گئے --ء

چہ خوش باشد کہ دلدارم تو باشی

ندیم و مونس و یارم تو باشی [2]

۱- نور احمد خان فریدی، تذکرہ حضرت بہاء الدین زکریا، ص ۱۵۸

۲- ایضاً، ص ۱۵۹- ۱۶۰

جب یہ قلندر ملتان پہنچے اور حضرت شیخ الاسلام کی سرائے میں بوریہ بستر پھیلا کر پڑ رہے ۔ حضرت غوث کی جب نظر ان پر پڑی تو مولانا عراقی کو اس ہیئت میں دیکھ کر متعجب ہوئے ۔ اپنے مقرب خاص شیخ عمادالدین سے فرمایا :

* " درین جوان استعداد تمام یافتم او را این جا می باید بودن " ۔[1]

مولانا عراقی نے بھی غوث العلمین کی کشش محسوس کی اور قلندروں سے کہا ۔

* " بر مثال مقناطیس که آهن را کشد ، شیخ مرا جذب می کند و مقید خواهد کرد ۔ اینجا زور تر می باید رفت " ۔[2]

چنانچہ ایک رات سخت آندھی چلی اور مولانا عراقی کی قسمت میں ہدایت مقدر ہو چکی تھی ۔ اس لئے حضرت غوث العلمین کی خانقاہ پر حاضر ہو گئے ۔ حضرت غوث العلمین نے لپک کر عراقی کو گلے لگا لیا ۔ حضرت کے سینہ بے کینہ سے مس ہونا تھا کہ قلندر زادے کا خیال دل سے محو ہو گیا ۔ اور اس کی محبت کی جگہ عشق حقیقی کی آگ بھڑک اٹھی ۔ حضرت اپنا لباس پہنا کر مولانا عراقی کو اپنے خلوت خانہ کے قریب ایک حجرہ میں لے گئے ۔ تاکہ مخلوقات سے علیحدہ ہو کر طاعت الٰہی میں مصروف رہے ۔ وہیں دس ایام اطمینان سے گذرے ۔ گیارھویں روز ان پر ایک عجیب کیفیت طاری ہو گئی ۔ وہ روتے تھے اور یہ غزل پڑھتے تھے ۔۔ ۃ

* نخستیں بادہ کاندر جام کردند ز چشم مست ساقی وام کردند

۱۔ سعید نفیسی کلیات عراقی دیباچہ دیوان ، تہران ۱۳۳۵ ش ص۵

۲۔ ایضاً ص ۵

* چو بے خود خواستند اهل طرب را — شراب بے خودی در کام کردند

* برائے صید مرغ جان عاشق — ز زلف فتنه جویان دام کردند

به عالم هر کجا رنج و بلا بود — بهم بردند و عشقش نام کردند

چو خود کردند را ز خویشتن فاش

عراقی را چرا بدنام کردند [1]

حضرت بہاء الدین زکریا کے ارادتمندوں نے مولانا کی نغمہ سرائی پر اعتراض کیا تو حضرت نے فرمایا ۔ " شما را زین چیزها منع است او را منع نیست " ۔ آپ نے آخری شعر پر کمال خوشنودی کا اظہار کیا ۔[2]

ایک دن شیخ عمادالدین شہر میں گزرے تو انہوں نے رندوں کو مندرجہ بالا غزل چنگ و چغانہ سے گاتے سنا تو واپسی پر حضرت غوث العالمین کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ اور تمام واقعہ ان کے گوش گزار کیا ۔ اس پر حضرت بہاء الدین زکریا نے پوچھا کیا سناتھا ؟ انہوں نے کہا

* چوں خود کردند راز خویش راز فاش

عراقی را چرا بدنام کردند [3]

یہ سن کر حضرت بہاء الدین زکریا نے فرمایا :

* " کار عراقی تمام شد " ۔

۱۔ منقول از تذکرہ دولت شاہ ، ص ۲۱۶

۲۔ عبدالرحمن جامی ۔ نفحات الانس ، ص ۵۲۲

۳۔ سعید نفیسی ، دیباچہ کلیات عراقی ، تہران ۱۳۳۵ ش ، ص ۷

حضرت بہاء الدین فوراً عراقی کے حجرے میں گئے اور فرمایا

* "عراقی ! مناجات در خرابات مے کنی - بیروں آ"

مولانا عراقی حجرے سے باہر نکلے اور حضرت بہاء الدین زکریا کے قدموں میں گر پڑے اور بچوں کی طرح بلک بلک کر رونے لگے - حضرت نے اپنے دست حق پرست سے ان کا سر اٹھایا اور اپنے سینہ کے ساتھ لگایا - عراقی نے اس وقت ایک غزل کہی جس کا مطلع یہ تھا -؎

* در کوئے خرابات کسے را کہ نیاز است

ہشیاری و مستش ہمہ عین نماز است

حضرت بہاء الدین زکریا نے اس وقت اپنا خرقہ اتار کر انہیں پہنایا اور اس مجلس میں اپنی صاحبزادی سے شادی کر دی -[1]

مولانا عراقی کا شیخ الاسلام کی صاحبزادی سے ایک فرزند پیدا ہوا تھا - جس کا نام حضرت بہاءالدین زکریا نے کبیر الدین رکھا تھا - اس نے نہ صرف حضرت کی آغوش شفقت میں تربیت پائی بلکہ نانا بزرگوار کا مرید بھی ہوا اور خرقہ خلافت بھی حاصل کیا -[2]

بقول نفحات الانس پچیس برس اور بقول خزینۃ الاصفیاء بیس برس تک مولانا عراقی حضرت کی خدمت اقدس میں رہے -[3] عراقی کی اولاد آج بھی موجود ہے - یہی وہ عراقی ہے جس پر اہل ایران فخر کرتے ہیں - اور عراقی کو فارسی کا صف اول کا غزل گو شاعر تسلیم کیا جاتا

۱- سعید نفیسی ، دیباچہ کلیات عراقی، تہران ۱۳۳۵ ش ، ص ۷

۲- نور احمد خان فریدی ، تذکرۂ حضرت صدرالدین عارف ، ص ۱۱۲

۳- ایضاً ، ص ۸۶

marfat.com

ہے ۔ مولانا عراقی نے حضرت بہاء الدین زکریا کی مدح میں ایک قصیدہ لکھا جو درج ذیل ہے --[1]

راهبر اصفیا پیشرو اولیا | هم کنف انبیا صاحب حق کامیاب
شیخ شیوخ جهان قطب زمین و زمان | غوث همه انس و جان مقتبس مالک آفتاب
ناشر علم الیقین کاشف عین الیقین | واجد حق الیقین هادی مهدی خطاب
مفضل فاضل پناه عالم عالم نواز | مکمل کامل صفات عالی عالی جناب
پیرس اگر در جهان کیست امام الانام | نشنوی از آسمان جز زکریا جواب
نیستی از مستحیل از پس آل رسول | آمدی از حق یقین وحی بدو صد کتاب
در نظر همتش دو جهان نیم جو | در کف دریا وشش هفت فلک یک حباب [2]

ایک موقعہ پر حضرت بہاء الدین زکریا کی خدمت میں قصیدہ لکھا وہ اس طرح ہے --

خاک رو بیم از سر کولیش بجا ادب وفا | در بماند گردگی، از دیده او رانم زنم
پای چون روح القدس بر دیده صوت نهم | آتشی از سوز دل در ستگر آدم ز نیم
خرمن هستی بباد بی نیازی در دهم | دست در فتراک صاحب همت اعظم ز نیم
شیخ ربانی بهاء الحق والدین آنکه ما | بوسه بر خاک دوش چون قدوسیان پردم ز نیم [3]

۱۔ حافظ حبیب الرحمن ، غوث بہاء الدین زکریا سہروردی ملتانی ص ۲۷

۲۔ سعید نفیسی ، کلیات عراقی ، تہران ۱۳۳۵ ، ص ۲۲- ۲۵

۳۔ ایضاً ، ص ۲۴

ایک اور موقعہ پر حضرت بہاء الدین زکریا کی خدمت میں قصیدہ لکھا ۔

*- خاص حق قدوس صاحب قدوس بہا الاسلام | غوث دین رحمت عالم زکریا بنیند
زدہ بابند سرا پردهٔ او در ملکوت | هم نشیندش ملک العرش تعالی بیند
سبحه اش نور و مصلاش ردای رحمان | سبحهٔ بحر طهورش متوضا بنند
خاک پایش بتبرک همه در دیده کشند | تا مگر از مددش نور مجلد بیند
قطب وقت اوست همه عالم از و آموده | بر دوش زبده ابدالی تولد بنند
خوبرویان بجهان شیخ هم او را دانند | در جهان نیست جز شیخ دگر تا بینند [1]

فخرالدین عراقی کے ممدوحین میں شیخ بہاء الدین زکریا، صدرالدین قونوی، اور شیخ حمیدالدین احمد الواعظ شامل ہیں ۔ انہوں نے شیخ عزیز الدین الحاجی کی مدح میں بھی قصیدہ لکھا ہے۔ کعبہ معظم اور توحید پر بھی قصائد لکھے ہیں ۔ قصائد اور قطعات میں ان کی ملتان سے دلبستگی کا پتہ بھی چلتا ہے ۔ ان کے اشعار سے " همه اوست " کی بو بھی آتی ہے ۔

* که همه اوست هر چه هست یقیں
جان و جانان و دلبر و دل و دین

ان کی غزلیات میں خاص حلاوت پائی جاتی ہے ۔[2]

۱- سعید نفیسی ، کلیات عراقی ، ص ۳۱

۲- ایضاً ص ۷۵

مولانا عراقی نے حضرت بہاء الدین زکریا کی وفات پر جو مرثیے لکھے ھیں ان میں ان کے ٹوٹے ہوئے دل کی دھڑکنیں سنائی دیتی ھیں - اور انھیں اشعار سے ان کے اپنے مرشد کے ساتھ لگاؤ اور عقیدت کا پتہ چلتا ھے - اور یوں معلوم ھوتا ھے کہ انہوں نے یہ مرثیے کی بجائے اپنے خون جگر سے لکھے ھیں - ایسا معلوم ھوتا ھے کہ مولانا نے اپنی چیخوں کو اعجازی طور پر اشعار کی صورت دے دی ھے - ان کے پڑھنے سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ھوجاتی ھے کہ عراقی سیدنا بلال کی طرح محبوب کی جدائی کو برداشت نہ کر سکا اور بدل بریان و بدیدۂ گریان دیار حبیب سے رخصت ھو گیا --[1]

مرثیہ

٭ کارم از دست رفت و دست از کار

دیدہ بے نور ماند و دل بے یار

دل فگارم ، چرا نگریم خون ---

درد مندم ، چرا ننالم زار --

خاک بر فرق سر چرا نکنم

چون نشویم بخون دل رخسار

یار غارم ز دست رفت دریغ

ماندم افسوس یائے بودہ مار

١- نور احمد خان فریدی ، تذکرہ حضرت صدرالدین عارف ، ص ٨٨- ٨٩

آفتابم ز خانه بیرون شد

منم امروز و وحشت شب تار

چون ننالم چرا نگریم زار

چون نه جویم جوی نه بینم یار

خود همه خون گریستی بر من

بودی او چشم بخت من بیدار

روشنائی دیده رفت افسوس

منم امروز و دیده خون بار

آنچنانم که دشمنم چو بدید

زار بگریست بر دل من زار

خاطر عاشقی چه سان باشد

هم دل از دست رفته هم دلدار

سوختم ز آتش جدائی او

مرهم نیست جز غم و تیمار

کارم از گریه راست می نشود

چکنم چیست چارهٔ این کار

دلم از من بسی خراب تر ست

خاطر از جگر کباب تر ست

marfat.com

۲

* دوش پرسیدم از دل غمگیں

بے رخ یار چونی اے مسکیں

دل بنالید زار و گفت مپرس

چه دهم شرح ، حال خود مے بیں

چون بود حال ناتوان مورے

قصّه
که کند قصبه کعبه از در چین

زیر چنگ آردش دمے سیمرغ

بردش بر تر از سپهر برین

باز سیمرغ بر برد بهـوا

مانند او اندران مقام حزین

مدم آن مور آنک آن سیمرغ

مرغ عرش آشیان صدره نشین

آنک کرد از قفس چنان پرواز

کاثرش در نهافت روح امین

چون بگردش نمے رسد جبریل

چه عجب گر بماندش برزمیں

marfat.com

* زہبدار بشکند قفس سیمرغ

بے صدوق قدر یافت در زمیں

چون نگنجید زیر نہ پردہ

شد بسرا پردہ زد نعلیین

از حدودصفات بیرون شد

و اندر قطار ذات گشت مکیں

او روان‌کردہ سوئے رضوان انس

باز شوقش طپان چو روح قدس

-۳-

* شاید از شود در جہان فگنیم

گریہ بر پیرو بر جوان فگنیم

رستخیزی ز جان بر انگیزختم

غلغلے در ہمہ جہان فگنیم

بر فروزیم آتشے ز درون

شورے در جہانیان فگنیم

سنگ بر سینۂ لحظہ زنیم

خاک بر سر زمان زمان فگنیم

* آب حسرت روان کنیم ز چشم

سیل خون در حصار جان فکنیم

غرق خونیم خیز تا خود را

زین خطرگاه بر کران فکنیم

قدمی بر هوا نهیم مگر

خویشتن را بر آسمان فکنیم

از پی جست وجوی او نظری

در ریاض خوش جهان فکنیم

ور نیابیم در مکان او را

خویشتن را بلا مکان فکنیم

مرکب عشق زیر ران آریم

رخت زان سوی کن فکان فکنیم

پس در آن بارگاه عزت و ناز

عرضه داریم از زبان نیاز

marfat.com

۲

---

* کان تمنائے جان حیران کو

آرزوئے دل مریدان کو

ما همه عاشقیم ، دوست کجا ست

دردمندیم جمله ، درماں کجاست

گرد میدان قدس بر گردیم

کاخر آن شهسوار میدان کو

پس ز اوجا نیان خبر پرسیم

کای ندیمان خاص ، سلطان کو

پیش مرغان عرش لا به کنیم

کافر این تخت را سلمان کو

شاهباز فضائے قرب کجاست

آفتاب سپهر عرفان کو

پو تر آفتاب سرمدم

در سرائے حدوث تابان کو

چند اشارات خود صریح کنیم

غوث دین ، قطب چرخ ایمان کو

marfat.com

* خاتم اولیا امام زمان

مرشد صد هزار حیران کو

روضهٔ حق بهاء عالم قدس

زکریا ندیم رحمان کو

چه عجب گر بگوش جان همه

آید از غیب سر این کلمه

۵

----

* کین دم آن سرور شما با ماست

انک امروز دست او بالا ست

دستگاهش یمین لم یزلست

رتبتش بر ترا ز قیاس شما ست

منزلش صحن قاب قوسین است

مجلس او بساط او ادنی ست

در هوائی هویتش جولان

در سرائی حقیقتش ماو است

هر دو عالم درون قبضه اوست

مار او در درون صفحهٔ ماست

marfat.com

* گرچه در جائے نیست لیک ز لطف

هر کجا کش طلب کنی آنجاست

دیده باید که جان تواند دید

ورنه او در همه جهان پیداست

در جهان آفتاب تا بانست

عیب از بوم و دیدۂ عمیاست

هر که خواهد که روئے او بیند

گو، ببیں روئے جان اگر بیناست

دیدۂ روح بین بدست آید

گر ترا آرزوئے مولاناست

آنک او را میان جان جوئیم

چون بیا بیم پیش او گوئیم

--٦--

* کائے گرفته ولایت از تو نظام

چون نبوت بمصطفے شده تمام

دیده مصطفے بتو روشن

شادمان از تو انبیائے کرام

هم تو متبوع اولیاء بقدم

هم تو مرغوب انبیاء بمقام

دل ابدال چاکر سوز جان

جان او تادت از دو دیدهٔ غلام

بے تو ما بے مراد مانده و تو

یافته از مراد خود همه کام

هیچ باشد که از فراموشی

یاد آری در آن خجسته مقام

چه شود گر کند در آن حضرت

ناقصے را عنایت تو مقام

چه کم آید که از شفاعت تو

کار بے چارهٔ شود بنظام

ای رخت تاب آفتاب ازل

روشن از تو تصور دار السلام

ذره بے تاب مهر چون باشد

همچنا نیم بے رفت و سلام

گرچه سهلست این ، بیا بنیوش

مهری ، از لطف عیب ذره بپوش

marfat.com

۷

* بر تو انوار حق مقرر باد

حسن او در تو هر دم اظهر باد

بتجلی ذات طلعت تو

چون دلت لحظ لحظ انور باد

در طرب خانهٔ وصال قدیم

هر زمانت سرور دیگر باد

ز انعکاس صفائے آب رخت

منظر قدسیان منور باد

در پشم ایاض انفاست

جان روحانیان معطر باد

بجمالت که مجمع چشمت

دیدهٔ جان ما منور باد

درحهٔ روضهٔ منور تو

رشک گلزار خلد از هر باد

مهر سعادت که حاصلست ترا

دوستان ترا میسر باد

marfat.com

* هر دو فرزند تو که او تا رند
هر یکے غوث هفت شور باد
قطب شان صدر صفه ملکوت
که مقامش ز عرش بر تر باد
بر سر کوئے هر یکے گردون
چون عراقی کمینه چاکر باد [1]

اس مرثیه سے همین مولانا عراقی کے حضرت بہاء الدین زکریا کے ساتھ عقیدت اور لگاؤ کا پته چلتا هے - جب حضرت بہاء الدین زکریا کی وفات هوئی تو اس کے بعد ان پر کیف و سکر کا عالم طاری هو گیا - اور وہ مضطرب الحال هو کر اپنے جذبات کا اظہار شعر و شاعری مین کرنے لگے جس کو حضرت بہاء الدین زکریا کے دوسرے مریدون نے اپنے مرشد کے طریقے اور مسلک کے خلاف سمجھتے تھے - شیخ فخرالدین نے یه محسوس کیا تو اس منصب سے علیحدہ هو کر عدن کی طرف روانه هو گئے ۔ [2]

مولانا جامی کے بیان کے مطابق شیخ بہاء الدین زکریا انهین سجادہ بنانا چاهتے تھے - جبکه سہروردی سلسلے کی جو تاریخین فارسی اور اردو زبانون مین ملتی هین ان مین سے ایک بھی ایسی نهین هے جس مین مولانا عراقی کی بابت یه امر درج هو - جبکه سیرت کی کتابون مین جو

۱- نور احمد خان فریدی ، تذکرہ صدرالدین عارف ، ص ۸۹ تا ۱۰۲

۲- صباح الدین عبدالرحمن ، بزم صوفیاء ، ص ۱۵۷

کچھ ملتا ھے اس سے اس دعوی کی تردید ھوتی ھے ۔[1]

مولانا جمالی مولانا جامی کے ھم عصر ھیں لیکن انھوں نے بھی اپنی کتاب میں مولانا عراقی کی بابت جو کچھ لکھا ھے اس سے مولانا جامی کے بیان کو تقویت نہیں پہنچتی ۔ مولانا جمالی لکھتے ھیں کہ جب حضرت بہاء الدین زکریا نے مولانا عراقی کو دوسرا رشتہ دینا چاھا تو شیخ صدرالدین نے حضرت کو منع کیا اور عرض کہ :

" میں نے شیخ فخرالدین کو ایک دن خانقاہ کی سرائے میں کھڑا دیکھا کہ پیراھن سے ھوا لے رھا تھا اور نسیم صبا سے محظوظ ھو رھا تھا ۔ جس شخص میں کہ حظ نفس کا مادہ اس قدر موجود ھو حضرت کا اس کے نکاح میں اپنی صاحبزادی کا دے دینا قطعی نامناسب ھے " ۔

شرف دامادی اپنی جگہ بہت بڑا اعزاز تھا ۔ لیکن کیا منصب سجادگی اس سے زیادہ اھم نہیں تھا ؟ جب حضرت بہاء الدین زکریا انھیں دوبارہ دامادی میں لینے پر تیار نہ ھوئے ، تو پھر سجادگی کا اھم منصب انھیں کیسے عنایت کر سکتے تھے ۔[2]

چنانچہ آپ ملتان کو چھوڑ کر عدن کی طرف روانہ ھو گئے ۔ عدن کا تاجدار ان کی شہرت سن چکا تھا اور وہ علماء اور صلحاء کی ایک بہت بڑی جماعت کے ساتھ استقبال کو آیا ۔ اور شاھی محل میں ٹھہرایا ۔ بہت عزت کی جب عراقی کے حج پر جانے کا ارادہ ظاھر کیا تو وہ بھی ساتھ ھی تیار ھو گیا ۔

۱- نور احمد خان فریدی ، تذکرہ صدرالدین عارف ، ص ۱۰۵

۲- ایضاً ، ص ۱۰۵ - ۱۰۶

marfat.com

لیکن مولانا عراقی بغیر اس کو اطلاع کیے ارض مقدس کی طرف چل دیا ۔ عدن کا حاکم بھی آپ کے پیچھے ہی آیا مگر راستہ سے واپس مڑ گیا ۔[1]

ابھی مولانا عراقی وادی یلملم میں ہی تھے کہ ان پر روحانی کیفیات طاری ہو گئیں ۔ احرام باندھتے وقت ان جذبات نے اشعار کی صورت اختیار کر لی ۔ اور طویل قصیدہ لکھا جس کا مطلع یہ تھا ۔

اے جلالت فرش عزت جاوداں انداختہ

گوئے در میدان وحدت کامراں انداختہ [2]

مکہ میں مولانا عراقی نے جب خانہ کعبہ کو دیکھا تو دو قصیدے لکھے :

(۱) تعالی من تو حد بالکمال

تقدس من تفرد بالجلال

(۲) حبذا صفہ بہشت مثال

کہ بود آسمانش صف نعال

مدینہ منورہ میں جا کر شاعر کے قلب و دماغ کی عجیب کیفیت تھی ۔ رات بھر کیف و سرور کے عالم طاری رہا اور پانچ قصیدے وہاں لکھے جن کے مطلع یہ ہیں :

۱- نور احمد خان فریدی ، تذکرہ صدرالدین عارف ، ص ۱۱۲- ۱۱۳

۲- ایضاً ، ص ۱۱۳

(۱) عاشقان چون بر در دل حلقهٔ سودا زنند

آتش سودائے جانان در دل شیدا زنند

(۲) شہبازم و چو صید جہان نیست در خورم

ناگہ بود کہ از کف ایام بر پسرم

(۳) اے رخت مجمع خیال شدہ

مطلع نور ذوالجلال شدہ

(۴) راہ باریک است و شب تاریک و مرکب لنگ و پیر

اے سعادت رخ نمائے واے عنایت دستگیر

(۵) دل ترا دوست تر ز جان دارد

جان ز بہر در میان دارد [1]

مدینہ منورہ سے مولانا قونیہ پہنچے یہاں محی الدین ابن العربی کے خلیفہ اور صاحب سجادہ شیخ صدرالدین قونوی سے ملاقات ہوئی[2] - شیخ صدرالدین قونوی کو شیخ فخرالدین کے ساتھ بڑی عقیدت اور محبت تھی اور دن بدن بڑھتی جا رہی تھی - صدرالدین قونوی فصوص الحکم کا درس دیا کرتے تھے اور عراقی درس سننے کے بعد "لمعات" لکھا کرتے تھے جب یہ مکمل کر لی تو صدرالدین کی خدمت میں پیش کی - انھوں نے حرف بحرف پڑھی کتاب کو چوما اور آنکھوں سے

۱- سعید نفیسی ، دیباچہ دیوان کلیات عراقی ، ص ۹

۲- نور احمد خان فریدی ، تذکرہ صدرالدین عارف ، ص ۱۱۵

لگایا - اور کہنےلگے کہ فخرالدین تو نے " مردان حق " کا راز فاش کر دیا ھے - اور حقیقت میں تمہاری لمعات فصوص الحکم کا خلاصہ ھے [1] - قونیہ میں حضرت فخرالدین بہت مقبول تھے اور بہت سے لوگ انکے مرید اور معتقد تھے - انکے معتقدوں میں شمس الدین پروانہ جیسا امیر بھی شامل تھا - اس نے آپ کے لئے توقاۃ میں خانقاہ بنوا دی تھی - آپ مولانا کے ھاں سماع میں بھی شامل ہوا کرتے تھے - قونیہ میں ان کی ملاقات مولانا جلال الدین رومی سے بھی ھوی [2] -

فخرالدین عراقی سماع سے خاص شغف رکھتے تھے - قونیہ میں ایک بار حسن قوال نے تین روز متواتر محفل سماع گرم رکھی تھی [3] - ایک مرتبہ پھر تین روز تک سماع جاری رکھنے کا ذکر ملتا ھے [4] -

کلیات عراقی مطبوعہ تہران در سنہ ۱۳۳۵ شمسی سعید نفیسی کے صفحات ۳۲۷ - ۳۶۱ تک کتاب لمعات پھیلی ہوئی ھے - اس میں مختصر سے دیباچہ کے بعد ۲۸ لمعات دیے ھیں - ان میں " عشق " کے موضوع پر لکھا ھے - اور بزرگوں کے اقوال سے اپنے خیالات کی تائید کی ھے - لمعہ اول کی ابتدا ان الفاظ سے ھوتی ھے -- اشتقاق عاشق و معشوق از عشقت و عشق در وخود از یقین منزہ و در حریم عین خود از بطون و ظہور مقدس ، بلی بہر اظہار کمال ، از آن روی کہ عین ذات خودست و صفات خود را در آئینہ عاشقی و معشوقی بر خود عرضہ کرد و حسن

۱- سعید نفیسی ، دیوان دیباچہ ، کلیات عراقی ، ص ۱۰

۲- ایضاً ص

۳- ایضاً ص ۱۱

۴- ایضاً ص ۱۲

خود را بر نظر خود جلوه داد ، از روی ناظری و منظوری نام عاشقی و معشوقی پیدا آمد ـ لغت طالبی و مطلوبی ظاهر گشت ، ظاهر را بباطن نمود و آوازه عاشقی برآمد ، باطن را بظاهر بهار است نام معشوق آشکار گشت ـ

قطعـه :

✳ یک عین متفق که جزو زره ای نبود
چون گشت ظاهر این همه اغیار آمده
ای ظاهر تو عاشق و معشوق باطنت
مطلوب را که دید طلب گار آمده ؟ [1]

✳ لمعه سوم

عشق هر چند خود را دایم بخودی دید ، خواست که در آئینه جمال معشوقی خود مطالعه کند ، نظر در آئینه عین عاشق کرد ، صورت خودش در نظر آمد [2]

✳ لمعه چهارم

غیرت معشوقی آن اقتضا کرد که عاشق غیر او را دوست ندارد و بغیر او محتاج نبود ، بود [3]

۱- سعید نفیسی ، کلیات عراقی ، ص ۳۲۹

۲- ایضاً ص ۳۳۱

۳- ایضاً ص ۳۳۲

لمعه ششم ـ *

نهایت این کار آنست که محب محبوب را آئینه خود بیند و خود را آئینه او [1]

لمعه ۱۵

محب سایهٔ محبوبست ، هر جا که رود در پی او رود ، مصرع ـ سایهٔ از نور کی جدا باشد ؟ [2]

لمعه ۲۰

عشق سلطنت و استغنا بمعشوق داد و مذلت و اختصار بعاشق ، عاشق مذلت از عزت عشق کشد ، نه از عزت معشوق ، [3]

لمعه ۲۷

عاشق را طلب شهود بهر فناست از وجود ، دایم قدم در عدم از بهر آن زند که در حال عدم آسوده بود ، هم شاهد بود ، و هم مشهود [4]

لمعه ۲۱

عاشق باید که بی غرض با معشوق صحبت دارد . خواست از میان بردارد و کار بمراد او گذارد و ترک طلب کند ، چه طلب او سد راه اوست [5]

۱ـ سعید نفیسی ، کلیات عراقی ، کتاب لمعات ، تهران ۱۳۳۵ ش ـ ص ۳۳۵
۲ـ ایضاً ص ۳۳۵
۳ـ ایضاً ص ۳۵۱
۴ـ ایضاً ص ۳۵۹
۵ـ ایضاً ص ۳۵۳

marfat.com

لمعہ ۲۲

شرط عاشق آنست کہ هر چہ معشوق دوست دارد، او نیز دوست دارد و اگر همہ بعد و فراق بود و غالباً محبوب فراق و بعد محب خواهد تا از جفا می او بناہ بعشق برد ۔ النار سوط یسوق اهل اللہ الی اللہ اشارت بخیر چینی تواند بود ۔ پس محب بعد دوست باید داشت و بفراق تن در داد ..[1]

لمعہ ۲۳

عشق آتشیت کہ چون در دل افتد، هر چہ در دل یابد همہ را بسوزاند ۔ تا حدی کہ صورت معشوق را از دل محو کند[2]

لمعہ ۲۶

محب چون خواهد کہ مراقب محبوب باشد، چارہ او و آن بود کہ محبوب را بهر چشمی مراقب باشد و بهر نظری ناظر، چہ او را در هر عالمی صورتیست و در هر صوتی وجهی ۔ پس در همہ اشیاء ظهور او مراقب باشد[3]

فخرالدین عراقی کے شمس الدین محمد صاحب دیوان برادر عطا ملک جوینی سے روابط تھے ۔ اور عراقی نے "عشاق نامہ" یا "دہ نامہ" اسی کےلئے ھی لکھا تھا ۔

عراقی کی صاحب دیوان کیوجہ سے منگول شہزادہ قنقور بای سے بھی ملاقات ھوئی وہ

۱- سعید نفیسی ، کلیات عراقی ، کتاب لمعات ، تہران ۱۳۳۵ ش ۔ ص ۳۵۴
۲- ایضاً ص ۳۵۵
۳- ایضاً ص ۳۵۷

اباقا خان کا بھائی تھا (ھلاکو خان کا نواں بیٹا)

دہ نامہ یا عشاق نامہ ۶۸۰ کی تالیف ھے ۔[1]

اس کا منظوم انگریزی ترجمہ
The song of lovers
کے نام سے پروفیسر آربری نے کلکتہ سے ۱۹۳۹ میں شائع کرایا ھے ۔

فخرالدین عراقی نے عشاق نامہ صدیقہ سنائی کے وزن پر لکھا تھا ۔ عباس اقبال لکھتے ھیں کہ عراقی کے اشعار میں معرفت ھی معرفت ھے اور انھیں پڑھنے سے بڑا لطف اور ذوق پیدا ھوتا ھے اور بڑی روانی کے ساتھ ان کو گایا جا سکتا ھے اس کی تصانیف میں عشاق نامہ کے علاوہ کلیات غزل قطعات عراقی ھیں ۔[2]

فخرالدین عراقی کی طبیعت میں بہت وارفتگی پائی جاتی تھی ایک روز خبر ملی کہ شیخ پہاڑ کے دامن میں مقیم ھیں امیر معین الدین کچھ دوستوں کے ساتھ وھاں پہنچا ۔ وھاں اس نے عجیب حالت دیکھی ۔ شیخ برف کے تودوں پر ننگے پاؤں اور ننگے سر رقص میں مصروف تھے ۔ اور ان کا بدن پسینہ سے شرابور تھا ۔ جذب کے عالم میں شعر کئے جا رھے تھے ان میں ایک شعر یہ بھی تھا ۔

در جام جہان نمائے اول
شد نقش ھمہ جہان مثل

۱- سعید نفیسی ، دیباچہ ، کلیات عراقی ، ص ل

۲- عباس اقبال ، تاریخ مفصل ایران ج اول ، تہران ۱۳۱۲ ص ۵۳۸

امیر وہاں ادب کے ساتھ بیٹھ گئے جب شیخ عالم صحو میں آئے تو ان کی منت سماجت کرکے شہر میں لے آیا ۔[1]

جب معین الدین پروانہ کو قتل کیا گیا تو عراقی نے روم کو چھوڑ دیا اور شام و مصر کی طرف چلے گئے ۔[2] جب عراقی مصر کے سلطان کے پاس پہنچے اور اس کے ساتھ ساری باتیں کہیں تو وہ اس قدر رویا کہ زندگی بھر میں اتنا نہ رویا ہو گا ۔ ان کی سفارش پر معین الدین پروانہ کے بیٹے تو بھی قید سے رہا کیا اور شیخ الشیوخ بنا دیا گیا ۔ اور شہر میں منادی کرا دی دوسرے روز ایک ہزار کے قریب صوفی اور علماء اکٹھے ہوئے ۔ ان کا جلوس نکالا ان کے علاوہ بھی پیدل چل رہے تھے ان کو خلعت بھی پہنایا گیا ۔[3] مصر کے سلطان نے اس کا بیحد احترام کیا اور اور عراقی کے علم و عرفان کا اس قدر گرویدہ ہو گیا کہ مصر کے علماء کو سلطان کی طرف سے حکم ملا کہ عراقی کا درس ہفتہ میں ایک بار ضرور سنا کریں ۔[4] سلطان کا حکم تھا کہ شیخ جس وقت تشریف لانا چاہیں انہیں بلا روک ٹوک آنے دیا جائے چنانچہ سلطان کا حکم تھا کہ اگر وہ حرم میں سو رہا ہو تو بھی شیخ آنے کی فوراً خبر دی جائے ۔[5]

مصر کا سلطان ملک ظاہر رکن الدین بیبرس بند قداری تھا ۔ وہ دانشمندوں اور زاہدوں کا بڑا قدردان تھا ۔ خانقاہ بیبرسیہ بھی اس نے بنوائی تھی ۔ اس نے مصر کے مشائخ کی

۱۔ نور احمد خان فریدی ، تذکرہ حضرت صدرالدین عارف ، ص ۱۲۰ - ۱۲۱

۲۔ عباس اقبال ، تاریخ مفصل ایران جلد اول تہران ۱۳۱۲ش ، ص ۵۲۸

۳۔ سعید نفیسی ، دیباچہ دیوان کلیات عراقی ، ص ۱۷

۴۔ حافظ حبیب الرحمن ، غوث بہاء الدین زکریا سہروردی ملتانی ، ص ۲۷

۵۔ سعید نفیسی ، دیباچہ دیوان کلیات عراقی ، ص ۱۸

marfat.com

پیشوائی عراقی کو دی تھی ۔[1]

کچھ ہی عرصہ بعد شیخ کی طبیعت مصر سے بھی اکتا گئی ۔ اور انہوں نے دمشق جانے کا ارادہ کیا ۔ سلطان نے روکنا چاہا ۔ مگر وہ نہ رکے اور بغیر اطلاع ملک شام کو چل پڑے ۔[2]

مصر کے سلطان نے ملک الامراء کو اطلاع دی کہ شیخ مصر سے دمشق پہنچ رہے ہیں ۔ وہاں شہر کے جملہ مشائخ اور علماء کے ساتھ ان کا استقبال کرو ۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا ۔ دمشق میں آتے ہوئے ابھی چھ ہی ماہ ہوئے تھے کہ ملتان سے صاحبزادہ کبیرالدین بھی ان سے آملے ۔ دمشق میں ہی ان کا وقت آخر آگیا ۔[3]

وفات کے دن فرزند جگر بند کو طلب کرکے وصیت کی اور یہ آیت پڑھی ۔[4]

یوم یفر المرء من اخیه و امه و ابیه و صاحبته و بنیه لکل امری منهم یومئذ شان یغنیه ۔

(ترجمہ) جس روز آدمی اپنے بھائی سے اور اپنی ماں سے اپنے باپ سے اپنی بیوی سے اور اپنی اولاد سے بھاگے گا ان میں سے ہر شخص کو ایسا مشغلہ ہو گا جو اس کو اور طرف متوجہ نہ ہونے دے گا ۔

ان کی وفات کے بعد ملک الامراء اور تمام شہری (تعزیت) کے واسطے جمع ہوئے ۔ اور ان کی چیخ و پکار آسمان تک پہنچ رہی تھی ۔ اسی حالت میں شیخ کو جبل الصالحہ میں شیخ اکبر

۱- سعید نفیسی ، دیباچہ دیوان " کلیات عراقی " ص لا
۲- نور احمد خان فریدی ، تذکرہ صدرالدین عارف ، ص ۱۲۸
۳- سعید نفیسی ، دیباچہ دیوان کلیات عراقی ، ص ۱۹
۴- نور احمد خان فریدی ، تذکرہ صدرالدین عارف ، ص ۱۲۹

محی‌الدین ابن عربی کے مزار کے قریب دفن کر دیا گیا اور تین روز تک سوگ منایا جاتا رہا ۔ چوتھے روز کبیرالدین کو ان کا قائم مقام بنایا گیا ۔ ان کی وفات آٹھ ذی القعدہ ۱۲۸۹ء میں ہوئی ۔[1]

عراقی شیخ ابن العربی کے قرب میں اپنے فرزند کبیر الدین سمیت دفن ہوئے تھے ۔ شیخ جمالی نے مزار کی زیارت بھی کی تھی ۔۔ وہاں مزار موجود نہیں ھے ۔ یوں معلوم ہوتا ھے کہ سلیم عثمانی نے جب محی‌الدین ابن عربی کا مزار بنوایا اس وقت عراقی کا مزار معدوم ہو گیا تھا ۔[2]

۱۔ سعید نفیسی ، " مقدمہ دیوان کلیات عراقی ، ص ۲۰

۲۔ ایضاً ص ۲۰

سید امیر الحسینی ھروی

آپ کا اصل نام صدرالدین احمد اور امیر حسینی لقب ھے - آپ کے والد سید نجم الدین رحمۃ اللہ علیہ ھرات کے بہت بڑے سوداگر تھے - وہ ایک دفعہ تجارتی قافلے کے ھمراہ ملتان میں تشریف لائے اور حضرت بہاء الدین کا شرف نیاز حاصل کیا - اس وقت ان کا نوجوان فرزند میر حسینی بھی ان کے ھمراہ تھا - اس نے شیخ کی زیارت کی - کچھ دیر ملتان میں قیام کے بعد دونوں باپ بیٹا واپس ھرات چلے گئے ۔[۱]

ھرات پہنچ کر آپ نے شاھی فوج میں نوکری کر لی - ایک روز آپ شکار کے لئے صحرا میں نکل گئے - وھاں ایک ھرن کو دیکھا اور آپ نے اس کو شکار کرنا چاھا - مگر وہ آپ کی طرف متوجہ ھو کر نہایت فصاحت کے ساتھ بولا -

" اے سید ! خدا تعالی ترا از اھل بیت محمد پیدا کرد و محض برائے کار طاعت و عبادت خود آفرید نہ برائے شکار کہ کار بیکاران است - حالا تو ھمہ کارھائے خود را بیکار ساختی و بکار شکار می پرداختی - "[۲]

۱- نور احمد خان فریدی ، تذکرہ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی ، ص ۱۵۶

۲- اے سید ! خدا تعالی نے تجھے اپنے رسول کے اھل بیت سے پیدا کیا ھے - تیرا کام خدائے بے نیاز کی طاعت و عبادت کرنا ھے نہ کہ شکار کہ کار بیکاران ھے - تیری یہ حالت ھے کہ اپنے تمام کاروبار چھوڑ کر میرے پیچھے دوڑا پھرتا ھے -

میر حسینی نےجب ھرن کی یہ تقریر سنی تو طلب حق کی فرو نہ ھونے والی آتش آپ کے سینے میں بھڑک اٹھی ۔ موصوف واپس گھر پہنچے اور اپنا تمام اثاثہ خدا کی راہ میں لٹا دیا اور ایک قافلے کے همراہ ملتان پہنچ گئے ۔ اور شاھی سرائے میں قیام کیا ۔[1]

جب آپ ملتان میں پہنچے تو رات کو شیخ الاسلام حضرت بہاء الدین زکریا نے خواب دیکھا کہ حضرت رسول خدا فرماتے ھیں :

" فرزندم میر حسینی در قافلہ است او را از ایشان بیرون آر و بکار حق مشغول کن " ۔[2]

صبح سویرے حضرت بہاء الدین زکریا خود بنفس نفیس سرائے میں تشریف لے گئے اور بلند آواز سے پکارا ۔ " میر حسینی درمیان شما کیست " ۔[3] لوگوں نے میر حسینی کی طرف اشارہ کیا ۔ آپ ان کی طرف بڑھے اور ادھر میر حسینی نے حسن و جمال کے ایک نورانی پیکر کو اپنی طرف آتے دیکھا تو ادب و احترام کے ساتھ کھڑا ھو گیا ۔ حضرت بہاء الدین زکریا قریب پہنچے تو وہ قدموں پر گر پڑا ۔ حضرت نے بڑی دلسوزی سے اٹھا کر سینے سے لگایا اور محبت کے ساتھ اپنی خانقاہ میں لائےاور مرید کرکے اپنے ارادتمندوں میں جگہ دی ۔

۱- نور احمد خان فریدی، تذکرۂ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی ، ص ۱۵۶- ۱۵۷

۲- میرا فرزند میر حسینی قافلے میں ھے ۔ اسے نکال لا اور خدا شناسی کا راستہ رکھا ۔

۳- تم میں میر حسینی کون ھے ۔

marfat.com

بقول جمال آپ نے تین برس تک بڑی بڑی ریاضتیں کیں - تب جا کر ولایت کے درجہ پر فائز ہوئے - [1]

حضرت بہاء الدین زکریا کی وفات کے بعد میرحسینی بھی اپنے وطن مالوف ہرات چلے گئے - آپ کی خانقاہ کا چرچا دور دور تک پھیل گیا اور ہزاروں گمراہوں نے آپ کی توجہ سے ہدایت حاصل کی - [2]

میر حسینی اپنا دامن علم و عرفان کے جواہر سے بھر کر واپس ہرات پہنچے تو علم و عرفان کے وہ جواہرجو آستانہ زکریا سے عطا ہوئے تھے ان کی عرفانی چمک سے پورے افغانستان اور مشرقی ایران کو مستفید کر دیا - [3]

میر حسینی اپنے زمانہ کے بہت بڑے شاعر اور صاحب تصنیف مصنف تھے - نثر میں نزھت الارواح اور طرب المجالس اور نظم میں زاد المسافرین اور کنز الرموز اپنے شیخ کی آغوش شفقت میں بیٹھ کر لکھیں [4] یہ مسودات حضرت زکریا کی خدمت میں پیش کرتے تھے - آپ بڑے غور سے ان کا مطالعہ کرتے اور مصنف کی کاوش کو سراہتے تھے [5]

۱- نور احمد خان فریدی ، تذکرہ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی ، ص ۱۵۷

۲- نور احمد خان فریدی ، تذکرہ حضرت صدرالدین عارف ، ص ۲۰۳

۳- حافظ حبیب الرحمن ، غوث بہاء الدین زکریا سہروردی ملتانی ، ص ۲۸

۴- محمد قاسم فرشتہ ، تاریخ فرشتہ ، بمبئی ۱۸۳۲ جلد دوئم ، ص ۷۶۲

۵- نور احمد خان فریدی ، تذکرہ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی ، ص ۱۵۷- ۱۵۸

marfat.com

سید میر حسینی ھی کی وجہ سے تصوف کی معرکۂ آراء منظوم کتاب " گلشن راز "
جس کو علامہ محمود شبستری رحمۃ اللہ علیہ نے تصنیف کیا تھا ، معرض وجود میں آئی ۔ علامہ
اقبال نے سید میر حسینی ھی کے منظوم فلسفیانہ سوالات کو موضوع بنا کر گلشن راز جدید تصنیف
کی ۔[1]

دولت شاہ اپنے تذکرہ میں حضرت میر حسینی کا ذکر ان الفاظ میں کرتا ھے :

" سالک مسالک دین و عارف اسرار یقین است در کشف رموز حقائق و دقائق ،
کنز معانی بودہ و در فضیلت و علوم جنید ثانی، خاطر پر نور او گلشن راز ، طوطی نطق او
عندلیب خوش آواز ۔ "[2]

مولانا جمالی لکھتے ھیں :

" در عہد او کسے در نواحی خراسان در علم و معرفت و روش مشیخت ھمتائے
او نبود و ریاضتے عظیم و عبادتے مستقیم داشت ۔

یعنی ان کے زمانے میں خراسان کے مضافات میں کوئی درویش ان کے مرتبہ کا نہ تھا ۔[3]

ایک اور مقام پر مولانا جمالی لکھتے ھیں :

۱- حافظ حبیب الرحمن ، غوث بہاء الدین زکریا سہروردی ملتانی ، ص ۲۸

۲- نور احمد خان فریدی ، تذکرہ حضرت صدرالدین عارف ، ص ۲۰۳ ، بحوالہ تذکرہ دولت شاہ
ص ۲۲۲ ۔

۳- ایضاً ص ۲۰۳

"جب شیخ الاسلام زکریا قدس سرہ سید جلال تبریزی کے تصفیہ کے لئے دھلی تشریف لے گئے تو میر حسینی بھی ان کے ہمراہ تھے ۔ انہوں نے ناگوار واقعہ کو تفصیل سے قلمبند کیا ھے ۔

سیر العارفین کے اصل الفاظ یہ ھیں ۔

"و چنین استماع است کہ آنچہ حضرت شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا در عہد سلطان شمس الدین التمش از جہتہ قضیہ محضر حضرت شیخ جلال تبریزی دھلی رفتہ بودند تمام کیفیت بتفصیل مرقوم نمودہ اند ۔" [1]

ایک روایت کے مطابق آپ کو بھی حضرت بہاء الدین زکریا کی دامادی کا شرف حاصل تھا [2]

"نفحات الانس" کے مطابق آپ کی وفات ۱۶ شوال ۷۱۸ھ کو ھوئی ۔ دولت شاہ ۷۱۹ھ لکھتا ھے ۔ لیکن ان کی اپنی تصنیف زاد المسافرین کے مندرجہ ذیل شعر سے معلوم ھوتا ھے کہ آپ ۷۲۹ھ تک زندہ رھے ۔ شعر یہ ھے ۔

در ھفت صد و بست و نہ ز ھجرت

گشت آخر این کتاب ختمت [3]

مولانا جمالی جنھوں نے ھرات پہنچ کر آپ کے مزار پر بھی حاضری دی وہ فرماتے ھیں

۱۔ حامد بن فضل اللہ جمالی ، سیر العارفین ، ص ۱۵۲

۲۔ نور احمد خان فریدی ، تذکرہ حضرت صدرالدین عارف ، ص ۲۰۲

۳۔ ایضاً ص ۲۰۲

مزار مبارک سید صاحب ھری ... میں واقع ھے - اس دیار کے لوگ ان کی زیارت کے واسطے جایا کرتے ھیں - حق یہ ھے کہ ان کا مرقد منور زائر کے لئے بے جان جسم میں تازہ روح بخشتا ھے - عجب دلکشا اور جانفزا مقام ھے - جن ایام میں یہ ضعیف جمالی ھری پہ میں پہنچا تھا اس وقت مولانا عبدالرحمن جامی اور مولانا عبدالغفور قدس اسرار ھم بھی سید صاحب کی زیارت کےلئے تشریف لائے تھے - زیارت کے بعد ھم سب نے مل کر اس جگہ ظہر و عصر کی نماز ادا کی اور بڑا فیض حاصل کیا - -۱

میر حسین کنز الرموز میں شیخ بہاء الدین زکریا اور شیخ صدرالدین عارف کی تعریف میں لکھتے ھیں -- ع

شیخ ھفت اقلیم قطب اولیاء | واصل حضرت ندیم کبریا
فخر ملت و بہائے شرع و دین | جان پاکش منبع صدق و یقین
از وجود او بجزد دوستان | این سعادت از قبولش یافتم
رخت ھستی چون برون برد از جہان | کرد پروازی ھمانش بر آشیان
آن بلند آوازہ عالم پناہ | سرور عصر افتخار درگاہ
صدر دین و دولت آن مقبول حق | نہ فلک بر خوان جودش یک طبق ---۲

۱- حامد بن فضل اللہ جمالی ، سیر العارفین ، ص ۱۵۴

۲- ایس - ایم - اکرام ، آب کوثر ، ص ۲۶۱

شیخ حسن افغانی

شیخ حسن افغانی بھی حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی کے مرید تھے ۔ آپ اگرچہ بالکل ان پڑھ تھے اور دوسی کتب کو پڑھنے کا تو سوال ھی پیدا نہیں ہوتا ۔[1] شیخ حسن نہ صرف حضرت کے محبوب مرید ھی تھے بلکہ ممتاز خلیفہ بھی تھے ۔ مولانا جمالی لکھتے ھیں ۔ کہ یہ حضرت کوہ سلیمان کے دامن کے باشندے تھے ۔ انہوں نے بہت عمر پائی تھی ۔ حضرت شاہ رکن الدین کے زمانے میں آپ کی وفات ہوئی ۔[2] مخزن افغانی کا مطالعہ کرنے کے بعد پتہ چلتا ھے کہ آپ افغان نہیں بلکہ سید تھے ۔ اس کتاب میں آپ کا نسب اس طرح لکھا ھے :۔

سید حسن المعروف بہ خوندی بن ابو محمد بن سید بن سید علی بن سید جعفر بن موسی بن ابراهیم اصغر بن موسی کاظم بن جعفر صادق بن محمد باقر بن زین العابدین بن حسین بن علی رضوان اللہ علیہم اجمعین ۔

صاحب مخزن لکھتے ھیں کہ کوہ سلیمان کی تلہٹی کا ایک افغان دادی خان گھوڑے خریدنے کے لئے قندھار گیا ۔ وھاں ایک سرائے میں اس کی ملاقات خجند کی ایک عصمت مآب خاتون سے ہوئی ۔ اس کا خاوند فتنہ تاتار کی نذر ہو چکا تھا اور وہ اپنے کمسن بچے سید حسن کے همراہ ملتان جا رھی تھی ۔ دادی خان نے اسے تسلی دی اور کہا کہ میں تمہیں

۱۔ حافظ حبیب الرحمن ، غوث بہاء الدین زکریا ملتانی ، ص ۲۹

۲۔ حامد بن فضل اللہ جمالی ، سیر العارفین ، ص ۱۵۵

تیری بہن کے ہاں ملتان پہنچا دوں گا ۔ چنانچہ گھوڑے خریدنے کے بعد داری خان اس

مستورہ کو اپنے ہمراہ ملتان لے آیا ۔ یہ بڑی جوان اور بہت خوبصورت تھی ۔ بڑی بہن نے اسے

شادی کا مشورہ دیا اور ساتھ ہی یہ کہا کہ اگر تو میرا مشورہ مانے تو اسی جوان سے شادی

کر لے جو تجھے اپنے ہمراہ لایا ہے ۔ چنانچہ وہ خاتون داری خان کے نکاح میں آ گئی ، اور

خان اسے اپنے وطن میں لے آیا ۔ الغرض داری خان نے سیّد حسن کی والدہ سے شادی کر لی۔

اور لوگ اسے بھی افغان سمجھنے لگ گئے ۔ [1]

حسن افغانی جب جوان ہوئے تو بہت چالاک نکلے اور وہ غور غشتوں کے ساتھ مل کر

ڈاکے ڈالنے لگے ۔ لیکن کچھ عرصہ بعد ہی ان کے دل میں خوف خدا پیدا ہو گیا اور وہ ملتان

کی طرف روانہ ہو گئے ۔ ان دنوں ملتان میں حضرت بہاء الدین زکریا کا بہت چرچا تھا ۔

آپ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ اور ان کے مرید ہو گئے ۔ [2]

انہی دنوں ایک اور بزرگ حسن بھی اس آستانے پر مقیم تھے ۔ انہوں نے حضرت

شیخ الاسلام سے عرض کی کہ مدت سے یہ آرزو رکھتا ہوں ۔ " حضور حق " کے وقت اس خاکسار

کو نعمت حق سے بہرہ ور فرمائیں ۔ حضرت بہاء الدین زکریا نے فرمایا " رات کے آخری حصے میں

حاضر ہونا ۔ ! " سید حسن یہ تمام باتیں سن رہے تھے وہ حجرہ میں وقت کے انتظار میں بیٹھ

۱۔ نور احمد خان فریدی، تذکرہ حضرت صدرالدین عارف ملتانی ، ص ۲۱۳- ۲۱۴

۲۔ ایضاً ص ۲۱۴

marfat.com

گئے اور آفتابہ پانی سے بھر کر رکھ لیا ۔ رات کے آخری حصہ میں میاں حسن پر نیند کا غلبہ ہوا اور وہ سو گئے ۔ سید حسن حاضر تھے اور وقت کا انتظار کر رہے تھے ۔ ایک تہائی رات کو حضرت نے میاں حسن کو آواز دی ۔ مگر وہ تو پڑا خراٹے لے رہا تھا ۔ بخت بیدار خواجہ حسن پانی لے گیا ۔ اس نے بڑے ادب کے ساتھ سرکار کو وضو کرایا ۔ پھر واپس آ کر اپنی جگہ پہ بیٹھ رہا کچھ دیر بعد حجرہ شریف سے باعظمت گونج اٹھی " حسن " ۔

خواجہ حسن نے عرض کی " لبیک "

فرمایا " کون حسن ۔۔۔۔ ! "

حسن خاموش رہا ۔

تین مرتبہ حضرت نے آواز دی اور خواجہ حسن جواب میں عرض کرتا " لبیک " لیکن جب حضرت فرماتے " کون حسن " تو پھر چپ ہو جاتا اور جواب نہ دیتا ۔ چوتھی مرتبہ فرمایا ۔

" بیائید ! هر کرا خدا بدهد " ۔[1]

حسن اسی اشارے کا منتظر تھا ۔ لبیک کہہ کر اندر پہنچا اور قدموں میں گر پڑا ۔ حضرت بہاء الدین زکریا نے اٹھا کر گلے سے لگایا ، اور شفقت سے ایسی توجہ فرمائی کہ تمام جہان اس پر کشف ہو گیا ۔ فرمایا کہ " ملا نور باف کے پاس جا اور اپنا قصہ اس سے بیان کر ۔ " جب حسن وہاں حاضر ہوا تو اس نے کہا ۔

۱- آئے جسے خدا دینا چاہتا ہے ۔

"اے بھائی - میں کیا جانوں ، اتنا معلوم ہے کہ کپڑا اس کو صاف کرتے ہیں تو رنگنا عمدہ بنتا ہے" -

اس عارفانہ گفتگو سے خواجہ حسن نے معلوم کر لیا کہ مجھے محنت شاقہ کا حکم ہوا ہے - اس پر خواجہ نے بڑی ریاضتیں کیں اور عمر کا بیشتر حصہ پیر کے قدموں میں بسر کیا [1] -

حضرت شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانی اپنے مریدوں میں حسن افغانی سے متعلق بار بار زبان مبارک سے فرمایا کرتے تھے -

"اگر قیامت کے دن خداوند تعالی کی جانب سے یہ آواز آئی کہ زکریا تو کیا لایا ہے تو میں عرض کروں گا کہ حسن افغانی کو لایا ہوں" [2] -

حضرت سلطان المشائخ شیخ نظام الدین اولیا کا ایک ملفوظ فوائد الفواد میں خواجہ حسن افغانی کے متعلق ہے کہ شیخ حسن افغانی ایک عام آدمی تھا اور بغیر پڑھے لکھے بلکہ حروف سے بھی آشنا نہیں تھے لیکن لوح محفوظ نے ان کے دل میں عکس ڈالا تھا - چنانچہ اگر ان کے سامنے آیات بینات ، حدیث شریف اور اقوال مشائخ ملا جلا کر پیش کرتے تو ایک ہی نظر دیکھ لینے سے بتا دیتے تھے کہ یہ قرآن شریف کی آیت ہے - یہ حدیث ہے اور یہ کسی شیخ کا ارشاد ہے - فرمایا کرتے تھے - میں ان عبارتوں کو اچھی طرح پہچانتا ہوں کہ جو خدا کا کلام ہوتا ہے اس کا نور عرش اعلی تک دکھائی دیتا ہے - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارک

۱- نور احمد خان فریدی ، تذکرہ حضرت صدرالدین عارف ، ص ۲۱۴- ۲۱۵- ۲۱۶

۲- حامد بن فضل اللہ جمالی ، سیر العارفین ، ص ۱۵۵

کا نور ساتوین آسمان تک اور اقوال مشائخ کا نور زمین سے آسمان تک مشاهده کرتا هون -[1]

بقول عارف شیراز :

نگار من که به مکتب نه رفت و خط نه نوشت

بغمزه مسئله آموز صد مدرس شد [2]

حضرت نظام الدین اولیاء نے فرمایا که ایک مرتبه کسی گاؤن مین ایک مسجد تعمیر کی جا رهی تهی - قبله کی تعیین مین حضرات علماء اختلاف کر رهے تهے - اتفاق سے خواجه حسن افغان بهی وهان آ نکلے - معمار سے پکار کر کها - " تردد کی کیا بات هے - جسے بیت الله کی زیارت مطلوب هو اس وقت دیکھ لے - " جمیع علماء مشائخ موجود هے - سب کعبه کی زیارت سے شرف اندوز هوئے اور حسن افغان کا شکریه ادا کیا -[3]

حضرت محبوب الٰهی فرماتے هین که خواجه حسن افغان ایک بڑے بزرگ اور ولی تهے - ایک مرتبه کسی گلی مین پهرتے پهراتے مسجد جا پهنچے - مؤذن نے تکبیر کهی امام صاحب آگے بڑھے اور دوسرے لوگ پیچھے کهڑے هو کر نماز پڑھنے لگے - خواجه حسن افغان بهی نماز مین شریک هو گئے - نماز پڑھنے کے بعد جب سب مقتدی چلے گئے تو خواجه حسن پیش امام کے پاس

۱- حامد بن فضل الله جمالی ، سیر العارفین ، ص ۱۵۵

۲- امیر حسن سجزی ، فوائد الفواد ، ص ۱۳- ۱۵

۳- نور احمد خان فریدی ، تذکره حضرت بهاء الدین زکریا ، ص ۱۷۲

marfat.com

گئے اور ان سے کہا امام صاحب آپ کی نماز میں میں بھی شریک تھا - آپ نماز کے آغاز میں ہی دھلی پہنچے - وہاں سے غلام خرید کر انہیں بیچنے کے واسطے ملتان آئے اور وہاں سے خراسان پہنچے - پھر وہاں سے ملتان آئے اور میں آپ کے پیچھے حیران و پریشان مارا مارا پھرتا رہا - بتائیے تو آخر یہ کون سی نماز ہے ؟ - ۱

چون شوی استادہ از بہر نماز　　دل بود در گاؤ خرانے حیلہ ساز

آن نماز تو شود آخر تباہ　　فکر باطلہا کند روبت سیاہ

بر زبان تسبیح و در دل گاؤ خر

این چنین تسبیح کے دارد اثــر

جب حسن افغانی کی فقر و ولایت کی تکمیل ہو چکی تو شیخ الاسلام نے حکم دیا کہ افغانوں میں جا کر تبلیغ کرو - خواجہ حسن مرشد کے حکم سے ملتان کی در و دیوار پر حسرت کی نظر ڈالتے ہوئے غور غشتوں کے قبائل میں تشریف لے گئے - انہیں نیکی کا راستہ دکھایا - اور اپنے زہد و ورع کے سبب خوندی کے لقب سے مشہور ہوئے - مخزن افاغنہ کے الفاظ یہ ہیں :

" حسن مدتے ریاضت کشید و در خدمت پیسر مدتے گذرانید تا آنکہ بولایت رسید ، حضرت غوث العلمین فرمود برو ! در قوم افاغنہ ہدایت حق بکن - حسن بحکم شیخ بہاء الدین زکریا رخصت شدہ در قوم غر غشتیان در آمد و خلق را ہدایت کردن گرفت - در اصل ارجمند

۱- مولوی عبدالحق محدث دھلوی ، اخبار الاخیار ، ص ۱۳۶

۲- نور احمد خان فریدی ، تذکرہ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی ص ۱۷۲

marfat.com

بود ، در عالم بخوندی شہرت یافت ۔[1]

حضرت غوث العالمین کے خلفاء اور مریدوں کا شمار ہم کس طرح کر سکتے ہیں ۔ ملتان کا چپہ چپہ اپنے دامن میں ایسے بزرگوں کو لئے ہوئے ہے جو سرکار غوثیہ کے منظور نظر اور حاضر باش غلام تھے ۔ حضرت کے فیضان سے دین دنیا کی سعادتیں لیکر محبوب حقیقی سے جا ملے ۔ اسی بنا پر صاحبدل ملتان کے ذرہ ذرہ کو مرتبہ ہدایت سمجھتے اور جانتے ہیں ۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت غوث العالمین بے اختیار پکار اٹھے تھے ۔

☀ ملتان ما بجنت اعلیٰ برابر است

آہستہ پا بنہ کہ ملک سجدہ می کنند [2]

۱۔ نور احمد خان فریدی ، تذکرہ حضرت صدرالدین عارف ، ص ۲۱۶

۲۔ ایضاً ص ۲۱۷

شیخ شرف الدین سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ

فارسی کے مشہور شاعر سعدی حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی کے مرید تھے - اور حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی کے پیر بھائی تھے - اسی لئے ہزاروں میل ایک دوسرے سے دور رہنے کے باوجود دونوں کا آپس میں گہرا رابطہ تھا - شیخ سعدی نے شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردی کے ساتھ سفر حضر میں کئی سال بسر کئے - شیخ سعدی نے اپنے مرید ہونے کا اعتراف اپنی شہرہ آفاق تصنیف بوستان میں کیا ہے - ایک موقع پر سفر میں شیخ الشیوخ نے حضرت سعدی کو دلسوزی و ہمدردی کے لہجہ میں نصیحتیں کیں - چنانچہ فرماتے ہیں --ہ

مرا شیخ دانائے مرشد شہاب

دو اندر ز فرمود بر روئے آب

یکے آنکہ بر خویش خود بین مباش

دوم آنکہ بر غیر بد بین مباش

بعض تذکروں میں یہ اشعار اس طرح درج ہیں -

مرا شیخ دانائے مرشد شہاب

دو اندر ز فرمود بر روئے آب

یکی آنکہ در جمع بد بین مباش

دوم آنکہ در نفس خود بین مباش [1]

۱- سعدی شیرازی، بوستان ، مطبوعہ تہران ۱۳۱۷ ش ، ص ۶۸

شیخ سعدی نے اپنی زندگی میں بہت زیادہ مجاہدے کئے - وہ سالہا سال تک مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں بہشتی بن کر لوگوں کو پانی پلاتے رہے - کئی کئی ماہ اہل اللہ کی قبور پر اعتکاف کیا - کئی کئی دنوں تک مسلسل روزے رکھے - تحصیل عبرت اور حصول فیضان کی خاطر ایشیا اور افریقہ کی بادہ پیمائی کی - الغرض آپ کی زندگی گونا گوں عجائبات کا مرقع ہے - کہیں آپ فلاسفر کے بھیس میں تقریر کرتے دکھائی دیتے ہیں - کہیں شاہی لباس میں پہنے امرائے سلطنت کو امور جہانبانی کی تعلیم دیتے دکھائی دیتے ہیں - کہیں علم و فضل کا لبادہ اوڑھ کر طالبان علم و ادب کی اشکال حل کرتے نظر آتے ہیں - مفتاح التواریخ کے بیان کے بموجب آپ نے روم اور ھند کے جہاد میں بھی حصہ لیا - بعض تذکرہ نگاروں کا کہنا ہے کہ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی کے وصال کے وقت آپ ملتان تشریف لائے اور حضرت کی نماز جنازہ پڑھائی -[1] لیکن اس میں حقیقت نظر نہیں آتی -

شیخ سعدی نے گلستان اور بوستان کے عنوانات سے دو شاہکار کتابیں تصنیف کیں جو ان کی زندگی میں ہی ایران اور افغانستان اور برعظیم پاک و ھند کے علمی و ادبی حلقوں میں مقبول ہو گئیں - اگرچہ شیخ سعدی کا برعظیم پاک و ھند آنے کے بارے میں ان کے سوانح نگاروں میں اختلاف ہے لیکن بوستان کی ایک حکایت سے مترشح ہوتا ہے کہ شیخ سعدی برعظیم پاک و ھند تشریف لائے اور انہوں نے سومنات کے مندر کا بھی دورہ کیا - بہرحال شیخ سعدی کا

۱- نور احمد خان فریدی، تذکرہ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی، ص ۱۸۹- ۱۹۰

برعظیم پاک و ھند مین طویل قیام ثابت نہین ھوسکا لیکن ان کی تصانیف اسی زمانے مین دینی مدارس کے تعلیمی نصاب مین شامل ھو گئین - اور یہ ایک حقیقت ھے کہ گلستان اور بوستان نے برعظیم پاک و ھند مین اخلاق سازی مین بڑا اھم کردار ادا کیا ھے - اور آج سے ستر اسی سال پہلے گلستان اور بوستان بچون کو بڑے اھتمام کے ساتھ پڑھائی جاتی تھین اور شیخ سعدی کے نصیحت آموز اشعار ان کو یاد کروائے جاتے تھے - اسی لئےھم کہہ سکتے ھین کہ شیخ سعدی براعظم پاک و ھند کے عوام کی علمی اور معاشی زندگی پر بڑا خوشگوار اثر ڈالا ھے - انھی دو کتب کی وجہ سے ارباب ادب نے انھین " پیغمبرسخن " تسلیم کیا ھے - چنانچہ مولانا جامی فرماتے ھین --ہ

در ~~شعر~~ سہ کس پیمبرانند | قولے است کہ جملگی بر آنند

فردوسی و انوری و سعدی | ھر چند کہ لا نبی بعدی

ان کے کلام کی بڑی خوبی یہ ھے کہ اس مین فرسودگی اور غرابت کا احساس نہین ھوتا - جس وقت پڑھین جس رنگ مین پڑھین نیا لطف آتا ھے - [1]

چند اقتباسات ملاحظہ ھون -

بزرگے را پرسید از سیرت اخوان الصفا ، گفت کمینہ آنکہ مراد خاطر یاران را بمصالح خود مقدم دارد کہ حکما گفتہ اند برادر کہ در بند خویش است نہ برادر است نہ خویش است -

---

۱- نور احمد خان فریدی ، تذکرہ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی ، ص ۱۹۰- ۱۹۱

٭

ع همراه گر شراب کند همراه تو نیست

دل در کسے بند که دل بستهٔ تو نیست

قطعه ٭ اے کریمے که از خزانهٔ غیب گبر و ترسا وظیفه خور داری

دوستان را کجا کنی محروم تو که با دشمنان نظر داری

شعر ٭ کرم بین و لطف خداوند گار گناه بنده کرد است او شرمسار

قطعه ٭ اے مرغ سحر عشق ز پروانه بیاموز کان سوخته را جان شد و آواز نیامد

این مدعیان در طلبش بیخبرانند کانرا که خبر شد خبرش باز نیامد

حکایت ٭

بزرگے دیدم اندر کوهسارے قناعت کرده از دنیا بغارے

چرا گفتم بشهر اندر نیائی که بارے بند الدول بر کشائی

بگفت آنجا پر پرویان نغزاند چو گل بسیار شد پیلان بلغزند

حضرت بہاء الدین زکریا کے خاندان میں گلستان کا ایک نسخہ صدیوں سے محفوظ چلا آتا تھا - جو چند سال پہلے شیخ نصیرالدین رئیس اعظم لاہور کے گھرانے میں منتقل ہو گیا - اس کے بارے میں مشہور تھا کہ حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ نسخهٔ خاص طور حضرت صدرالدین عارف بطلئلہ کو شاہ رکن عالم کے لئے لکھ کر دیا تھا - [1]

۱- نور احمد خان فریدی، تذکرہ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی ، ص ۱۹۰- ۱۹۱- ۱۹۲

شیخ الاسلام صدرالدین عارف (دینی خدمات)

حضرت صدرالدین عارف حضرت بہاء الدین زکریا کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے - ان کے بعد مسند ارشاد کے مالک بنے اور تبلیغ اسلام ، اصلاح عمال اور تزکیہ نفس کے جو خطوط حضرت زکریا قائم کر گئے تھے - انہیں اس عمدگی سے قائم رکھا کہ دنیا دنگ رہ گئی - اور آپ کی عظمت و جلالت کا سکہ بیٹھ گیا - اس وقت حضرت زکریا کی جس قدر اولاد موجود ہے - ان میں سے اکثر کا سلسلہ نسب آپ پر ہی جا کر ختم ہوتا ہے - حضرت صدرالدین عارف ۶۲۱ھ میں بی بی رشید بانو کے بطن عفت سے پیدا ہوئے - اس تقریب سعید پر ارادتمندوں نے بڑی خوشیاں منائیں اور حضرت زکریا نے ملتان کے غرباء و مساکین کے دامن زر و جواہر سے بھر دیے -[1]

حضرت زکریا نے صاحبزادوں کی تعلیم پر بڑے نامور اساتذہ مقرر کر رکھے تھے اور جب گھر میں ہوتے ان بچوں کو خود بھی تعلیم دیتے تھے -[2]

صاحب انوار غوثیہ فرماتے ہیں :

" حضرت صدرالدین عارف کی تعلیم و تربیت اپنے قبلہ گاہ حضرت زکریا کی نگرانی میں ہوئی تھی - اور وہی آپ کے علوم و ظاہری و باطنی کے استاد تھے - جب استاد سر بر آوردہ روزگار ہو اور شاگرد با کمال ہو تو پھر تعلیم و تربیت کا کیا کہنا - چنانچہ تھوڑے ہی

۱- نور احمد خان فریدی ، تذکرہ حضرت صدرالدین عارف ، ص ۱۰
۲- ایضاً ، ص ۱۹

marfat.com

عرصے میں شیخ صدرالدین عارف علم و فضل میں یگانہ روزگار ہو گئے - قرآن مجید کے آپ حافظ تھے اور علوم ظاہری کی تکمیل سے فارغ ہوئے تو آپ کے والد بزرگوار نے جو آپ کے پیر و مرشد بھی تھے آپ کو علوم باطنی اور اسرار معرفت کی تعلیم دینا شروع کی - تھوڑے ہی عرصے میں والد بزرگوار کی نگاہ فیض سے وہ مقام حاصل کر لیا جو دوسروں کو سالہا سال کے مجاہدات و وظائف کے بعد پایا تھا -[1]

حضرت صدرالدین عارف جب کلام اللہ پڑھتے تھے تو اس پر بہت زیادہ غور و فکر فرماتے تھے اور جس وقت بھی قرآن کریم کی تلاوت کرتے تو ان پر دوسرے معنی و مطالب ظاہر ہوتے -[2]

" وے را عارف ازاں گویند کہ ہر بار کلام اللہ ختم کردے سمند فکرت بیشتر راندے و وقتے کہ بتلاوت مشغول بودے او را فوج فوج معانی رو نمودے " -

مولانا جمالی لکھتے ہیں کیونکہ وہ قرآن حکیم سے بہت زیادہ شغف رکھتے تھے - اس لئے عارف مشہور ہوئے -[3] حضرت سلطان العارفین با یزید بسطامی فرماتے ہیں کہ " عارف باللہ وہ شخص ہے کہ کوئی اس کے مشرب کو نہ بگاڑ سکے - اور جو شخص گدلا پن لے کر اس کے پاس پہنچے وہ صاف کر دے " -

---

١- حامد بن فضل اللہ جمالی ، سیر العارفین ، ص ١٢٨

٢- محمد قاسم فرشتہ ، تاریخ فرشتہ ، ج ٢ ، ص ٣٠٨

٣- حامد بن فضل اللہ جمالی ، سیر العارفین ، ص ١٢٨

نیز فرماتے هیں " که عارف اور عاشق الٰهی کا دل اس چراغ کی مانند هے جو صاف آئینه کی قندیل میں رکھا هے اور اس کی روشنی عالم سکوت کو روشن کرتی هے " ـ

ایک اور جگه فرماتے هیں که حق سبحانه تعالٰی جس کو دوست رکھتا هے ـ انهیں تین خصلتیں عطا فرماتا هے ، سخاوت دریا کی مانند ، شفقت آفتاب کی طرح اور تواضع زمین کی مانند یه تمام صفات حضرت صدرالدین عارف کی ذات میں بدرجه اتم موجود تھیں ـ لاریب یهی وه قدسی نفوس هیں جن کے قلوب کو حق سبحانه تعالٰی کا مقام کہا گیا هے ـ اور جن کے بارے میں حضرت رسالت مآب روحی فدا نے فرمایا هے که ان کی فراست سے ڈرو یه الله تعالٰی کے نور سے دیکھتے هیں اور یه حقیقت هے که حضرت عارف بالله الله تعالٰی کے نور سے هی دیکھتے تھے ـ[1]

حضرت مخدوم جهانیاں رحمة الله علیه فرماتے هیں که شیخ عارف صدرالحق کو هر بار کلام الله پڑھنے میں دوسرے معانی ظاهر هوتے تھے ـ سوائے ان معانی کے جو اس سے پہلے ظاهر هوتے تھے ـ ایک دن انهوں نے حضرت زکریا سے عرض کی که اگر اجازت هو تو ان معانی کو حیطه تحریر میں لے آوں ـ حضرت نے منع فرمایا که لوگ سمجھ نهیں سکیں گے اور چونکه یه معانی بجائے خود درست هوں گے اگر کسی نے انکار کر دیا تو گناهگار هو گا ـ[2]

حضرت زکریا کے حضرت صدرالدین عارف کے علاوه چھ بیٹے اور تھے ـ[3] سب کی شادیاں هو چکی تھیں ـ حضرت صدرالدین کی ابھی تک شادی نهیں هوئی تھی ـ حضرت زکریا

۱- نور احمد خان فریدی ، تذکره حضرت صدرالدین عارف ، ص ۲۳

۲- ملفوظات مخدوم جهانیاں ، ص ۵۰۸ ـ الدر المنظوم

۳- نور احمد خان فریدی ، تذکره حضرت صدرالدین عارف ، ص ۲۲

marfat.com

شفقت پدری اور محبت قلبی کے سبب فرماتے " بابا صدرالدین "! تمہیں نکاح کر لینا چاہئیے ۔ مگر حضرت عارف مسکرا کر فرماتے ۔ حضور شادی کیلئے کافی وقت پڑا ہے ۔ ابھی کچھ عرصہ اور بے فکری میں عبادت کرنا چاہتا ہوں "[1] حضرت عارف باللہ اس وقت ۲۷ برس کے نوجوان تھے ۔ غوث العلمین کی آنکھوں کے نور اور انتہائی حسین و جمیل ۔ ملتان شہر کے ہزاروں گھر انہیں دامادی میں لینے کے لیے بےقرار تھے ۔ لیکن عارف باللہ تھے کہ شادی کے نام سے کوسوں دور بھاگتے تھے ۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ آپ مقام ناسوت طے کرنے کے بعد " ملکوت " اور " جبروت " کے مقامات تک پہنچ چکے تھے اور روحانی اور ملکی صفات کے مالک تھے ۔[2]

حضرت شیخ العالم صدرالدین عارف کا یومیہ انضباط اوقات تقریباً وہی کچھ تھا ۔ جس پر حضرت غوث العلمین زندگی بھر عمل پیرا رہے تھے ۔[3] بقول حضرت مخدوم جہانیاں جہانگشت بخاری شیخ العارف ہر مبتدی اور منتہی کو بلا کسی امتیاز کے تعلیم دیتے تھے ۔ یہاں تک کہ اگر کوئی شخص یا حرف پڑھتا تو پڑھاتے ۔ تعریف جدولی ان کی ہی تصنیف ہے ۔[4]

حضرت صدرالدین عارف فرمایا کرتے تھے کہ ایمان کی استقامت کی علامت یہ ہے کہ بندہ اللہ اور رسول کو محبوب رکھے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام پیغمبروں میں افضل سمجھے ، اور جو کچھ آپ نے فرمایا اس کو صحیح اور درست سمجھے ۔ خواہ وہ باتیں عقل میں

۱- نور احمد خان فریدی ، تذکرہ صدرالدین عارف ، ص ۲۷

۲- ایضاً ، ص ۲۷

۳- ایضاً ص ۲۹

۴- سید علاء الدین علی حسین ، الدر المنظوم ، ص ۲۸

آئین ہا نہ آئین اگر نہ آئین تو بھی ان کو تسلیم کرے تاکہ اعتقاد درست رہے - کیونکہ خود رسول اللہ نے اللہ کے حکم کو جانا اور اس کی کیفیت کو معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی - [1]

حضرت صدرالدین عارف ایک نصیحت میں فرماتے ھیں کہ کوئی سانس منہ سے ذکر الہی کے بغیر نہ نکلے - کیونکہ بزرگوں نے کہا ھے کہ جو کوئی بغیر ذکر الہی کے سانس لیتا ھے وہ خود کو تباہ برباد کر لیتا ھے - ذکر الہی کے وقت وسوسہ اور نفسانی باتوں سے بالکل گریز کیا جائے - جب اس صفت کے ساتھ مستقل طور پر ذکر الہی کیا جائے تو ذکر کی نورانیت سے وسوسہ اور دل میں آنے والی باتیں خود بخود جل کر خاکستر ہوجاتی ھیں اور پھر ذکر کی نورانیت سے دل بہت جلد منور و درخشان ہو کر اس میں حقیقت ذکر گھر کرے گی - اور اس وقت ذکر کرنے کے ساتھ مذکور جس کا ذکر کیا جا رہا ھے اس کے جمال کا مشاہدہ زیر نظر رھے گا - اور نور یقین سے دل منور و تاباں رھے گا - طلبگاروں کا مقصود اور سالکوں کا مطلب صرف یہی ھے - [2]

صاحب بزم صوفیہ لکھتے ھیں کہ حضرت شیخ صدرالدین رحمۃ اللہ علیہ حضرت بہاء الدین زکریا نور اللہ مرقدہ کے فرزند ارجمند تھے والد بزرگوار کی صحبت میں ھی عقلی اور روحانی تعلیم پائی تھی - اسی تعلیم کی بدولت اپنے زمانہ میں سر حلقۂ اولیاء سمجھے جاتے تھے - ان کے والد بزرگوار کی ~~بدولت~~ کے ایک مرید امیر حسینی نے آپ کے روحانی مرتبہ کا ذکر

۱- صباح الدین عبدالرحمن ، ھندوستان کے سلاطین، علماء اور مشائخ کے تعلقات پر ایک نظر، مطبوعہ ۱۹۶۳ء ، اعظم گڑھ ، ص ۱۶۷

۲- شیخ عبدالحق محدث دھلوی، اخبار الاخیار ، ص ۱۲۵

ان الفاظ میں کہا ہے --

* آن بلند آوازۂ عالم پناہ — سرور دین افتخار صدر گاہ

صدر دین و دولت آن مقبول حق — نہ فلک از خوان جودش یک طبق

آب حیوان قطرۂ بحر دلش — چون خضر علم لدنی حاصلش

معتبر چون قول او افعال او — ہم بیان او گواہ حال او

مقتدائے دین قبول خاص و عام — دولتش گفتہ توئی خیر الانام

سلک معنی جملہ در فرمان او — ہم بہ کسب و ہم بمیراث آن او ۱

مولانا جمالی نے ان کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے -

* آن جامع آثار انوار جبروت — آن سامع اخبار اسرار لاہوت

آن شہسوار میدان فتوت — آن گلعذار بستان مروت

آن شافئ شہود سر اللہ — آن نافی وجود ماسوی اللہ

آن مست میخانۂ مـراد — آن گنج ویرانۂ ایجـاد ۲

مولانا جمالی نے حضرت صدرالدین کی شان میں چند قصائد بھی منظوم کئے ہیں - ان میں چند اشعار ملاحظہ ہوں -

* آن گوہر معدن حق الیقین — تازہ ز آب کرمش باغ دین

۱- شیخ عبدالحق محدث دہلوی، اخبار الاخیار ، ص ۵۹

۲- نور احمد خان فریدی، تذکرۂ صدرالدین عارف ، ص ۲۲

داده ز پاکی بملائک صلا　　　غرفهٔ وحدت مخلد و ملد

لتجه مواج دل پاک او　　　عقل فرو مانده در ادراک او

خاک درش از ره عز و جلال　　　سرمهٔ چشم دل اهل کمال

نور دلش سوئے یقین تافته　　　قرب مع الله ز صفا یافته

صدر نشین گشته بعرش برین　　　گشته خطابش ز خدا صدر دین ۔

یافت جمالی خوشی از یاد او

ذکر جمیلش شده او راد او [1]

گلزار حالمی میں حضرت کے روحانی کمالات کی تعریف و توصیف ایک مشجّر میں اس طرح کی گئی ہے : [2]

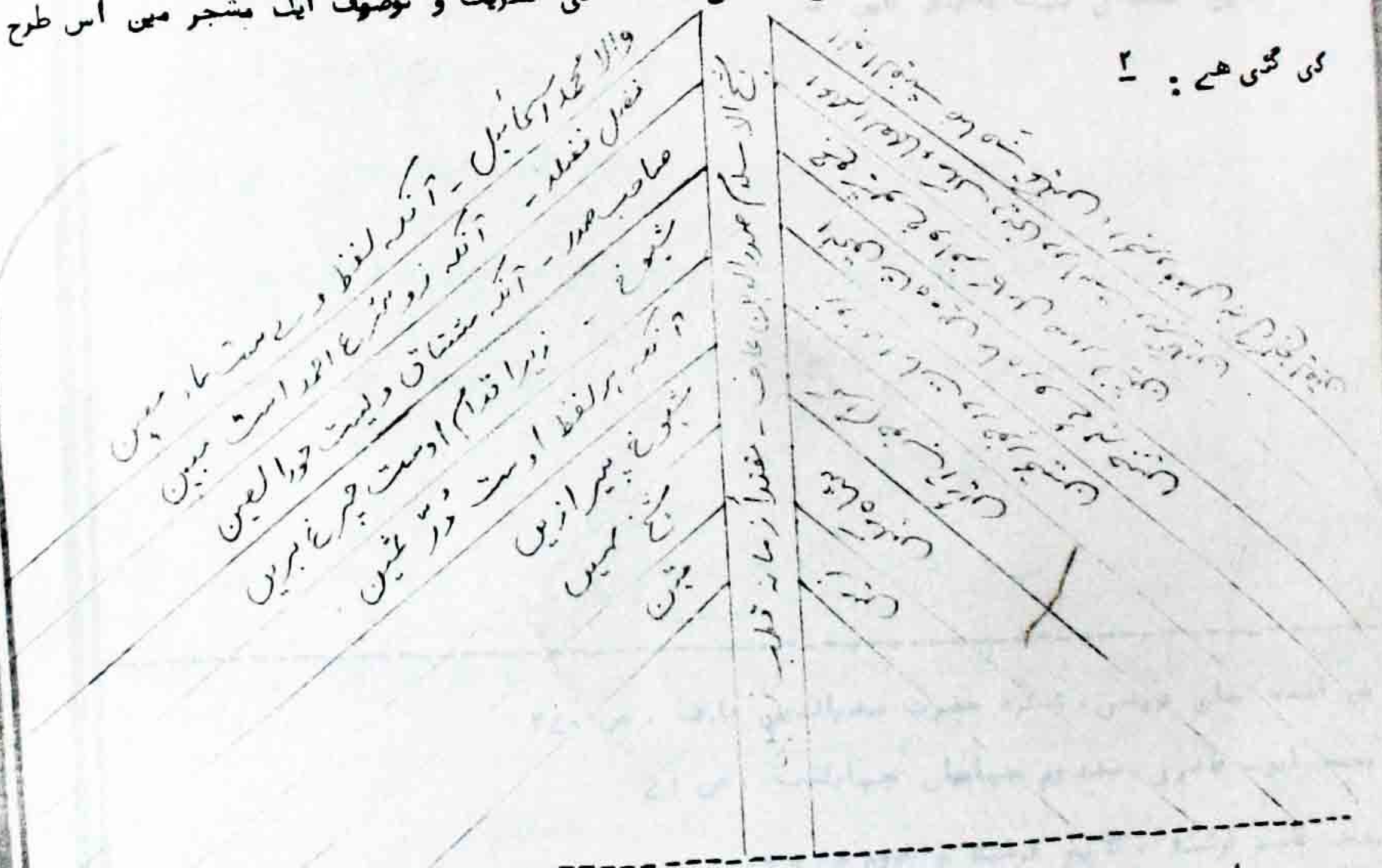

۱- نور احمد خان فریدی، تذکرہ صدرالدین عارف ، ص ۲۲
۲- ایضاً ، ص ۲۳

حضرت شیخ صدرالدین عارف کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ بہت اچھے شاعر بھی تھے ۔ اس کی ایک مثال ان کا عربی قصیدہ ہے جو غلام دستگیر نامی حاکمی نے تاریخ جلیلہ میں دیا ہے جو انہوں نے سلطان التارکین حضرت حمیدالدین حاکم کی شان میں لکھا تھا ۔ اس قصیدے کو نور احمد خان فریدی نے بھی اپنی کتاب تذکرہ حضرت صدرالدین عارف میں درج کیا ہے ۔[1]

حضرت عارف کے زمانے میں سہروردیہ بہائیہ سلسلے کی وسعت سندھ ملتان سے شمالی ہند تک پہنچ چکی تھی ۔[2] ان کے مریدوں میں شیخ جمال خندان ، شیخ احمد معشوق اور مولانا علاء الدین خجندی بہت مشہور ہیں ۔[3]

۱۔ نور احمد خان فریدی ، تذکرہ حضرت صدرالدین عارف ، ص ۲۷۰

۲۔ محمد ایوب قادری ، مخدوم جہانیاں جہانگشت ، ص ۷۱

۳۔ محمد قاسم فرشتہ ، تاریخ فرشتہ ج دوم ص ۷۶۹

marfat.com

حضرت رکن الدین کی دینی خدمات

حضرت رکن الدین نے مسند نشین ہونے کے بعد لوگوں کو صراط مستقیم پر چلانا شروع کر دیا ۔ اس چشمہ سے لاتعداد انسانوں نے فیض حاصل کیا ۔ خاص بھی آئے اور عام بھی آئے ۔ امرا بھی آئے اور گدا بھی آئے اس کے علاوہ قدسی نفوس بھی حاضر ہوئے جو آج فقر اور تصوف کے راہنما ہیں ۔ جنہوں نے کشمیر سے سری لنکا اور مصر سے سنگا پور تک کے کفرستان کو توحید کی ضیا باریوں سے چمکا دیا[1] ۔ اس با برکت دور میں رشد و ہدایت کی تین مسندیں زیادہ مشہور تھیں ۔ اور ان پر ایسی عظیم شخصیات رونق افروز تھیں جنہوں نے جنید اور غزالی کی یاد کو تازہ کر دیا تھا ۔ ان میں ایک شاہ رکن عالم بھی تھے جو سہروردی سلسلے کو فروغ دے رہے تھے ۔ دوسرے بزرگ شیخ الموحدین اور تیسرے حضرت نظام الدین اولیاء تھے ۔ ان تینوں بزرگوں کا آپس میں بےحد اخلاص تھا اور ان کی متحدہ کوششوں نے سر زمین ہند کو فسق و فجور سے پاک کر دیا تھا[2] ۔ اس دور کے مشہور مورخ ضیاء الدین برنی ان تینوں بزرگوں کے فیوض و برکات کا ذکر ان الفاظ میں کرتا ہے ۔

" سلطان علاء الدین کے زمانے میں سجادہ تصوف شیخ الاسلام حضرت نظام الدین اولیاء شیخ الاسلام علاء الدین اور شیخ الاسلام حضرت رکن الدین سے آراستہ تھا ۔ ایک دنیا ان کے

۱۔ نور احمد خان فریدی ، تذکرۃ قطب الاقطاب حضرت شاہ رکن عالم ملتانی ، ص ۲۷

۲۔ ضیاء الدین برنی ، تاریخ فیروز شاہی ، علی گڑھ ۱۹۵۷ء ، ص ۱۷۲

انفاس متبرکہ سے روشن ہوئی - ایک دنیا نے ان کی بیعت کا ہاتھ پکڑا اور ان کی مدد سے گناہگاروں نے توبہ کی ہزاروں بدکاروں اور بے نمازیوں نے بدکاری سے ہاتھ اٹھا لیا اور ہمیشہ کے لئے صوم و صلوۃ کے پابند ہو گئے - باطنی طور پر دینی مشاغل کی طرف رغبت حاصل کی اور توبہ کی - عبادات لازمہ ان کا معمول ہو گیا - ان کی تعلیمات کی وجہ سے دنیا کی حرص اور طمع لوگوں کے دلوں سے کم ہو گئی - ان بزرگوں کی عبادات و معاملات کی برکت سے لوگوں کے معاملات میں سچائی پیدا ہو گئی - ان دینی بادشاہوں کی محبت اور اخلاق کے اثر سے خداوند تعالی کے فیض کی بارش دنیا میں ہونے لگی - اور آسمانی مصیبتوں کے دروازے بند ہو گئے - چنانچہ اس دور کے لوگ قحط اور وبا کی مصیبتوں سے محفوظ رہے - ان کی مخلصانہ اور والہانہ عبادت گذاری کے طفیل مغلوں کا فتنہ ایسا فرو ہوا کہ پھر کسی ملعون کو ادھر رخ کرنے کی جرأت نہ ہوئی - یہ تمام امور جو ان تینوں بزرگوں کے طفیل ان کے معاصرین کو نظر آئے وہ شعار اسلام کی بلندی کا ذریعہ بن گئے - اور احکام شریعت و طریقت کو جو رونق و رواج حاصل ہوا -

حضرت رکن عالم نے شریعت اور شخصیت کو اوج کمال تک پہنچایا - اور مریدوں کی تربیت کا حق ادا کر دیا - اور آپ اپنے دادا کی مسند کو ہر وقت منور رکھتے تھے - سندھ اور ملتان کے تمام لوگ اس خاندان سے وابستہ تھے - ہندوستان اور ملتان کے بے شمار علماء اور مشائخ آپ کے مریدوں میں شامل تھے - آپ کے کشف و کرامات میں کسی کو شک وشبہ نہیں تھا ۔[1]

۱- نور احمد خان فریدی، تذکرہ قطب الاقطاب حضرت شاہ رکن عالم ، ص ۷۲

مجمع الاخبار مین آپ کے ملفوظات اور وہ خطوط درج ھین جو آپ نے اپنے مریدون کے نام لکھے - موصوف ایک خط مین لکھتے ھین -

عزیز !

معلوم ھوا کہ آدمی نام ھے دو چیزون کے مجموعہ کا - ایک صورت اور دوسری صفت کا اور قابل قبول صرف صفت ھے - صورت کی کوئی قیمت نہین - اللہ تعالی تمہاری صورتون کو نہین دیکھتا - بلکہ تمہارے اعمال اور تمہارے قلوب کی جانب نظر کرتا ھے - صفت کا ظہور حقیقی طور پر صرف آخرت مین ھو گا جہان پر صفت ایک ظاھری صورت مین نظر آئے گی - کیونکہ آخرت ھی وہ انعام ھے جہان ھر چیز کی حقیقت ظاھری لباس پہنے حاضر ھو گی - اور یہ صورتین متلاشی نظر آئین گی - اور جس کی جس قسم کی صفت ھو گی - اس کو ویسی ھی صورت بنا دی جائے گی اور ایسی صورت مین اس صفت والے کا حشر ھو گا جیساکہ بلعم باعور کی اپنی عبادت کے باوجود بھی کتے کی شکل مین اٹھایا جائے گا یعنی اس کی صورت بالکل کتے جیسی ھو گی اور اسی طرح ظالم اور سرکش خود کو بھیڑیے کی صورت مین دیکھے گا - مغرور کی شکل چیتے کی جیسی اور کنجوس اور لالچی کی صورت سور کی مانند ھو گی - اور اللہ تعالی کے اس حکم (ترجمہ)

(آج وہ دن ھے جب کہ ھم نے تمہاری آنکھون سے پردہ ھٹا لیا) ؎ کا منظر ھو گا لوگ جب تک خراب صفتون کو اپنے دل سے دور نہین کرین گے اس وقت تک جانورون

؎ ڈو احمد خان فریدی، تذکرہ قطب الاقطاب حضرت شاہ رکن عالم ، ص ۶۶

اور درندوں میں شمار کئے جائیں گے - جیساکہ اللہ تعالی نے فرمایا - (ترجمہ)

(یہ جانوروں کی مانند ہیں بلکہ گم کردہ راہ ہیں)

تزکیہ نفس اس وقت حاصل ہوتا ہے جبکہ دربار پروردگار میں التجا و استواخت کی جائے - اور میں اپنے نفس کو بری قرار نہیں دیتا کیونکہ نفس ہمیں سرکشی سکھاتا ہے - وہ لوگ نفس کی سرکشی سے علیحدہ رہتے ہیں جن پر اللہ نے اپنا رحم کیا ہے - وہ میرا پروردگار بڑا ہی غفور الرحیم ہے یعنی جب تک اللہ کا فضل و کرم شامل حال نہ ہو اس وقت تک تزکیہ نفس حاصل نہیں ہوتا - اگر تم پر اللہ کا فضل و کرم نہ ہوتا تو تم میں سے کوئی بھی پاکیزہ صفت نہ بن سکتا - اللہ تعالی کے فضل وکرم کی علامت یہ ہے کہ انسان اپنے ذاتی عیوب کو برا کہا جائے اور عظمت نور الہی کے پرتو (جس کی تمام مخلوقات متلاشی ہے) اس کا باطن اس طرح درخشان ہو جائے کہ تمام دنیا اور تمام دنیاوی شان و شوکت اس اچھے انسان کی نظر میں کوئی وقعت نہ رکھے - جس وقت یہ حالت ہو جاتی ہے تو دنیا داروں کے حیوانی صفات و کردار سے جس میں دنیا دار گرفتار ہیں اس کو نفرت ہو جاتی ہے - اور یہ اچھا آدمی چاہتا ہے کہ دنیا دار فرشتہ صفت ہو جائیں - چنانچہ ظلم و غضب ، غرور ، کنجوسی اور حرص و لالچ کی بجائے اس میں عفو بردباری تواضع سخاوت اور ایثار کی خوبیاں پیدا کی جائیں -

متذکرہ بالا خوبیاں آخرت کے طلبگاروں کی ہیں رہے طالبان حق جن کے اوصاف بہت ہی بالا و برتر ہیں -

(ترجمہ) اخلاق الہی کو اپنے اخلاق بناؤ)

marfat.com

یہ ایک امرمسلّم ھے جہان تک ھر ایک کی رسائی نہین - [1]

عہـدیست مر مـرا کہ نگیرم بجز تو دوست

شرطیست مر مرا کہ نخـواھم بجز تو ھیچ [2]

ایک موقع پر حضرت رکن عالم نے اپنے ایک مرید کو تحریر فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ارشاد فرمایا ! " کہ مین نے آج تک کسی کے ساتھ نہ نیکی کی ھے اور نہ بدی " حاضرین نے متعجب ھو کر عرض کی امیر المؤمنین ! بدی تو چیز آپ سے ھو ھی نہین سکتی مگر یہ کیا بات ھوئی کہ حضور سے نیکی بھی نہین ھو سکتی -

فرمایا تم نہین سمجھتے اللہ جل جلالہ فرماتے ھین :

(من عمل صالح فلنفسـه و من اساء فعلیھا)

یعنی جس نے اچھے کام کئے اپنے نفس کے لئے کیا اور برے کام کئے وہ بھی اپنے نفس کے لئے کئے پس جو کچھ نیکی یا بدی مجھ سے صادر ھوئی ھے وہ درحقیقت میرے لئے تھی نہ کہ دوسرون کے لئے اس لئے بزرگون کا کہنا ھے کہ ایک عاقل کو دنیا اور آخرت کےلئے اتنی نصیحت کافی ھے کہ

" سلاح این کس صلاح او بس است "

۱- شیخ عبدالحق محدث دھلوی، اخبار الاخیار، ص ۱۲۶- ۱۲۷

۲- نور احمد خان فریدی، تذکرہ قطب الاقطاب رکن الدین ملتانی، ص ۲۸۳

marfat.com

یعنی ایک شخص کا ھتھیار اس کی نیکی ھے -

چه میـدانی هر آنچه کاری دردی

آخر بهمه حال نکو کاری بـــه

حضرت رکن عالم کے مطابق نفس کشی کا مطلب یه ھے که انسان اپنے اعضاء و جوارح پر ایسا قابو رکھے که وہ ممنوعات شرعی سے قولاً و فعلاً باز رھیں - بیھودہ مجالس سے بھی اجتناب کرے - اس سےمراد ایسی مجلس ھے جو حق تعالی سے برگشته کرکے دنیا کی طرف مائل کرتی ھے - آپ نے بطالوں سے بھی احتراز ضروری فرمایا - بطال وہ لوگ ھیں جو طالب حق نہیں ھیں - [1]

سلطان التارکین کے مطابق حضرت رکن عالم نے فرمایا که حج مقبول کی علامت یه ھے که حاجی کا اشتیاق کم نه ھو بلکه روز بروز بڑھتا رھے - [2] ایک اور موقع پر فرمایا که جب انسان نیکی اختیار کرتا ھے اس کی برکت اس کے ارادتمندوں میں اثر کرتی ھے - جب اس کی صلاحیت بڑھ جاتی ھے اس کے ھمسائے اثر قبول کرتے ھیں - جب اس سے بھی بڑھ جاتی ھے تو اس شہر پر اثرانداز ھوتا ھے اور جب صلاحیت اس سے بھی ترقی کر جاتی ھے تو اس کی ولایت متاثر ھوتی ھے - جب صلاحیت اس سے بھی تجاوز کر جاتی ھے تو پھرساری سلطنت اس سے اثر قبول کرتی ھے - [3]

حضرت رکن الدین سہروردی کے انفاس متبرکه سے ایک دنیا روشن ھو گئی - گناھگاروں نے ان کے ھاتھ پکڑ کر گناھوں سے توبه کی - بدکاروں نے بدکاری سے ھاتھ اٹھایا اور ان

۱- نور احمد خان فریدی ، تذکرہ قطب الاقطاب حضرت شاہ رکن عالم ، ص ۲۸۴

۲- ایضاً ص ۲۸۵

۳- ایضاً ص ۲۸۵

دینی بادشاہوں کی محبت اور اخلاق کے اثر سے خداوند تعالی کے فیض کی بارش دنیا میں ہونے لگی - ان بزرگوں کے وجود سے شعائر اسلام اور احکام شریعت کو بہت فروغ ہوا اور طریقت نے بڑی رونق پائی - ۱ -

---

۱- صباح الدین عبدالرحمن ، ہندوستان کے سلاطین، علماء اور مشائخ کے تعلقات پر ایک نظر ، ۱۹۶۳ء ، اعظم گڑھ ، ص ۱۲۸

marfat.com

دینی خدمات

=========

سہروردی سلسلہ کے بزرگوں کا مقصد دیگر سلاسل کے اکابر کی طرح یہی رہا تھا کہ لوگوں کی اصلاح معاشرہ پر توجہ مرکوز کی جائے ، ان کے قلوب کو آلودگیوں سے پاک کر کے ان میں توحید کا نور داخل کیا جائے اور معاشرے کی پوری طرح تطہیر کی جائے لیکن ان بزرگوں کے ہاں ایک ایسی چیز نمایاں طور پر دکھائی دیتی ہے جو چشتیہ سلسلہ کے مشائخ میں تقریباً مفقود ہے ۔ کیونکہ یہ بزرگ سیاسی معاملات کو دنیاوی باتیں سمجھ کر ان سے کبھی روگردان نہیں رہے بلکہ انہوں نے معاملات ملکی اور امور سلطنت میں کافی حصہ لیا اور اپنی کوششوں سے مطلق العنان بادشاہوں کو جادۂ اعتدال سے بھٹکنے نہیں دیا ۔ بعض حضرات نے ان بے لوث ہستیوں کی مقدس زندگیوں کے اس پہلو کو دیکھ کر سوئے ظن میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور یہ خیال کرنے لگتے ہیں کہ ان کا بادشاہوں سے میل جول رکھنا اور دربار شاہی میں رسوخ حاصل کرنا محض اس لیے تھا کہ دین کے پردے میں دنیا کمائی جائے اور دولت و مرتبہ کے حصول کی کوشش کی جائے ، لیکن ان کا یہ نظریہ قطعاً باطل ثابت ہوتا ہے ، جب ان بزرگوں کی زندگیوں کا بغور جائزہ لیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ ان کے اس نوع کے کام نفس پرستی اور جاہ طلبی پر مبنی نہیں تھے ۔ بلکہ ان کا مقصد حکومت کے کاموں میں اسلامی روح داخل کرنا تھا ، اپنے اس طریقۂ کار میں وہ بعض ان صحابہ اور تابعین کے پیروکار تھے جنہوں نے سیاست مدن کو دین کا ایک حصہ سمجھ کر اس میں دلچسپی لی اور حکمرانوں کو صحیح مشورے دیکر عوام کو

بدخواہوں اور بے اعتدالیوں کا ہدف بننے سے بچایا ، اگرچہ بعض خیرہ چشم لوگ ان صحابہ اور تابعین کو بھی مطعون کرنے سے نہیں چوکتے جنہوں نے حکومت کے کاموں کو شجر ممنوعہ سمجھ کر ان سے اپنا دامن نہیں بچایا - تاہم جن حضرات کے دماغوں میں اتنی کجی نہیں ہے وہ بخوبی اندازہ لگا سکتے کہ مقدس روحوں کا امور ملکی میں دخل دینا دین کے منافی تھا یا دین کے عین موافق اور جن اولیاء اللہ نے ان کا اتباع کیا وہ جاہ پرست و دنیا دار تھے یا معاشرہ کی اصلاح کے خواہاں اور ملت کے بہی خواہ تھے -

بہرحال سہروردی سلسلہ کے بزرگوں نے برصغیر ہند و پاکستان کے مختلف حصوں کے ساتھ عموماً اور مغربی پاکستان میں خصوصاً تبلیغ اور اشاعت دین کی جو کوششیں کیں وہ ہم ہرگز نہیں بھول سکتے - سہروردی بزرگوں کے مراکز میں پہلا مرکز ملتان تھا جو اشاعت دین کا مرکز بنایا ، جہاں پر حضرت شہاب الدین سہروردی کے خلیفہ حضرت بہاء الدین زکریا نے رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری کیا - اور انکے بیٹے صدر الدین عارف اور پوتے رکن الدین ابو الفتح نے اپنے فیوض و برکات سے اس نواح کے لوگوں کی حالات کو بدل کر رکھ دیا -

ملتان کے قریب ہی سہروردی بزرگوں کی تبلیغی کوششوں کا دوسرا مرکز اچ میں قائم ہوا جس کو اس زمانے میں بہت عروج حاصل ہوا اس سے کچھ ہی عرصہ پہلے سلطان شمس الدین التتمش کے حریف بمقابل ناصر الدین قباچہ کا دارالحکومت رہ چکا تھا - اس وقت بھی سلطنت دہلی کے مغربی صوبہ کا ایک اہم مقام تھا ، اس جگہ جلال سرخ بخاری ، جلال خندہ رو ، احمد کبیر ، خلیل الدین مخدوم جہانیاں جہانگشت اور ان کے بھائی

marfat.com

راجو قتال جیسے قدس بزرگوں نے تبلیغ دین اور رشد و ہدایت کا کام انجام دیا -

حضرت مخدوم جلال الدین جہانگشت بخاری

اچ کے علاقے میں جس بزرگ کو سب سے زیادہ اثر و رسوخ حاصل ہوا وہ حضرت مخدوم جہانیان تھے - جن کا پورا نام مع القاب کے میر سید جلال الدین مخدوم جہانیان جہانگشت بخاری تھا - حضرت شاہ عالم کے مطابق حضرت مخدوم جہانیان کا اصلی نام " حسین " تھا اور باقی سب القاب تھے -[1] آپ سید جلال الدین منیر شاہ بخاری کے پوتے اور سید صدر الدین مشہور بہ راجو قتال کے حقیقی بھائی تھے - آپ کی زندگی کا بیشتر حصہ سیر و سیاحت میں گزرا تھا - حضرت مخدوم نے کم و بیش دنیا کی سیاحت کی تھی - اس لیے ان کو جہانگشت کہا جاتا تھا - خود وہ اپنے بارے میں کہتے ہیں -

سلطان محمد بن تغلق نے مجھے شیخ الاسلام مقرر کیا اور چالیس خانقاہیں میرے تصرف میں دے دیں لیکن میرے مرشد شیخ رکن الدین مجھے خواب میں نظر آئے اور فرمایا کہ تو نے اس منصب کو قبول کر کے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال دیا ہے - بہتر ہے کہ مقامات مقدسہ کو چلے جاؤ -[2]

۱- سید محی الدین رضوی ، ملفوظات شاہ عالم - ورق ۱۵۳ ب -

۲- علاء الدین علی حسین ، الدر المنظوم - ص ۲۰۹ -

marfat.com

[ ]

آپ نے اپنی زندگی کے ۳۶ سال سیر و سیاحت میں گزارے -[1] آپ نے شمالی ھندوستان بہار و بنگال کے علاوہ عرب ، مصر ، شام ، عراق ، بلخ ، بخارا کی سیر کی اور اسی دوران آپ نے ۳۶ حج کیے اور متعدد بزرگوں سے فیض بھی حاصل کیا - سب سے پہلے آپ نے اپنے چچا صدر الدین سے خرقہ خلافت لیا - پھر ملتان جا کر شیخ الاسلام شیخ رکن الدین ملتانی کے پاس علوم ظاھری و باطنی کی تعلیم حاصل کی آپ حضرت چراغ دھلوی کے بھی مرید تھے - مکۃ معظمہ میں آپ نے بہت سارا وقت امام عبداللہ بن اسعد یافعی کی صحبت میں گزارا اور مدینہ منورہ میں دو سال قیام کر کے شیخ عفیف عبداللہ المطری سے عوارف المعارف اور سلوک کی دوسری کتابیں پڑھیں اور باطنی نعمتوں سے مالا مال ھوئے -[2]

آپ کے متعلق مشہور ھے کہ آپ کو چودہ خانوادوں میں بیعت کی اجازت تھی اور آپ جس کسی سے معانقہ کرتے اس سے فیض اخذ کر لیتے یعنی جس سالک راہ سے سابقہ پڑتا اس پر اتنی توجہ کرتے اور اس کی اس طرح سے خدمت کرتے کہ وہ بے اختیار ھو کر یعنی تمام نعمتیں آپ کے سپرد کر دیتا -[3]

حضرت مخدوم جہانیان حنفی المذھب تھے اور انکی اولاد کم از کم حضرت شاہ عالم کے زمانے تک بھی اسی مسلک پر گامزن رہی -[4]

۱- نوراحمد خان فریدی ، تذکرہ قطب الاقطاب حضرت رکن الدین ، مطبوعہ - ص ۲۰۲

۲- ایس ایم اکرام ، آب کوثر ، مطبوعہ لاھور ۱۹۶۲ء ص ۲۷۷-۲۷۸ -

۳- ایضاً - ص ۲۷۸ -

۴- سید محمی الدین رضوی ، ملفوظات شاہ عالم ، ص ۹۷ ب -

marfat.com

حضرت شیخ راجو قتال سے منقول ہے کہ جلال الدین مخدوم جہانیاں نے تین سو سے زیادہ اہل کمال سے ملاقات کی ۔[1] اور ان سے فیض کلی حاصل کیا ۔ دنیا کی ہر سمت میں سفر کیا ۔[2] شیخ جمالی دہلوی سے منقول ہے کہ " میں نے بھی مکۃ ، مدینہ ، بیت المقدس ، بغداد اور بہت سارے دوسرے مقامات پر حضرت مخدوم جہانیاں کے متبرک حجرے پائے اور وہاں نماز دوگانہ ادا کی ۔ اس زمانے میں بھی ان حجروں کے مجاور ہیں جو جھاڑو دیتے ہیں اور ان پر چراغ اور قندیل روشن کرتے ہیں ۔[3]

دینی خدمات :
==========

حضرت مخدوم جہانیاں کی تمام زندگی رشد و ہدایت سے عبارت ہے انہوں نے سفر و حضر میں رشد و ہدایت کا سلسلہ برابر جاری رکھا ۔ آپ کی خانقاہ میں مریدین اور طالبین کا کثیر مجمع رہتا تھا باہر سے لوگ آتے اور حضرت مخدوم جہانیاں سے فیضیاب ہوتے ، عوام ، خواص ، امراء ، وزراء اور سلاطین سب ہی حاضر ہوتے تھے یہی نہیں بلکہ ہر مذہب فقہ کے لوگ حضرت مخدوم کی خدمت میں آتے تھے ۔[4] اور فیض یاب ہوتے تھے ، علماء دین و مفتیان شرع نیز مشائخ کرام بھی حضرت مخدوم کی خدمت میں پہنچتے تھے اور مختلف مسائل شریعت

۱- شیخ عبدالحق محدث دہلوی ، اخبار الاخیار ، مطبوعہ ۱۹۶۳ء کراچی ، ص ۱۴۲ ، (سیاحت بسیار کرد و بسیارے از اولیائے نعمت و برکت یافت)

۲- محمد ایوب قادری ، مخدوم جہانیاں جہانگشت ، مطبوعہ ۱۹۶۳ء ، کراچی - ص ۱۰۹ ، ۱۲۶ ،

۳- شیخ جمالی دہلوی ، سیر العارفین ، مطبوعہ ۱۹۷۶ء لاہور - ص ۲۲۶ -

۴- سید علاء الدین علی حسین ، الدر المنظوم ، ص ۵۳۹ -

marfat.com

اور تصوف کا حل حضرت مخدوم سے فرماتے تھے - الدر المنظوم میں ان کی ایک مجلس کا ذکر ہے جس میں ۲۹ حضرات شریک تھے جن میں بعض بڑے بڑے عالم بھی شامل تھے -[1] جب تک حضرت مخدوم جہانیان شیخ الاسلامی کے عہدے پر فائز تھے اس وقت تک تو تبلیغ اسلام انکے فرائض میں شامل تھا لیکن اس عہدے سے سبکدوش ہونے کے بعد تو ساری زندگی ہی رشد و ہدایت کے لیے وقف ہو گئی ، حضرت مخدوم کی خدمت میں اکثر ہندو حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوتے تھے - حضرت مخدوم مقامی زبانوں یعنی ہندی اور سندھی میں بھی گفتگو فرمایا کرتے تھے - اور یہ چیز مقامی آبادی سے ربط و ضبط قائم کرنے اور ان میں تبلیغ کرنے کے لیے بہت ضروری تھی - اچ ، سندھ اور گجرات میں حضرت مخدوم کے ذریعے اسلام کی خوب تبلیغ و اشاعت ہوئی اور غیر مسلموں کی بڑی تعداد اسلام سے مشرف ہوئی مشہور مورخ ٹی ڈبلیو آرنلڈ لکھتا ہے :[2]

" چودھویں صدی عیسوی کے آخر میں ایک اور داعی اسلام جنہوں نے صوبہ گجرات میں تبلیغ کے لیے کوشش کی شیخ جلال تھے جو مخدوم جہانیان جہانگشت کے نام سے زیادہ مشہور ہیں - یہ بزرگ گجرات میں آ کر سکونت پذیر ہوئے تھے اور بہت سے ہندوؤں کو انہوں نے ان کی اولاد نے مسلمان کیا " -

---

۱- سید علاء الدین علی حسین ، الدر المنظوم - ص ۲۹۳ -

۲- آرنلڈ ، پریچنگ آف اسلام اردو ترجمہ از ڈاکٹر عنایت اللہ دہلوی ، دعوت اسلام مطبوعہ ۱۸۵۸ء علی گڑھ ، ص ۲۹۶ -

شیخ محمد اکرام نے آب کوثر میں مغربی پنجاب اور سندھ میں اشاعت اسلام اور صوفیائے کرام کی تبلیغی کوششوں کا جائزہ لیتے ہوئے کہتے ہیں ۔[۲]

" مغربی پنجاب کے جن قبیلوں نے حضرت مخدوم جہانیاں کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا ، ان قبیلوں کی تعداد آٹھ تک پہنچتی ہے اور ان میں کھرل راجپوتوں کا مشہور اور بڑا قبیلہ بھی شامل ہے ، آپ کا فیض ہندوستان کے سب علاقوں میں پھیلا ہوا تھا " ۔

شیخ محمد اکرام صاحب میکلیگن مرتب گزیٹیئر ملتان کی رائے کو نقل کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ راجپوتوں میں سیال ایک مشہور قبیلہ ہے اس قبیلے کے لوگ ضلع ملتان ، ساہی وال اور جھنگ میں کثرت سے آباد تھے ۔ یہ قبیلہ حضرت بابا فرید گنج شکر کے ہاتھ پر مسلمان ہوا تھا ۔ وہ (راجپوت) مخدوم جہانیاں جہانگشت کے ہاتھ پر ایمان لائے تھے ۔[۲]

میکلیگن کھرل راجپوتوں کی نسبت لکھتا ہے کہ ان کا مورث اعلی راجہ کرن ہستنا پور کا راجا تھا اس کے ایک جانشین بھوپا نے ہستنا پور چھوڑ کر اچ میں رھائش اختیار کی اور یہاں بھوپا اور اسکے بیٹے کھرل نے حضرت مخدوم جہانیاں کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا ، اچ سے یہ قبیلہ بڑھتے بڑھتے دریائے راوی کے دونوں طرف پھیل گیا ۔[۳]

حضرت مخدوم کسی شخص کے اسلام لانے کے بعد اس کی اس طرح تربیت فرماتے تھے یہاں تک کہ اس شخص کا پورے کا پورا قبیلہ یا پھر پوری قوم مسلمان ہو جاتی تھی ۔ حضرت

۱- شیخ محمد اکرام ، آب کوثر ، مطبوعہ لاہور - ۱۹۶۳ء ، ص ۳۱۸ -

۲- ایضاً - ص ۳۲۵ -

۳-

Gazetteer of the Montogomery District. 1884, p 62.

مخدوم جہانیان کے زمانے مین گجرات کا ایک شخص عبداللہ گجراتی زنار دار تھا وہ حضرت مخدوم کے دست حق پر مسلمان ھوا تھا ، وہ جماعت خانہ مین رهتا تھا ، کلام اللہ حفظ کیا اور تمام احکام شریعت کے سیکھے ، اور حج کی سعادت سے بھی مشرف ھوا - پھر وہ حضرت کی خدمت مین حاضر ھوا اور حضرت مخدوم سے اجازت حاصل کرنے کے بعد اپنے گھر والون اور قوم کو مسلمان کرنے گیا ، اور اس مین اس کو بہت زیادہ کامیابی بھی حاصل ھوئی -[1]

اسی طرح حضرت مخدوم نے ایک اور شخص کو بھی مسلمان کیا جس کا نام عبدالسلام رکھا اور اس کے حق مین دعا فرمائی کہ یہ مثل عبداللہ کے ھووے -[2] ایک مرتبہ ایک شخص قبول اسلام کی غرض سے حضرت مخدوم کی خدمت مین حاضر ھوا - حضرت مخدوم نے اس کو اسلام سے مشرف کیا اور اس کو نیا لباس عنایت کیا غسل کروایا اور اپنے ایک دوست کے سپرد کر دیا - کہ وہ اس کو قرآنی آیات سکھائین تاکہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کے مذھب کے مطابق نماز درست ھو جائے -[3]

حضرت مخدوم جہانیان کے ذھن مین ھر وقت تبلیغ اسلام کا ھی خیال رهتا تھا جب حضرت مخدوم دھلی مین ٹھہرے ھوئے تھے ایک روز ان کے پیٹ مین کچھ تکلیف ھوئی ، دھلی کے کوتوال کی طرف سے ایک ھندو طبیب دوا لے کر حاضر ھوا حضرت مخدوم نے اس کی آمد پر اظہار

۱- سید علاء الدین علی حسین ، الدر المنظوم - ص ۳۱ تا ۳۲ -

۲- ایضاً - ص ۳۱ -

۳- ایضاً - ص ۳۸۵ تا ۳۸۶ -

اظہار مسرت کیا اور دعا فرمائی کہ خدا ئے اعلی تمہیں اسلام سے مشرف فرمائے ۔[1]

حضرت مخدوم کے ہاتھوں سنبل ترایز کی ایک ہندو عورت بھی مسلمان ہوئی اور آپ کی مرید بھی ہوئی اس کی ہی برکت سے اس کا شوہر اور دوسرے بہت سارے لوگ بھی مسلمان ہوئے ، وہ سخت ریاضت و مجاہدہ کرتی تھی اور پوری پوری رات نہیں سوتی تھی ، وہ عورت اچ بھی جانا چاہتی تھی ۔[2]

حضرت مخدوم جہانیان کے ہاتھ پر اسلام لانے والوں میں ہندو راجپوتوں کا ایک قبیلہ بھی شامل تھا جو جوالا چور میں آباد تھا ۔ اس خاندان کا لقب راوؑ تھا ۔ یہ بھی حضرت مخدوم جہانیان جہانگشت کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوا تھا ۔[3] حضرت مخدوم جہانیان کی تبلیغ سے اچ کے نواح میں بسنے والے کئی غیر مسلم قبیلوں نے اسلام قبول کیا ۔ منج راجپوتوں کا مورث اعلی تلسی داس بھی مخدوم جہانیان کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوا اور ان کی اولاد احمد آباد میں جا کر آباد ہو گئی ۔ وہاں پر حضرت قطب عالم اور حضرت شاہ عالم کو عوام و خاص میں بڑا اثر تھا اور سلاطین گجرات ان کا بہت زیادہ احترام کرتے تھے ۔

اچ کے علاقے میں اشاعت اسلام اور گجرات کے لوگوں کی تربیت میں حضرت مخدوم جہانیان کے بھائی اور خلیفہ شیخ راجو قتال نے بھی اہم کردار ادا کیا جن کو حضرت مخدوم نے علوم باطنی سے مالا مال کر کے گجرات کے قدیم دار الحکومت میں اشاعت اسلام کے لیے

۱- علاء الدین علی حسینی ، الدر المنظوم ۔ ص ۱۳۵ ۔

۲- ایضاً ۔ ص ۷۹۱ ، ۸۰۷ ، ۸۰۸ ۔

۳- مکتوب مولوی سلطین احمد بدایونی ... مورخہ ۲۱ اگست ۱۹۶۰ء نیز ملاحظہ ہو ماہنامہ "بینات" کراچی اکتوبر ۱۹۶۳ء ۔

marfat.com

بھیجا ۔[1]

گجرات کے علاقے میں اسلام کی نشر و اشاعت کو خانوادۂ حضرت مخدوم جہانیان کے ذریعۂ سے ہوئی بلکہ انہوں نے گجرات کی خود مختار حکومت کے قیام میں بھی حضرت مخدوم کی دعائیں شامل تھیں ۔ سلاطین گجرات کے مورث سہارن و سادھو دو بھائی تھے وہ تھانیسر کے رہنے والے اور قوم ٹانک تھے ۔ سلطان فیروز شاہ تغلق ان کی خدمات سے بہت خوش ہوا اور ان پر شاہی عنایات روز بروز بڑھنے لگیں یہاں تک کہ دنیاوی دولت کے ساتھ ساتھ دولت ایمانی سے بھی مالا مال ہو گئے اور حضرت مخدوم کے سلسلۂ ارادت میں شامل ہو گئے ۔[2] حضرت مخدوم کی برکت اور دعا سے یہ خاندان سلطنت اور بادشاہت کا مالک ہوا ۔[3] اور انہوں نے کم و بیش دو سال تک حکومت کی یہی وجہ تھی کہ گجرات میں حضرت مخدوم کے خاندان کے اکثر شیوخ سکونت پذیر رہے اور ان کی ہی رشد و ہدایت سے گجرات میں اسلام اور شریعت اسلامیہ کی خوب نشر و اشاعت ہوئی ۔

اس طرح حضرت مخدوم جہانیان نے ریاست مانگرول کے قیام اور وہاں اسلام کی نشر و اشاعت میں بھی اہم کردار ادا کیا حضرت مخدوم نے اپنے ایک مرید سکندر بن مسعود کو تبلیغ اسلام کی غرض سے مانگرول میں بھیجا ۔ شیخ سکندر اور انکی اولاد نے تبلیغ اسلام کے

۱- مکتوب مولوی شبیر احمد خان ، ... مورخہ ۲۲ جولائی ۱۹۶۳ء ۔

۲- شیخ سکندر بن محمد ، مراۃ سکندری ، مطبوعہ ۱۳۰۸ھ بمبئی ، ص ۷ ۔

۳- ایضاً ۔ ص ۷ تا ۸ ۔

marfat.com

کام بڑے اچھے طریقے سے نبھایا ۔[1]

حضرت مخدوم جہانیاں کی طرہ امتیاز دین کی تبلیغ تھا وہ اٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے بھی خیال رہتا تھا آپ نے افراد کو نہیں بلکہ قبائل کو حلقہ بگوش اسلام کیا ۔ ان میں نون قوم کے علاوہ لانگ ، لنگاہ ، کھرل ، سیال ، بھٹی ، چنڑ ، بھارہ اس قسم کی کئی اقوام نے آپ کے دست حق پرست پر اسلام قبول کیا ۔ آپ کا یہ معمول تھا کہ تخت رواں پر سفر کرتے تھے اور ہر منزل پر وعظ فرماتے تھے اور کئی کئی دن ایک ایک منزل پر قیام فرماتے تھے ۔ دن کے وقت وعظ کرتے تھے اور رات کو تزکیہ نفس اور اد وار ازکار کی تعلیم دیتے تھے ۔[2]

حضرت مخدوم جہانیاں کے فیض صحبت سے جو اقوام اسلام میں داخل ہوئیں ان میں گوجر ، جاٹ اور راجپوت شامل تھے جو کوہ شوالک کے دامن میں بستے تھے ۔[3]

لکھنو کے مشہور بزرگ قوام الدین عباسی[4] اور ان کے مرید حضرت شیخ سارنگ[5] بھی حضرت مخدوم جہانیاں کے فیض یافتہ تھے ۔ حضرت مخدوم شاہ مینا لکھنوی شیخ سارنگ کے صحبت یافتہ اور خلیفہ ہے ان کے ایک مرید شیخ سعد الدین خیر آبادی سے بہت سارے لوگ فیض یاب

۱۔ محمد ایوب قادری ، مخدوم جہانیاں جہانگشت مطبوعہ ۱۹۶۳ء ص ۲۰۸-۲۰۹ ۔

۲۔ نور احمد خان فریدی ، تذکرہ قطب الاقطاب رکن الدین ملتانی ۔ ص ۲۳۰ ۔

۳۔ ڈاکٹر صاحبزادہ محمد حسین انصاری تیمی للہی ، حیات طیبہ ۔ ص ۲۶۷ ۔

۴۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی ، اخبار الاخیار ۔ ص ۱۵۲ ۔

۵۔ عبداللہ خویشگی ، معارج الولایت ، مخطوطہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری ۔ نمبر ۲۵ ۔ ایچ مر ۲۱۲ ب ۔

marfat.com

ہوئے ۔ ان بزرگون کی سعی و کاوش سے حضرت مخدوم جہانیان کا فیض اودھ مین عام ہوا ۔

۱۳۷۹ء مین جب آپ دہلی تشریف لائے اس وقت سلطان فیروز شاہ تغلق مہم سامانہ کے سلسلے مین دہلی سے باہر گیا ہوا تھا ۔ آپ کو دس ماہ تک ان سے ملاقات کے لیے دہلی مین رکھنا پڑا اس عرصہ کے دوران لوگ آپ کی محفل مین حاضر ہو کر مذہبی ، فقہی اور صوفیانہ مسائل پر سوالات کرتے تھے اور آپ ان کو جواب دیتے تھے ۔[1]

ایک موقع پر ایک دانشمند نے آپ سے پوچھا کہ رمضان کے بعد متصل روزے رکھنا کیسا ہے حضرت مخدوم نے جواب باصواب دیا جس سے وہ دانشمند مطمئن ہو گیا ۔[2] ایک مرتبہ ایک دانشمند نے پوچھا کہ اگر کوئی شخص قسم کھائے کہ میری عورت کو تین طلاقین دی جا چکی ہون اور مین گھر مین آؤن تو اس صورت مین وہ کیا کرے ، حضرت مخدوم نے ایسا حل بتایا کہ وہ مطمئن ہو کر واپس چلا گیا ، حالانکہ وہ مختلف علماء سے یہ مسئلہ پوچھ چکا تھا ۔[3]

ایک اور موقع پر ایک دانشمند نے حضرت مخدوم سے دریافت کیا کہ حدیث قول علیہ الصلوۃ والسلام

من لیس لہ شیخ فشیخہ الشیطان

یعنی جس کا کوئی شیخ نہین اس کا شیخ شیطان ہے ۔

اس کے بارے مین حضرت کی کیا رائے ہے حضرت مخدوم نے فرمایا کہ حدیث صحاح کی ہے ۔ مراد اس سے یہی سلسلہ بیعت ہے جو کہ اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ، صحابہ اور

۱- شیخ محمد اکرام ، آب کوثر - ص ۲۸۱ -

۲- علاء الدین علی حسین ، الدر المنظوم - ص ۲۳۴ ، ۲۳۵ -

۳- ایضاً - ص ۲۳۷ ، ۲۳۸ -

marfat.com

تابعین کا ہے ایک مرتبہ چند دانشمند حضرت مخدوم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ختم تراویح کا مسئلہ دریافت کیا ۔[1]

حضرت مخدوم جہانیاں کی خدمت میں چند بڑے بڑے علماء جو کہ صاحب افتاء تھے وہ حاضر ہوئے اور حضرت مخدوم سے ذکر کی تلقین حاصل کی ۔[2]

ایک روز قاضی ابراھیم اپنے بھتیجے دوستوں اور شیخ علاء الدین علی کے ساتھ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت مخدوم نے انھیں ھدایت فرمائی کہ علم پڑھو اور آخر شب کو عبادت کرو ۔ تہجد ادا کرو اور سونے کے وقت تین بار استغفار بعد آمن الرسول کے پڑھتے رہو ، انشاء اللہ ساری آفتوں سے بچ رھو گے ۔ شیخ علاء الدین علی سے منقول ھے کہ روزہ عاشورہ کو بعد اشراق کی نماز پر حضرت مخدوم نے دو رکعت نماز باجماعت ادا کی اور باقی تنہا ادا کی ۔ علماء و فقہاء امراء ، وزراء اتنی خلقت آ گئی کہ گھر کا تمام صحن بھر گیا اور کچھ باقی جگہ نہ رہی ۔[3]

اکثر درویش حضرت مخدوم کی خدمت میں حصول فیض کے لئے حاضر ہوتے تھے ۔[4] حضرت مخدوم ایک روز دھلی کی مسجد میں نماز ادا کر رہے تھے ۔ موذن نے اللہ اکبر کی بجائے " اکبار " کہا ، حضرت مخدوم نے تنبیہہ فرمائی ۔ حضرت مخدوم فرماتے ھیں کہ سندھ ،

۱- علاء الدین علی حسین ، الدر المنظوم ۔ ص ۳۰۵ ، ۳۰۶ ۔

۲- ایضاً ۔ ص ۶۹۱ ۔

۳- ایضاً ۔ ص ۸۲۳ ۔

۴- ایضاً ۔ ص ۵۲۲ ۔

ملتان ، اچ میں کیا مجال کہ کوئی " اکبار " کہہ سکے حضرت مخدوم نے سب کو منع کر دیا ہے۔[1]

حضرت مخدوم کی نماز تہجد کے بعد کی مجلس خاص طور پر رشد و ہدایت کے لیے ہوتی تھی - اس مجلس میں عام طور پر مرید حاضر خدمت ہوتے تھے - تفسیر ، حدیث ، فقہ اور تصوف کے مسائل کا درس دیتے تھے پھر صبح میں اشراق کے بعد لوگ حاضر خدمت ہوتے اور فیض حاصل کرتے تھے ، حضرت مخدوم سندھی و ہندی زبان بھی بولتے تھے اور ضرورت کے مطابق ان زبانوں میں تلقین و تبلیغ بھی فرماتے تھے -

حضرت مخدوم کے پاس نہ صرف برصغیر پاک و ہند کے لوگ ہی رشد و ہدایت اور فیوض و برکات حاصل کرتے تھے بلکہ بیرون ملک سے شہر بغداد میں لوگ حصول تعلیم اور تلقین حاصل کرنے کو حاضر ہوتے تھے -[2]

حضرت مخدوم جہانیاں کی زندگی میں ہی تصوف کو زوال آنا شروع ہو گیا تھا اس زمانے میں جنوب مغربی پنجاب اور سندھ میں بکثرت جاہل فقیر موجود تھے جو لوگوں کے لیے گمراہی کا سبب تھے -[3]

سلاطین نے اپنی مذہبی لگاؤ کی بنا پر عوام سے یہ مطالبہ کیا کہ ان کی اطاعت اور فرمانبرداری کو مذہبی فریضہ سمجھیں - چنانچہ جگہ جگہ انہوں نے اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول

۱- سید علاء الدین علی حسین ، الدر المنظوم - ص ۶۵۸ -

۲- محمد ایوب قادری ، مخدوم جہانیاں جہانگشت - ص ۱۶۲ -

۳- سید علاء الدین علی حسین ، الدر المنظوم - ص ۵۳۰ -

marfat.com

و اولی الامر منکم " زیر دیا محمد بن تغلق نے جب ملک میں اپنے خلاف جذبات کو مشتعل پایا تو لوگوں کو مذھبی احساسات سے اس طرح اپیل کی کہ سکوں پر من اطاع السلطان فقد اطاع الرحمن " لا یولا السلطان کل الناس لو مضھم یمضا " کھدوایا ان اعلانات اور اس طرز فکر کا نتیجہ یہ نکلا کہ بغاوت کو عصیان اور معصیت بنا کر پیش کیا جانے لگا -

اس بارے میں حضرت مخدوم جہانیاں نے فرمایا :

دنیا کے بادشاہ اللہ تعالی کے منتخب ترین لوگ ہیں کسی طرح بھی ان کو توہین کرنا یا ان کے فرمان کو ترک کرنا ان معاملات میں جو مشروع ہوں - وہ درست اور جائز نہیں ہیں - حق سبحانہ تعالی نے کتنی ھی عبادتیں ان کے حکم سے متعلق رکھی ہیں - مثلاً نماز جمعہ ، نماز عید ، بیت المال سے مال لینا حلال ہوا ان کے حکم کی مخالفت خواہ وہ پوشیدہ طور پر ہو بالکل ھی جائز نہیں ہے اگر تم ان کی مدد نہیں کرو گے تو کل کو قیامت کے دن اس سبب سے تم پر سخت عذاب نازل ہوگا -[1]

حضرت کے ملفوظات کے مطالعہ سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ حضرت مخدوم جہانیاں اپنے ملنے والوں سے فرمایا کرتے تھے :

۱- مصیبت پر نوحہ و فریاد کرنا درست نہیں -[2]

۲- خدا کے سوا کسی دوسرے سے حاجت طلب نہیں کرنی چاہیئے -[3]

۱- ملفوظات قطب عالم (قلمی نسخہ) ادارہ اسلامیہ کالج لاہور - ص ۱۶ الف -

۲- علاء الدین علی حسین ، الدر المنظوم - ص ۳۲۵ -

۳- ایضاً - ص ۳۵۹ -

۳- اولیائے کامل کے عذرہ میں خوشبو آتی ھے اور اگر کامل نہیں ھے تو بھی بدبو نہیں آتی ھے ۔[1]

۴- بحق (فلان) کہنا بطریق کرم ھے نہ بر طریق وجوب اور عوام کے لیے بحق کہنا منع ھے ۔[2]

۵- نماز جنازہ غائبانہ مزھب حنفی میں درست نہیں ھے ۔[3]

۶- اعتکاف تزکیہ نفس کے واسطے ھوتا ھے ۔[4]

۷- صدیق صیغہ مبالغہ ھے اور اس کی دو وجہ اشتقاق ھے ۔

(الف) ھو ذکر المحبۃ (ب) ھو کثـرۃ الصدیق

اور فرمایا کہ حضرت امیر المومنین ابو بکر صدیق رضی اللّٰہ عنہ میں دونوں چیزیں موجود تھیں بکثرت محبت اور کثرت تصدیق بھی ۔[5]

۸- درھم مہر کو نیچے نہ رکھنا چاھیے کہ ممنوع ھے کیونکہ اس میں حروف کے نقش ھوتے ھیں ۔[6]

۱- علاء الدین علی حسین ، الدر المنظوم - ص ۳۵۲ -

۲- ایضاً - ص ۳۸۱ -

۳- ایضاً - ص ۳۸۲ -

۴- ایضاً - ص ۳۸۳ -

۵- ایضاً - ص ۲۱۸ -

۶- ایضاً - ص ۳۰۲ -

marfat.com

۹- رمضان میں ایک زائر پھول لایا تمام حاضرین کو سونگھنے کا حکم دیا کہ مخالفت روافض ہو کیونکہ وہ پھول کا سونگھنا ناقص صوم جانتے ہیں ۔[۱]

۱۰- صبح میں سونا مکروہ ہے ، اس سے تین چیزیں تنگی ، عیش ، کوتاہی عمر اور خلاف معاش پیدا ہوتی ہیں ۔[۲]

۱۱- تقوی کے تین اقسام ہیں :-

الف - تقوی عام - کفر ، گناہ اور بدعت سے بچنا چاہیئے ۔

ب - تقوی خاص کر لایعنی باتوں سے پرہیز کیا جائے ۔

ج - تقوی خاص الخاص کہ ماسوائے اللہ سے پرہیز کیا جائے ۔[۳]

۱۲- ہاتھوں کا چومنا اگر طمع کے واسطے ہو تو مکروہ ہے اور اسلام کی تعظیم کے لیے ہو تو درست ہے ۔[۴]

۱۳- خانکحو اماطاب کی تفسیر کے بیان میں روافض کا رد کیا اور فرمایا کہ صحیح مذاہب اہل سنت و جماعت کا ہے کہ چار عورتیں مراد ہیں ۔[۵]

۱۴- جب سالک میں بے ادبی آ جاتی ہے تو وہ محجوب ہو جاتا ہے ۔[۶]

۱۵- قیامت کے دن نسب نفع نہ دیں گے اس دن اعمال کام آئیں گے اور فرمایا کہ سیدوں کو سیادت نفع نہ دے گی جب تک کہ عمل صالح نہ ہو ۔[۷]

۱- علاء الدین علی حسین ، الدر المنظوم - ص ۳۲۱ -
۲- ایضاً - ص ۱۸۲ -
۳- ایضاً - ص ۱۹۹ -
۴- ایضاً - ص ۲۸۵ -
۵- ایضاً - ص ۳۴۴
۶- علاء الدین علی حسین ، الدر المنظوم - ص ۳۷۲ -
۷- ایضاً - ص ۳۳۷ -

marfat.com

۱۶- نسب پر فخر کرنا چاہیئے اور عمل کو کوشش کرنی چاہیئے ، قیامت کے دن جب صور پھونکا جائے گا تو نسب منقطع ہو جائیں گے -[1]

۱۷- انسان کو چاہیئے کہ سعی و کوشش کرے صرف نسب پر کفایت نہ کرے اور دین کے کام میں ناز نہ کرے -[2]

۱۸- غلام کے ساتھ سختی نہیں کرنی چاہیئے اور اس کو وہی کھلائیے جو خود کھائے -[3]

۱۹- فضائل صحابہ میں فرمایا کہ ان کے فضائل میں حدیث بہت ہیں - ہم سارے صحابہ کو دوست رکھتے ہیں اور کسی ایک صحابی سے بیزار نہیں ہیں اور ہم ان کا اقتدا کرتے ہیں اور رافضی صحابہ کو دشمن رکھتے ہیں -[4]

۲۰- قریشی صحیح لفظ نہیں ہے ، صحیح لفظ قرشی ہے ، قریش ایک دریائی مچھلی کا نام ہے جو غلیظ ترین مچھلی ہے اور عرب والے جب کسی کو گالی دیتے ہیں ہیں تو قریشی کہتے ہیں اور جب قبیلہ قریش کی طرح نسبت کرتے ہیں تو قرشی کہتے ہیں -[5]

۲۱- جس شخص میں بزرگی و کمال ہوتا ہے وہ تواضع اور انکساری اختیار کرتا ہے اور جو اس سے عاری ہوتا ہے وہ کبر و عجب اختیار کرتا ہے -[6]

۱- علاء الدین علی حسین ، الدر المنظوم - ص ۶۸۸ -
۲- ایضاً - ص ۳۸۸ -
۳- ایضاً - ص ۵۷ -
۴- ایضاً - ص ۶۳ تا ۶۴ -
۵- ایضاً - ص ۲۰۸ -
۶- ایضاً - ص ۵۱۰

۲۲- عالم کو عامل ہونا چاہیئے جو عالم کہ اپنے علم پر عمل نہ کرے تو مسخرہ ہے۔[1]

۲۳- جس دن کہ نافرمانی نہ کی جائے وہ دن عید ہے۔[2]

۲۴- انسان جو کام کرے خدا کی دوستی کے لیے کرے۔[3]

۲۵- بغیر حکم کے خلوت اختیار نہیں کرنی چاہیئے۔[4]

۲۶- تین آدمیوں سے ڈرنا چاہیئے۔

۱- جاہل پیر۔ ۲- جابر حاکم ۳- دنیا دار عالم۔

۲۷- سوئم کے روز میت کی قبر کے پاس شربت و برگ و میوہ لے جاتے ہیں، سیپارہ خوانی کرتے ہیں یہ سب مکروہ ہے۔ بلکہ اور چنین بھی کرتے ہیں اگر ایک لاکھ بار کلمہ پڑھ کر ثواب بخشیں تو میت کی مغفرت کا سبب ہووے۔[5]

۲۸- خط کا جواب دینا سلام کے جواب کی طرح ضروری ہے۔[6]

۲۹- نفس عارضی حظ اور لذت کو چاہتا ہے۔[7]

۳۰- بعض اولیاء اللہ بعض تقدیرات پر اطلاع پاتے ہیں۔[8]

۱- علاء الدین علی حسین، الدر المنظوم - ص ۳۲۷ -

۲- ایضاً - ص ۳۳۲ -

۳- ایضاً - ص ۳۳۸ -

۴- ایضاً - ص ۳۲۷ -

۵- ایضاً - ص ۷۲۲ تا ۷۲۳ -

۶- ایضاً - ص ۴۱۹ -

۷- ایضاً - ص ۳۹۳ -

۸- ایضاً - ص ۵۰۵ تا ۵۳۲ -

marfat.com

۳۱- جو بزرگ اور صاحب کمال ہے اس کو تواضع اختیار کرنی چاہئے ۔[1]

۳۲- جس کو اجتہاد کا درجہ حاصل ہے اس کو قرآن کریم کی تفسیر کرنی چاہیئے ۔[2]

۳۳- عالم وہ ہے جو عامل ہے ورنہ پھر وہ جاہل ہے ۔

۳۴- ولی کی پہچان یہ ہے کہ وہ گفتار و کردار و رفتار میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا پیرو ہو ۔

۳۵- قیامت کے دن فرزندوں کو ماؤں کی طرف نسبت کریں گے اس میں دو قول ہیں :

۱- حضرت عیسی علیہ السلام کی وجہ سے ۲- ولد الزنا کے راز افشا نہ ہونے کی وجہ سے ۔

۳۶- جس وقت طالب کمال کو پہنچتا ہے تو سوائے خدا کے اور کوئی دل میں نہیں رہتا ہے ۔[3]

۳۷- دعائیں قضائے مبرم کو بدل دیتی ہیں ۔[4]

۳۸- سالک کے واسطے ذخیرہ کرنا جائز نہیں ہے ۔[5]

۳۹- سالک بے ادبی کرتا ہے تو قبض ہو جاتا ہے ۔ قبولیت عمل کے لیے تقوی شرط ہے ۔[6]

۱- علاء الدین علی حسین ، الدر المنظوم ۔ ص ۵۱۰ ۔

۲- ایضاً ۔ ص ۵۲۱ ۔

۳- ایضاً ۔ ص ۶۲۳ ۔

۴- ایضاً ۔ ص ۶۲۳ ۔

۵- ایضاً ۔ ص ۶۳۵ ۔

۶- ایضاً ۔ ص ۶۹۲ ۔

marfat.com

۳۰- ادب ظاہر ادب باطن کی علامت ہے۔[1]

۳۱- وضو فصل ہے اور نماز وصل ہے۔[2]

۳۲- محاسبہ کرو قبل اس کے کہ تم سے محاسبہ کیا جائے۔[3]

۳۳- ایسا علم ہونا چاہیے کہ جس پر عمل ہو سکے اور وہ آخرت میں مفید ہو (نمبر ۱۲) ۔[4]

۳۴- اتنا علم حاصل کرنا چاہیئے جتنے پر عمل ہو سکے (نمبر ۲۶) ۔

۳۵- عالم کامل ، طبیب حاذق ہے ۔ (نمبر ۳۲) ۔[5]

۳۶- ہر حال میں قناعت کرنی چاہیئے ۔ (نمبر ۳۹) ۔[6]

۱- علاء الدین علی حسین ۔ الدر المنظوم ۔ ص ۶۱۲ ۔

۲- مقرر نامہ ۔ (نمبر ۹) ۔

** مقرر نامہ حضرت مخدوم کے ان مکتوبات و ہدایت پر مبنی مجموعہ ہے جو انہوں نے تاج الدین بن معین سیاہ پوش کے بعض استفسارات کے جواب میں تحریر فرمائے تھے ۔ یہ مجموعہ ۷۷۳ھ میں مرتب ہوا ۔

۳- مقرر نامہ ۔ نمبر ۱۲ ۔

۴- مقرر نامہ ۔ نمبر ۳۶

۵- مقرر نامہ ۔ نمبر ۳۲

۶- مقرر نامہ ۔ نمبر ۳۹ ۔

marfat.com

ملفوظات حضرت مخدوم جہانیاں

ملفوظات کے لفظی معنی " مقالات یا تقریر " کے ہیں - یہ دراصل صوفیاء کے ہاں تعلیم و تربیت کا ایک ذریعہ ہے ، مرید اپنے شیخ کے پاس بیٹھ کر کوئی عنوان شروع کر دیتے ہیں اور شیخ اس عنوان پر اظہار خیال کرتا ہے - کچھ ذہن اور ذی علم مرید اس گفتگو کو نقل کر لیتے ہیں - حضرت مخدوم جہانیاں جہان گشت بڑے صاحب علم و فضل صوفی شیخ تھے - اسلامی علوم میں ان کو درجہ اجتہاد حاصل تھا ، ان کے ملفوظات مذہب و تصوف کے دائرہ المعارف کا درجہ رکھتے ہیں - حضرت مخدوم جہانیاں کے ملفوظات کے مجموعے مندرجہ ذیل ہیں :

۱- جامع العلوم (الدر المنظوم)

ملفوظات کا یہ مجموعہ جامع العلوم کے نام سے مشہور ہے - اس کے مرتب ابو عبداللہ علاء الدین علی بن سعد بن اشرف دہلی ہیں جو ۷۷۷ھ/۱۳۷۵ء میں حضرت مخدوم کے مرید ہوئے - ان کو خیال آیا کہ اچ جا کر مرشد کی خدمت میں رہنا چاہئیے - ۱۳۷۹ء میں حضرت مخدوم دہلی آئے اور تقریباً دس مہینے دہلی میں قیام کیا - علاء الدین نے اس قیام کو غنیمت جانا اور شب و روز حضرت مخدوم کی خدمت میں مقیم رہے - اور ۲۸ ربیع الآخر ۷۸۱ھ/۱۳۷۹ء سے ۱۷ محرم ۷۸۲ھ/۱۳۸۰ء تک تقریباً ۹ ماہ حضرت مخدوم کے ملفوظات جمع کرتے رہے - اکثر مرید اس نسخہ کی نقل حاصل کرتے - ان ملفوظات میں ہم عصر واقعات اور شخصیتوں کے اکثر حوالے آئے ہیں - جامع العلوم میں قوت القلوب ، عقائد نسفی ، شرح اور او کبیر ، جامع الفتاوی ، فتاوی کامل ،

marfat.com

جامع صغیر ، شرح عزیزی ، کتاب کافی ، کتاب مغنی ، شرح نودنه ، فقه اکبر ، مشکوۃ المصابیح ، مشارق الانوار ، عوارف المعارف ، شرح کبیر جهل رسم ، رساله مکیه ، قصیده لامیه ، تفسیر مدارک کے بکثرت حوالے ملتے هیں ۔

الدر المنظوم دو جلدوں پر مشتمل هے ۔ اس کی دونوں جلدیں ۸۷۲ صفحات پر مشتمل هیں ۔ اس میں تصوف کے حقائق و معارف اور بکثرت شرعی ، فقهی ، اخلاق اور معاشرتی مسائل کا بیان هے ۔

جامع العلوم کے کئی قلمی نسخے موجود هیں ۔[1]

سراج الهدایه

حضرت مخدوم جهانیاں کے ملفوظات کا دوسرا مجموعه هے ۔ لیکن یه مجموعه قاضی سجاد حسین پرنسپل مدرسه فتح پور دهلی کی تحقیق کے مطابق یه مجموعه ملفوظات جعلی هے ۔

سراج الهدایه کے بهی کئی ایک قلمی نسخے موجود هیں ۔[2]

مقرر نامه

مقرر نامه حضرت مخدوم کے ان مکتوب و هدایات کا مجموعه هے جو انهوں نے تاج الدین

۱۔ محمد ایوب قادری ، مخدوم جهانیاں جهاں گشت ، ص ۲۳۷ - ۲۳۹

۲۔ ایضاً ص ۲۴۰ - ۲۴۱

بن معین سیاہ پوش کے بعض استفسارات کے جوابات مین تحریر فرمائے تھے - یہ خط و خطابت شیخ معزالدین کے ذریعہ سے ہوئی تھی - اس مجموعہ مین تصوف و سلوک کی تعلیم بطور مکتوبات قلم بند کی گئی ھے - یہ مجموعہ ۷۷۶ھ/۱۳۷۳ء مین مرتب ہوا - اس مجموعہ مین ۴۲ مکتوبات شامل ھین، ھر مکتوب مین " مقرر باد " کے لفظ سے شروع ہوتا ھے -

خزانۂ جلالی

اس کا اصل نام " خزانۂ الفوائد الجلالیہ " ھے ، مگر خزانہ جلالی کے نام سے مشہور ھے -

حضرت مخدوم کے ملفوظات کا یہ مجموعہ نہایت مشہور و معروف ھے - جس کو حضرت مخدوم کے مرید احمد المدعوبہ بہاء بن حسن بن محمود بن سلیمان تلنبی نے مرتب کیا ھے - یہ علوم و معارف کا ایک نادر ذخیرہ ھے ، اخبار الاخیار ، سیر العارفین اور خزینۃ الاصفیاء وغیرہ مین اس کتاب کے اکثر اقتباسات اور حوالے ملتے ھین - خزانۂ جلالی مین مشارق الانوار ، فتاوی سراجی ، ارشاد المریدین ، فوائدالفواد ، احیاء العلوم ، رونق المجالس ، فتاوی طبری ، کتاب منتق ، رسالہ امین الدین گازرونی ، قوت القلوب ، کتاب عمدہ ، فقہ اکبر ، جامع صغیر ، فتاوی سمودی ، ترغیب الصلوۃ ، شرح نوددہ نامہ ، اور اوشیخ کبیر عین العلم ، یواقیت المواقیت ، در مختار ، روضۃ الریاحین ، رسالہ مولانا ضیاء الدین برنی ، جامع الکبیر ، سیر الصغیر ، فتاوی ناصری ،

۱- محمد ایوب قادری ، مخدوم جہانیان جہان گشت ، ص ۲۴۳

فوائدالسالکین ، منہاج العابدین وغیرہ کےحوالے اور اقتباسات ملتے ھین ۔ دراصل ان کتابون کو ہم خزادہ جلالی کا ماخذ کہہ سکتے ھین ۔

خزانہ جلالی ایک مقدمہ اور سترہ ابواب پر مشتمل ھے ۔

مظہر جلالی

حضرت مخدوم کے ملفوظات کا ایک مجموعہ مظہر جلالی کے نام سے ھے ۔ جو صحیح حالت مین دستیاب نہین ھے ۔[2]

مناقب مخدوم جہانیان

حضرت مخدوم کے ملفوظات کا یہ مجموعہ بہت نادر ھے ، اس مین دو کتابون یعنی " وظائف شاھی " اور دوسری کتاب مخدوم جلال الدین بخاری کے ملفوظات ھین ۔ ان کو ملا دیا گیا ھے ۔ یعنی ان کو ملا کر ایک ھی کتاب کی شکل دے دی گئی ھے ۔ یہ کتاب سلطان فیروز شاہ تغلق کے انتقال کے بعد مرتب ھوئی ھے ۔ کیونکہ اس سلطان مرحوم لکھا گیا ھے ۔ اس مین ھمیشن عہد فیروزی کے اکثر سیاسی واقعات ٹھٹھہ کی مہم اور بغاوت گجرات کا ذکر ملتا ھے ۔[3]

۱۔ محمد ایوب قادری ، مخدوم جہانیان جہان گشت ، ص ۲۴۹۔ ۲۵۱

۲۔ ایضاً ، ص ۲۵۶

۳۔ ایضاً ، ص ۲۵۸ تا ۲۵۹

marfat.com

حضرت مخدوم جہانیاں - تعلیمات
=====================

حضرت مخدوم جہانیاں کے مطابق فقر کے لیے پہلے پچاس چیزیں ضروری بتائیں ہیں پھر انہیں مختصر کر کے ۱۵ چیزیں پیش فرمائی ہیں - آخر میں لکھا ہے کہ اگر یہ بھی حاصل نہ ہو سکیں تو ذیل کی آٹھ چیزیں اختیار کی جائیں -

توبہ ، عبادت ، زہد ، صبر ، عرفان ، شکر ، توکل ، طلب ، دوست

فرماتے ہیں اگر یہ چیزیں حاصل نہ ہوں تو سالک کیلئے سجادہ پر بیٹھ کر مشائخ کے گروہ میں شامل ہونا کسی طرح جائز نہیں -

عقبات سالک :
=========

آپ نے فرمایا کہ سلوک کے راستے میں مختلف قسم کی گھاٹیاں آتی ہیں - پہلی گھاٹی دنیا ہے - جب سالک راہ سلوک میں گامزن ہوتا ہے تو دنیا کہتی ہے کہ کہاں جاتا ہے لوٹ آ - میرے پاس کتنے خزائن ہیں - یہ میوے ، یہ کپڑے ، یہ عورتیں ، انہیں چھوڑ کر کہاں جاتا ہے لیکن سالک ان سے منہ موڑ کر آگے بڑھتا ہے - سالک کو ہمیشہ اللہ تعالی سے التجا کرتے رہنا چاہیئے کہ اس گھاٹی سے پار کر دے -[۱]

نور احمد خان فریدی

۱- تذکرہ رکن الدین ملتانی - ص ۲۳۳-۲۳۴ - ۲۳۵ -

marfat.com

مقامات سالک :

=========

ان کے مطابق سلوک کے دو مقامات ہیں ابتداء اور انتہا - مقام ابتداء توبہ ہے توبہ دو طرح کی ہے - ایک یہ کہ شریعت و طریقت کی حقیقتوں سے اجتناب کرے - دوسری ماسوی اللہ سے توبہ کرے -

اس شخص کو عاقل سمجھا جا سکتا ، جو سختیوں سے لطف اٹھائے مگر نعمتیں دینے والے کو فراموش کر دے -[1]

حالات سالک :

=========

ان مقامات کو طے کرنے کے بعد سالک کو تین حالتوں سے دو چار ہونا پڑتا ہے - سلوک ، وقوف ، رجوع ، سلوک سے مراد وہ حالت ہے جس سے منزل مقصود کے مقامات طے ہوتے ہیں - ان مقامات کو طے کرنے میں موقف بھی ہوتا ہے جس کو وقوف کہتے ہیں -

سالک جب کسی مردہ یا حرام چیز کی طرف مائل ہو جاتا ہے یا اس میں کل پیدا ہونے لگتا ہے یا وہ دنیا سے اختلاط شروع کر دیتا ہے تو پھر مقامات طے نہیں ہوتے وقوف کا علاج رجوع ہے یعنی سالک کو صابر و شاکر رہ کر پھر ایک بار تائب ہونا چاہیئے - اور وقوف کو دور کرنے کیلئے مفید مشاغل مثلاً درس و تدریس ، امامت ماجدہ کسب مکاتیب اور تعلیم جہاں اختیار کر لینا چاہیے لیکن ان مشاغل میں اللہ اور اس کے رسول کے احکام کے

----

marfat.com

بجا لانے میں کسی قسم کی کوتاہی نہ ہو ۔[1]

منازل سلوک :
=========

آپ نے فرمایا سلوک کی چار منازل ہیں ۔ ناسوت ۔ ملکوت ۔ جبروت ۔ لاہوت ۔
" منزل ناسوت " نفس کی جگہ ہے جب سالک کے نفس سے اوصاف ذمیمہ زائل ہو جاتا ہے تو وہ عالم ملکوت میں پہنچتا ہے ۔ یہ دل کی جگہ ہے جس میں فرشتوں کی صفتیں پائی جاتی ہیں ۔ اس منزل سے گزر کر سالک عالم جبروت میں پہنچتا ہے ۔ جو روح کی جگہ ہے ۔ اس میں روح کی وہ تمام صفات پائی جاتی ہیں جو حق تعالی کی ذات سے قریب کرتی ہیں ۔ اس کے بعد " لاہوت " کی منزل ہے ۔ جہاں خود سے رہائی حاصل ہو جاتی ہے ۔ یہ تمام منازل ، دل اور روح کے ذریعے سے طے ہوتی ہیں ۔ نفس شیطان کی جگہ ہے دل فرشتوں کیلئے مقام ہے اور روح محل نظر رحمن ہے جو نفس کی پیروی کرتا ہے وہ دوزخ کی آگ میں جلتا رہے گا جو دل کی مناسبت کرے گا اس کو جنت نعیم حاصل ہوگی ۔ اور جو روح کی فرمانبرداری کرتا ہے اسے خداوند عالم کے پاس جگہ ملے گی ۔[2]

معرفت :
=======

جس شخص کو معرفت حاصل ہوتی ہے وہ خداوند تعالی کی حکمت کے لطائف اور

۱- علاء الدین علی حسینی ، الدر المنظوم ۔ ص ۲۵۸ ۔

۲- ایضاً ۔ ص ۲۸۵-۲۸۷ ۔

اسکی محبت کے حقائق سے واقف ہو جاتا ہے - معرفت کا نور ہر قسم کے انوار پر غالب آتا ہے - نہ اس پر گناہون کی تاریکیان چھا سکتی ہین - نہ اسکی شہوتون کی خواہش کثیف بنا سکتی ہین نہ اس کو انکار اور غضب کا غبار چھاپ سکتا ہے - [1]

حضرت مخدوم جہانیان نے ایک بار صوفی کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ حقیقی صوفی وہ ہے جس کا دل خدا کی یاد مین مشغول ہے اس کے علاوہ وہ طاعت و عبادت مین لذّت محسوس کرے اور اس کے دل مین آتش عشق فروزان رہے - [2]

حضرت مخدوم جہانیان درویش کے لیے قرب شاہی کو سم قاتل سمجھتے ہین - انہون نے حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللّٰہ علیہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ فقیر کو اہل دنیا کے ساتھ اختلاط حرام ہے - اس طرح ملوک و سلاطین اور امراء کا تقرب اہل طریقت کے لیے حرام ہے اور اس پر مشائخ اعظام کا اجماع ہے - [3]

حضرت مخدوم کی علمی خدمات

حضرت مخدوم کی مجلس مبارک مین علوم و معارف کے رموز و غوامض حل فرمائے جاتے تھے ، درس و تدریس کا بھی باقاعدہ انتظام تھا - دور و نزدیک سے طلباء - " مدرسہ جلالی " - مین آ کر تعلیم حاصل کرتے تھے ، نامور عالم و واعظ مطالب قرآن و حدیث حل کرتے

۱- الدر المنظوم - ص ۲۳۲ -

۲- فضل اللّٰہ ، خزانہ جواہر جلالیہ - ورق ۱۰ الف -

۳- ایضاً - ورق ۱۱ -

تھے ، مریدین اور معتقدین بالالتزام تفسیر و حدیث اور کتب تصوف کا درس لیتے تھے ، خاص مریدون کے لیے تہجد ورنہ عموماً فجر کے بعد حضرت کا درس شروع ہوتا تھا جیسا کہ علاء الدین مرتب جامع العلوم نے خود اپنے بارے میں ذکر کیا ہے -[1]

حضرت مخدوم عام طور پر تفسیر کشاف کی بجائے تفسیر مدارک کو ترجیح دیتے تھے - کیونکہ کشاف کا مولف علامہ زمخشری معتزلی تھا اور حضرت کے یہان تفسیر مدارک داخل نصاب تھی -[2] حضرت مخدوم کے پوتے حامد بن محمود نے قرآن کریم حضرت مخدوم سے پڑھا اور انہون نے ساتون قرائتین سیکھین ، حضرت مخدوم ساتون قرائتون کے قاری تھے ، انہون نے علم قرأت مکہ و مدینہ مین سیکھا تھا - حضرت مخدوم سے اچ کی بعض مستورات نے قرأت سیکھی تھی -[3] حضرت مخدوم کے ہان حدیث کا باقاعدہ درس ہوتا تھا ، معمول یہ تھا کہ حدیث کی قرأت کے بعد صرف و نحو کے مطابق تشریح کی جاتی تھی ، پھر مشکل لغات کی تشریح ہوتی - اس کے بعد حل مطالب فرماتے تھے -[4] بخاری ، مسلم ، ترمذی ، ابو داوٗد اور مصابیح کے درس کے حوالے ملتے ہین ، جامع صغیر کا باقاعدہ درس ہوتا تھا -[5]

حضرت مخدوم جہانیان فقہ مین مجتہدانہ حیثیت کے مالک تھے - ائمہ اربعہ کے

۱- ابو عبداللہ علاء الدین علی بن سعد بن اشرف ، الدر المنظوم - ص ۲۸۵ ، ۲۹۰ ، ۲۹۵ ، ۲۹۷ ، ۲۹۹ ، ۳۰۶ ، ۳۰۷ ، ۳۱۸ ، ۳۲۶ ، ۳۳۶ ، ۳۴۷ ، ۳۵۵ ، ۳۵۶ ، ۳۵۹ ، ۳۷۳ وغیرہ -

۲- ایضاً - ص ۷۹۰ ، ۷۹۶ -

۳- ایضاً - ص ۴۹۳ ، ۸۲۳ -

۴- ایضاً - ص ۲۵۴ ، ۲۶۵ ، ۲۶۶ -

۵- خزانہ جواہر جلالی - (قلمی) ورق ۱۲۶ الف -

marfat.com

مذاهب پر کامل نگاہ رکھتے تھے ، درس کے دوران ہر مذہب کا فرق بیان فرماتے اور پھر فقہ حنفی کی جامعیت کو ذہن نشین کراتے تھے ۔ ایک مرتبہ ایک مرید پیتل کا پیالہ لایا انہوں نے اس پیالہ کو قبول کر لیا اور فرمایا ؟ ۔

امام اعظم ابو حنیفہ کے مذہب کی رو سے پیتل کے پیالہ میں کھانا پینا درست ہے [1]

حضرت کے یہاں ہدایہ کا باقاعدہ درس ہوتا تھا ، انکے پوتے حامد بن محمود نے ہدایہ خود حضرت مخدوم سے پڑھی ۔

حضرت مخدوم کے یہاں قرآن حکیم ، تفسیر مدارک ، صحاح ستہ ، مشارق الانوار ، شرح کبیر چہل اسم ، مشکوۃ المصابیح ، رسالہ مکیہ ، قصیدہ لامیہ ، کتاب متفق ، عقائد نسفی شرح نودہ نام ، فقہ اکبر ، عوارف المعارف ، اوراد شیخ شہاب الدین سہروردی وغیرہ کا درس باقاعدگی کے ساتھ ہوتا تھا ۔ حضرت مخدوم صرف و نحو اور لغت کی طرف خاص طور پر توجہ دلاتے تھے تاکہ عربی زبان کی تحصیل آسان ہو اور اس میں اچھی طرح مہارت و قدرت حاصل ہو جائے ۔[2] اکثر حضرات مخدوم سے تسمیہ خوانی کی رسم ادا کرتے تھے ، چنانچہ ایک عزیز اپنے بچے کو حضرت کی خدمت میں اس غرض سے لایا ، حضرت نے بسم اللہ پڑھی اور الف با تختی پر لکھا ۔[3] معز الدین رسولدار دھلوی کے بچوں نے رسالہ نودونہ نام حضرت مخدوم سے پڑھا ۔[4] شیخ زادہ فخر الدین گازرونی حضرت مخدوم کی خدمت میں شرح کبیر چہل اسم

۱- الدر المنظوم ۔ ص ۲۷۷ ، ۲۸۱ تا ۲۸۲ ، ۲۸۸ ، ۵۷۱ تا ۵۷۲ ۔
۲- ایضاً ۔ ص ۵۴۰ ۔
۳- ایضاً ۔ ص ۶۷۱ ۔
۴- ایضاً ۔ ص ۶۷۳ ۔

marfat.com

پڑھتے تھے حضرت ، ان کو نہایت شرح و بسط سے اس کتاب کا سبق پڑھاتے تھے انہوں نے فرمایا کہ یہ شرح صحابہ کرام اور تابعین عظام سے منقول ہے ۔[1] جامع العلوم کے مرتب علاء الدین نے حضرت مخدوم سے چار کتابیں پڑھیں اور چند کتابیں سماع کیں ۔[2]

عبد الرحمن ظفاری حضرت مخدوم سے اسرار الدعوات پڑھا کرتے تھے ، ظفاری عرب تھے اس لئے حضرت مخدوم ان سے عربی میں گفتگو فرمایا کرتے تھے ۔[3] عبد اللہ گجراتی حضرت کے ہاتھ پر اسلام لائے تحصیل علم کی قرآن حفظ کیا اور مبلغ اسلام ہوئے ۔[4]

حضرت مخدوم ابتدائی اور اوسط درجہ کے طلباء کے اسباق ان طلباء کے سپرد کر دیتے تھے جو اعلی کتابیں پڑھتے تھے ، چنانچہ ایک موقع پر حضرت کے پاس ہجوم تھا تو علاء الدین مرتب جامع العلوم سے کہا کہ تم اپنے ساتھیوں میں سے کسی سے سبق پڑھ لو چنانچہ انہوں نے محمد ظفاری سے سبق پڑھ لیا ۔

حضرت مخدوم آداب درس کو خاص طور سے ملحوظ رکھتے تھے ۔ طریقہ تعلیم کے سلسلہ میں ارشاد ہے کہ طالب علم کو حسن استماع چاہیئے اور وہ ہمیشہ ادب کو نگاہ میں رکھتے تھے ۔ جب استاد تقریر کرتا ہو تو طالب علم کو چاہیئے کہ وہ خاموشی سے سنے اور درمیان میں سوال نہ کرے بلکہ استاد کی تقریر کے بعد سوال کرے کیونکہ درمیان میں سوال کرنے سے

۱۔ علاء الدین علی حسینی ، الدر المنظوم ۔ ص ۲۵۹ ۔

۲۔ ایضاً ۔ ۲۸۲ ۔

۳۔ ایضاً ۔ ص ۵۱۶ ، ۵۱۷ ۔

۴۔ ایضاً ۔ ص ۳۲ ۔

marfat.com

استاد کی توجہ ہٹ جاتی ہے ۔[1]

حضرت مخدوم کو عربی ، فارسی کے بکثرت اشعار یاد تھے ۔ قصیدۂ لامیہ و کتاب متفق تو گویا حفظ تھی ۔ درس و تدریس کے درمیان اکثر اشعار بھی پڑھا کرتے تھے بلکہ اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت کو خود بھی شعر و شاعری کا ذوق تھا ۔[2]

حضرت مخدوم قبروں پر بلند آواز سے قرآن پڑھنے کو بدعت سمجھتے تھے اسی طرح جو لوگ صندوق میں سیپارے رکھ کر قبروں پر لے جاتے اور پڑھتے میں مخدوم جہانیاں کے نزدیک وہ بھی مکروہ تھے ۔[3]

اگر کوئی شخص مخدوم صاحب کے طریقے پر عمل کرے تو خوش عقیدہ لوگ اس کے پیچھے پڑ جاتیں ۔ جس طرح مخدوم صاحب قبروں پر سیپارے لے کر جانے کو ناجائز سمجھتے تھے اسی طرح ان کے نزدیک قبروں پر کھانا پہنا بھی مکروہ تحریمی ہے ۔[4]

حضرت مخدوم جہانیاں کے پاس ایک اچھا کتب خانہ تھا ۔ طلباء کے لیے آپ خود کتابیں فراہم کرتے تھے شرح کبیر چہل اسم مدینہ شریف سے لائے تھے یہ شرح عربی میں تھی ۔[5] حضرت مخدوم جہانیاں کے کتب خانہ میں عوارف المعارف کا وہ خاص نسخہ تھا جو حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کے درس میں رہا تھا اور ان کو یہ نسخہ ان کے استاد محترم شیخ

۱- الدر المنظوم ۔ ص ۵۲۳ ۔
۲- ایضاً ۔ ص ۳۵۱ ، ۴۲۶ ، ۴۷۹ ، ۵۱۶ ، ۵۱۷ ۔
۳- ایضاً ۔ ص ۲۲۰ ۔
۴- ایضاً ۔ ص ۔ ۸۷۲ ۔
۵- ایضاً ۔ ص ۳۵۹ ۔

marfat.com

عبداللہ مطری سے ملا تھا یہ بہت عمدہ نسخہ تھا ، حضرت مخدوم کے بعد یہ نسخہ ان کے فرزند محمود کے پاس رہا ۔[1] عبدالرحمن ظفاری کے پاس ایک نادر کتاب کتاب اسرار الدعوات تھی اس کے بہت کم نسخے تھے ، حضرت مخدوم نے ظفاری صاحب سے اس کی نقل کی اجازت چاہی ۔ اوّل تو انہوں نے منع کیا مگر بعد میں راضی ہو گئے اور حضرت مخدوم نے نقل اپنے کتب خانے کے لیے حاصل کی ۔[2] ایک مرتبہ ایک فقیہہ و محدث مسافر اچ میں تشریف لائے اور حضرت مخدوم کے یہاں ٹھہرے حضرت نے مصابیح اور دیگر کتب کا سماع کیا انہوں نے سات جلدوں میں قرآن کریم کی تفسیر لکھی تھی یہ تفسیر معانی من اللہ تھی ۔ اس حاصل مفسرؔ نے تفسیر کی یہ ساتوں جلدیں حضرت مخدوم کو دیدیں جو ان کے کتب خانہ میں ہیں ۔[3] شیخ قطب الدین دمشقی نے جب تصوف کا مشہور رسالہ مکمل کر لیا تو اس کا ایک نسخہ حضرت مخدوم کے پاس بھیجا ۔[4] حضرت مخدوم نے خود اس کا فارسی میں ترجمہ کیا ۔

حضرت شاہ عالم فرماتے ہیں کہ حضرت مخدوم جہانیاں کو تین لاکھ احادیث مع اسناد یاد تھیں ۔ جامع ملفوظات میں اس کے متعلق یہ تحقیق ہے ۔

اس خانہ زاد خاکسار نے سنا ہے حضرت سید الاقطاب یعنی حضرت مخدوم جہانیاں کو تین لاکھ حدیثیں مع اسناد یاد تھیں ان میں بارہ ہزار حدیثیں جھوٹی تھیں

۱- علاء الدین علی حسین ، الدر المنظوم - ص ۴۲۸ تا ۴۲۹ -
۲- ایضاً - ص ۴۲۸ تا ۴۲۹ -
۳- ایضاً - ص ۵۶۷ تا ۵۶۹
۴- ایضاً - ص ۶۷۳ تا ۷۰۲ -

marfat.com

اور باقی صحیح - [1]

حضرت مخدوم جہانیاں فرماتے ہیں کہ ایسے شخص کا مرید ہونا چاہیئے جس کے مرید و معتقد علمائے زمانہ ہوں - حضرت فرمایا کرتے تھے کہ اس راہ میں بہت لوگ ہلاک ہوئے اور ان کا دین برباد ہوا - [2]

حضرت مخدوم کے ارشادات سے یہ بھی مترشح ہوتا ہے کہ مرشد کو شریعت کا پابند ہونا چاہیے اور اس کے مریدوں میں بھی پابند شریعت لوگ اور علماء ہونے چاہیئے - علماء کی شرط انہوں نے اس لئے لگائی کہ وہ کسی جاہل فقیر اور ملامتی درویش کے معتقد نہیں ہوتے - [3]

حضرت مخدوم جہانیاں اپنے مریدوں کو مخاطب کر کے فرمایا کرتے تھے کہ درویش کو چاہیے کہ وہ دن اور رات میں ایک ہزار نفل ادا کرے اگر درویش سے اتنا نہ ہو سکے تو پھر کم از سو نفل ضرور ادا کرے یہ درویش کے لیے اقل عبادت ہے نفل ادا کرتے وقت اسے قرب خداوندی کا احساس رہنا چاہیئے اور اسے اس ارشاد کو پیش نظر رکھنا چاہیئے -

و تقربوا الی اللہ بالنوافل

درویش کو ہر وقت ذکر میں مشغول رہنا چاہیئے اور اس کی زبان پر ہمیشہ لا الہ

۱- ملفوظات شاہ عالم - ص ۹۷ ب -

۲- علاء الدین علی حسین ، الدر المنظوم - ص ۲۰۵ -

۳- ایضاً - ص ۲۰۷ -

الا اللہ جاری رہے اور اس کو قرآن حکیم کی تلاوت کثرت کے ساتھ کرنی چاہیئے -

حضرت مخدوم جہانیاں سے منسوب قرآن پاک کا ایک قلمی نسخہ جو خط بہار میں تحریر ہے یہ نسخہ مولوی احسان الحق صاحب کے پاس موجود ہے ، قرآن کریم میں کوئی ترجمہ شامل نہیں ہے جس سے کاتب یا سنہ کتابت وغیرہ کا حال معلوم ہوتا مگر مولوی احسان الحق کے تایا زاد بھائی سلطان الحق بن شمس الحق کی روایت ہے کہ قرآن کریم حضرت مخدوم جہانیاں جہانگشت کے دست مبارک کا لکھا ہوا ہے قرآن کریم کے طرفین کے کئی سیپارے نہیں ہیں - درمیان میں بھی بعض سیپارے نامکمل ہیں رسم الخط سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ نسخہ آٹھویں صدی ہجری کا ہو سکتا ہے -[1]

حضرت مخدوم جہانیاں کے دہلی قیام کے دوران میں لوگ آپ سے مشارق الانوار اور عقائد نسفی کا درس لیا کرتے تھے -[2] حضرت مخدوم لوگوں کو شرح نحویہ اور فقہ اکبر پڑھایا کرتے تھے اسی طرح حضرت مخدوم اسرار الدعوات اور قرآن حکیم کا درس بھی دیا کرتے تھے -

حضرت مخدوم جہانیاں فرماتے ہیں کہ ان کے والد بزرگوار سید احمد کبیر ایک قرآن دن میں اور ایک رات میں ختم کر لیا کرتے تھے - اور آن جناب خوف خدا کے مارے کبھی بستر پر نہ سویا کرتے تھے -[3]

۱- محمد ایوب قادری ، مخدوم جہانیاں جہانگشت - ص ۲۶۲ -

۲- سید علاء الدین علی حسین ، الدر المنظوم - ص ۳۵ -

۳- ایضاً - ص ۳۰۰ -

marfat.com

حضرت مخدوم کتابت کے فن میں بھی ماہر تھے ، انہوں نے ایک قرآن کریم لکھا تھا ۔ حضرت مخدوم جہانیاں کا کتابت شدہ قرآن کریم سجادہ نشین اچ کے پاس موجود ہے اب بھی مولوی خلیفہ محمد رمضان ۱۳۲۰ھ لکھتے ہیں ۔[1]

حضرت مخدوم جہانیاں جہانگشت کا دستخط شدہ قرآن شریف
جو انہوں نے حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و سلم کے
روضۂ اقدس کے اندر تحریر فرمایا تھا خط بہار میں لکھا ہوا
ہے ۔

خلیفہ محمد رمضان کا بیان ہے کہ اس قرآن کریم کی ایک نقل سجادہ نشین اچ کے پاس بھی موجود ہے جو تبرکات کی زیارت کے موقع پر دکھائی جاتی ہے ۔

حضرت مخدوم عربی اور فارسی کے علاوہ مقامی بولیوں میں بھی تلقین اور ارشاد فرمایا کرتے تھے ان کے ملفوظات سے اندازہ ہوتا ہے کہ ملتانی ، سندھی اور ہندی میں بھی گفتگو فرماتے تھے اور حسب ضرورت ان زبانوں میں تعلیم بھی دیا کرتے تھے ، حضرت مخدوم جہانیاں کی خدمت میں ایک شخص سندھ سے بہت کو حاضر ہوا وہ جاہل مطلق تھا ، حضرت مخدوم جہانیاں نے ہزاروں مشکلات کے باوجود سندھی زبان میں ہی اس کو تلقین فرمائی ۔[2]

۱- مولوی خلیفہ محمد رمضان ، شجرہ سادات کرام اچ شریف بخاری - [illegible] ۱۳۳۵ھ قلمی ص ۱۳۲ ب -

۲- الدر المنظوم - ص ۶۱۶ -

ایک مرتبہ ایک لڑکا جو قریب البلوغ تھا وہ حاضر خدمت ہوا اور حضرت مخدوم سے بیعت ہوا - اس سے ہندی میں گفتگو فرمائی -[1]

ایک موقعہ پر سلطان فیروز شاہ تغلق سے بھی ہندی (اردو) زبان میں گفتگو ہوئی - حضرت مولانا علاء الدین لکھتے ہیں کہ دہلی کے قیام کے زمانہ میں ایک موقعہ پر فیروز شاہ تغلق سے شیخ الاسلام حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی کے پوتوں ، اپنے رشتہ داروں عزیزوں اور خادموں کے لیے وظائف مقرر کرائے اور اسی موقعہ پر بادشاہ کے حضور میں ایک چھوٹے ہندو بچہ کو بھی پیش کیا ، سلطان نے کہا کہ یہ مسلمان کیوں نہیں ہو جاتا حضرت مخدوم جہانیاں نے فرمایا کہ جس زمانہ میں یہ بچہ دعا گو کے پاس آیا تھا تو دعا کی گئی تھی کہ خدائے تعالی اسے اسلام سے مشرف فرمائے حضرت مخدوم کی یہ گفتگو سلطان فیروز شاہ تغلق سے ہندی (اردو) میں ہوئی -[2]

جمعات شاہی میں حضرت مخدوم جہانیاں کا ایک قول ملتا ہے جو انہوں نے اپنے چھوٹے بھائی صدر الدین راجو قتال کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا !

تساں راجسے اساں خواجسے

یعنی ہم وزیر اور تم بادشاہ ہو -[3]

۱- الدر المنظوم - ص ۶۲۷ -

۲- ایضاً - ص ۸۱۱ -

۳- تالیف شاہ مقبول عالم ، جمعات شاہی (قلمی) ۱۰۰۸ھ [illegible] ، ص ۱۵۰ ب -

۴- پیر حسام الدین راشدی ، اردو زبان کا اصل مولد سندھ ° ۱۹۵۱ء کراچی -

marfat.com

جمعات شاھی مین ھی ایک سید راجو قتال کا قول ملتا ھے ، جو انھون نے فیروز شاہ تغلق کو مخاطب کرتے ھوئے فرمایا تھا ۔

کا کا فیروز جنگا ھے ۔[2]

اور سلطان فیروز شاہ نے اس بات کو باعث افتخار سمجھا ۔ خود صدر الدین راجو قتال کے لقب " راجو قتال " مین لفظ " راجو " اس امر کی شہادت دیتا ھے کہ ھندی کے الفاظ مسلمانون کے مقتدر خاندان اپنے نامون مین شامل کرنے لگے تھے ۔

تاریخ اچ مین حضرت راجو قتال کا ایک قول نقل کیا ھے کہ :

ایک مرتبہ حضرت راجو دھلی کے سفر مین ایک درخت کے نیچے قیلولہ فرما رھے تھے کہ چڑیون نے چلا چلا کر آرام مین خلل ڈال دیا تو حضرت نے ناراض ھو کر کہا ۔[3]

" مھان نیند کرنے دو "

حضرت راجو قتال اکثر ھندی زبان مین گفتگو کیا کرتے تھے ۔[4]

پروفیسر حسن عسکری نے اپنے ایک مضمون مین امام الدین راج گیری کے قلمی ملفوظ مین امام الدین راج گیری کے حوالے سے حضرت مخدوم جہانیان جہانگشت کا ایک اور

۱- ڈاکٹر رضیہ سلطانہ ، اردو نثر کا آغاز دار الارتقاء ص ۴۰ ، ۶۵ (مجلس تحقیقات اردو حیدر آباد دکن)

۲- جمعات شاھی ، ص ۱۵۶ ب ، ڈاکٹر رضیہ سلطان نے اس کو مخدوم جہانیان کا مول قول لکھا ھے ۔

۳- مولوی حفیظ الرحمن ، تاریخ اچ - ص ۱۰۰۸ -

۴- حامد گنج بخش ، مناقب الولایت (قلمی) ص ۱۳ الف (مملوکہ خلیفہ اللہ داد خان اچ) -

marfat.com

[ ]

واقعہ لکھا ہے کہ کسی شخص نے حضرت سے عرض کیا کہ جو اور اد و اعمال آپ ادا کرتے ہیں وہی میں کرتا ہوں ۔ مگر مجھے کچھ حاصل نہیں ہوتا ۔ اس پر حضرت مخدوم نے فرمایا :

" کھانڈا ہے پھانڈا کہاں "

یعنی خندق تو موجود ہے اس سے نکلنے کا ذریعہ کہاں ۔ مطلب یہ ہے کہ سچے عرفان کی کمی ہے ۔[1]

حضرت مخدوم کے ایک نامور خلیفہ لکھنئو میں قوام الدین قوام تھے ، انہوں نے اپنے بھتیجے اور مرید حضرت شاہ مینا کی ۱۲۷۹ھ کی پیدائش پر ھندی زبان میں فرمایا ۔[2]

" ھان آوا مورا مینا "

یہ دور اردو زبان کا ابتدائی دور تھا ، اس قسم کے کلموں میں یا جملوں سے ھندو پاکستان میں اردو زبان کے ارتقاء پر روشنی پڑتی ہے جب ۱۳۵۱ء میں محمد تغلق نے سندھ پر حملہ کیا تو محاصرہ کے دوران اس کا انتقال ہو گیا پھر جب اس کے جانشین فیروز شاہ نے سندھ پر حملہ کیا تو پہلی مرتبہ اھل ٹھٹھہ کے مقابلہ میں اس کو کامیابی حاصل نہ ہوئی اور وہ گجرات کی طرف چلا گیا ، اھل ٹھٹھہ نے محمد تغلق کی موت اور فیروز شاہ کے فرار کو شیخ پتھا ۱۲۶۸ء کی کرامت پر محمول کیا ۔[3] اور بقول عفیف یہ فقرہ زبان زد

۱- ڈاکٹر رضیہ سلطانہ ، اردو نثر کا آغاز اور ارتقاء ۔ ص ۳۰ ۔

۲- عبد الواحد بلگرامی ، سبع سنابل ، مطبوعہ کانپور ۱۲۹۹ھ ۔ ص ۷۳ ۔

۳- شیخ پتھا کا اصل نام حسین بن راج پارتھا ، شیخ پتھا سندھ کے ان قدیم بزرگوں میں سے ہیں جنہوں نے اس علاقہ میں رشد و ھدایت کی شمع روشن کی یہ بزرگ بہاء الدین زکریا ملتانی کے مرید تھے ۔ تذکرہ صوفیاء سندھ ، از مولوی اعجاز الحق قدوسی (کراچی ۱۹۵۹) ص ۷۲ -۷۵ ۔

marfat.com

خاص و عام ہو گیا ۔[1]

برکت شیخ پٹھا اک موا اک ٹھا ۔

خود عفیف نے اس کی تشریح کی ہے کہ اس شیخ کی برکت سے ایک مر گیا اور دوسرا بحال گیا ۔

حضرت مخدوم جہانیاں کے عہد یعنی سموں کا زمانے کا ایک کتبہ حفیظ الرحمن نے اپنی کتاب " ذکر کرام " میں نقل کیا ہے ۔ اس سے بھی ہمیں اس زمانے میں اردو کے ارتقاء کا اندازہ ہوتا ہے ۔ حفیظ الرحمن کے مطابق ضلع رحیم یار خان کے نواح میں ایک کنوئیں سے ایک پختہ سل برآمد ہوئی تھی اس پر یہ تین شعر کندہ تھے ۔[2]

سہ

سلاں سل بند تھیاں ، پھگیا نام نصیر

کھٹو کھٹایا پتر گاغن دئے ، اونٹر نام حمیر

یعنی اینٹیں خشت ساز نے تیار کیں جن کا نام نصیر قوم پھگیا ہے ۔ کنواں بنوایا گاغن کے بیٹے حمیر اونٹر ذات ہے ۔

سہ

وقت سکندر بادشاہ ملک رہنی پہلوان[3]

رعیت راضی ایہہ جہی جو بڑھا نٹ جوان

۱- شمس سراج عفیف ، تاریخ فیروز شاہی ۔ کلکتہ ۱۸۹۱ء ص ۲۳۱ ۔

۲- مولوی حفیظ الرحمن بہاولپوری ، ذکر کرام ۔ ۱۹۳۹ء ص ۱۲۸ تا ۱۲۹ ۔

۳- ڈاکٹر نبی بخش بلوچ نے جام سکندر شاہ کو صدر الدین کا زمانہ ۸۱۲ھ متعین کیا ہے ، تاریخ معصومی ، اردو ترجمہ ، ص ۳۶۳ ۔

marfat.com

یعنی سکندر بادشاہ والی ملک اور طاقت ور کے عہد مین رعیت اس قدر خوش ہے کہ بڈھے جوان معلوم ہوتے ہین -

ہک لکھ سولان مگ چکیان ، تھیا کھوتنام -۵

ترے سو بوٹی باغ دی رادھی اونٹر جام

یعنی ایک لاکھ سولہ اینٹین لگین ، تب کنوان مکمل ھوا - تین سو درخت باغ تھر جام اونٹر نے لگائے ھین -

مناقب الاصفیاء کی روایت کے مطابق حضرت مخدوم آخری عمر مین شیخ شرف الدین یحیی منیری کے مکتوبات کا اکثر مطالعہ کرتے تھے شعیب فردوسی کے مطابق -[1]

حضرت جلال بخاری سے پوچھا کہ آخر عمر مین کیا شغل رکھتے ھو فرمایا کہ شیخ شرف الدین احمد یحیی منیری کے مکتوبات کے مطالعہ مین مشغول رھتا ھون پھر پوچھا کہ شیخ شرف الدین کے مکتوبات کیسے ھین ، فرمایا کہ بعض مقامات ابھی تک ھماری سمجھ مین نہین آتے ھین -

حضرت قطب عالم

سید جلال الدین حسین بخاری (مخدوم جہانیان جہانگشت) کے پوتے بارہ برس کے سن مین گجرات چلے آئے تھے اور یہین بود و باش اختیار کر لی تھی ، نام و لقب ان کا برھان الدین عبداللہ ابن محمود تھا - مگر گجرات والے ان کو " قطب عالم " کہتے تھے - ان

۱- شعیب فردوسی ، مناقب الاصفیاء ، مطبوعہ ۱۸۹۵ء ، کلکتہ - ص ۱۳۰ -

marfat.com

کے بڑے بیٹے کا نام و لقب سراج الدین محمد بن عبداللہ تھا ، ان کو " شاہ عالم " کہتے ہیں - یہ دونوں باپ بیٹا اپنی خاندانی وجاہت کے ساتھ بڑے پایہ کے بزرگ بھی تھے - اسی وجہ سے شاہان گجرات ہمیشہ ان کے سامنے سر نیاز خم رکھتے تھے ، جام جونا ، حاکم سندھ نے اپنی دو لڑکیوں میں سے ایک کی نسبت شاہ عالم سے کر دی تھی ، اور دوسری کی محمد شاہ بادشاہ گجرات سے -

جس کی نسبت شاہ عالم سے ہوئی تھی وہ حسن و جمال میں اپنی بہن سے اچھی تھی ، محمد شاہ کو اس کی خبر لگی تو اس پر زور زور روز کا دباؤ ڈال کر نسبت بدلوا دی - شاہ عالم کو سن کر اس کا ملال ہوا انھوں نے باپ سے جا کر شکایت کی ، اس وقت قطب عالم ایک حالت میں تھے ، سن کر ان کی زبان سے بے ساختہ یہ فقرہ نکلا ، جو ان ہی کے الفاظ میں ہم تک پہنچا ہے -

بیٹے کیا عیب دھو ن دیجے -[1]

حضرت قطب عالم جن کی پرورش ان کے حقیقی چچا اور حضرت مخدوم جہانیاں کے مرید اور خلیفہ سید راجو قتال نے کی تھی ان کو گجرات میں بہت اثر و رسوخ حاصل تھا ان کے بارے میں مشہور ہے کہ ایک روز شب کو نماز تہجد کے لیے اٹھے ، صحن میں ایک لکڑی پڑی ہوتی تھی اس سے ٹھوکر کھائی ، پانو میں چوٹ آئی اور خون بہنے لگا اس وقت آپ کی زبان سے یہ کلمہ نکلا -

---

۱- عبدالحی ، گل رعنا - (۱۳۴۰ھ لکھنو) ص ۱۱۵

marfat.com

"لوہا ہے کہ لکڑی کہ پتھر ہے" ۔[1]

"جیٹھوں نے پکائی بخاریوں نے کھائی" ۔[2]

جب حضرت قطبِ عالم کے فرزند سید محمود شاہ کے ہاں شاہ راجو پیدا ہوئے جب انکی پیدائش کی خبر آپ تک پہنچی تو فرمایا :

"بھائی محمود خوش ہوا سان تھیں وڈا تسان تھیں وڈا

ساڈے گھر جلال جہانیان آیا" ۔[3]

(یعنی ہم سے بڑا اور تم سے بڑا ہمارے گھر آیا ہے)

حضرت شاہ عالم فرماتے ہیں کہ ایک روز میں حضرت قطب عالم کے حجرہ شریف میں جا پہنچا ۔ کیا دیکھتا ہوں کہ سخت بے چین مضطرب ہیں اور دیوار پکڑے سارے حجرے میں پھر رہے ہیں اور یہ ہندی کلمات زبان پر جاری ہیں ۔

"محمد پر میں کھڑا سائیں پریم چکھائے"

جمعات شاہیہ ۔

حضرت شاہ عالم

حضرت شاہ عالم جو حضرت قطب عالم کے فرزند اور خلیفہ تھے ان کے ایک مرید نے ان کے اقوال و ملفوظات ایک کتاب میں جمع کیے ہیں ۔ جن کا نام جمعات شاہی ہے ۔ اس

۱۔میر علی شیر قانع : تحفۃ الکرام ۔ ص ۱۷ ۔
۲۔ ایضاً ۔ ص ۱۷۰ ۔
۳۔ ایضاً ۔ ص ۱۸۰ ۔

marfat.com

اس میں حضرت قطب عالم اور حضرت شاہ عالم کے متعدد اقوال ھندی اور گجراتی میں پائے جاتے ھیں - ان میں چندر مندرج کیے جاتے ھیں -

۱- کاندھی کارا جاتم سر کوئی نہ بوجھے

سکین کا راجہ تم سر کوئی نہ بوجھے

فرمودند اگرچہ بزبان ھندی است امّا موافق عربی ست

ایک روز فرمایا کہ حضرت قطبیہ کے عہد میں میرے سر پر کچھ دیوانگی سی سوار تھی اور جو کوئی سوال کرتا تو خدا سے دعا کرتا اور ھر ایک کا حال برملا کہہ دیتا - کسی سے کہتا تیری عمر کس قدر باقی ھے کسی سے کہتا تمہیں بیٹا ھو گا اور کسی سے کچھ کسی سے کچھ ، فرماتے ھیں کہ بعد وصال حضرت قطبیہ (قطب عالم) نے یہ بات میرے دل میں ڈالی -

" اے چھوکرے ، بے ادبی بگزار و گستاخی مکن "

فرماتے ھیں کہ کسی نے ذکر کیا ھے کہ سوایہ میں خدا کا نام نہیں لینا چاھیئے میں نے آھستہ سے کہا کہ اس کیا کروں حق تعالی خود مجھے نہیں چھوڑتا - بادشاہ گھوڑے پر سے نہیں اترتا گھوڑا بیچارہ کیا کرے -

اینتوبد و بر بھویا کہیں اکہار ے

نیوں لاج مروں بیگ نہار و نہو ے

ایک روز حضرت شاہ عالم گھڑ بہل پر سوار جا رھے تھے اور میاں مخدوم شاہ بھی ھمرکاب تھے - سلطان شاہ غزنی قدس سرہ جو سلاطین گجرات کے اعزہ میں سے تھے گھوڑے پر سے اترے اور

marfat.com

سلام آداب کچھ نہ کہا میاں مخدوم نے کہا کہ حضرت آپ نے اس جوان کے غرور و کبر کو ملاحظہ فرمایا ۔ آپ نے ھندی زبان میں ارشاد کہا :

" ارجن جی کا مرد نہ بھایا ھوئے تو تجھ سے فقیروں کی
برسوں تھن کتا سی کرے " ۔[1]

ایک روز سید محمد راجو قتال کے مناقب کا ذکر آیا جو حضرت مخدوم کے چھوٹے بھائی اور حضرت قطب عالم کے چچا تھے حضرت مخدومیہ نے ان کے حق میں زبان اچ (سرائیکی) میں فرمایا :

" تساں راجے اساں خواجے "

تم بادشاہ اور ہم وزیر ۔

۱- میر علی شیر قانع ، تحفۃ الکرام ۔ ص ۳۱ ۔ [illegible] ۔

حضرت شیخ سعد کی دینی خدمات

شیخ سعد نسباً بنی اسرائیل سے تعلق رکھتے تھے - ان کے جد امجد قاضی قدوۃ الدین المعروف بقاضی قدوہ روم سے ھندوستان آئے - سلطان وقت نے ان کی بڑی قدر کی - اور انھیں اجودھیا میں جاگیر عطا کی - ان کی اولاد ، جو قدوائی کہلاتی ھے بارہ بنکی کے نواح میں خوب پھیلی - شیخ سعد قاضی قدوہ کے فرزند قاضی موفقی کو اولاد سے تھے - انھوں نے اپنی ایک تصنیف تحفۃ المحمود میں اپنا نام یوں لکھا ھے - " اضعف العباد القوی العالی سعد بن مکرم المعروف بقاضی بدھن البلخی القرشولی " [1]

شیخ سعد کا اصل وطن اتام تھا لیکن حصول علم کی خاطر انھوں نے لکھنؤ میں سکونت اختیار کر لی تھی - شیخ سعد نے پچاس سال تحصیل علم میں صرف کئے - ان کے اساتذہ میں ملک العلماء بدر الصلحاء قاضی شیخ بن شیخ مرتضی کا نام سر فہرست ھے [2] - شیخ عبدالحق محدث دھلوی نے ان کے ایک استاد مولانا اعظم کا ذکر کیا ھے ، جو اپنے عہد کے نامور عالم اور فقیہہ تھے -

شیخ عبدالحق محدث دھلوی لکھتےھیں کہ شیخ سعد علوم شریعت و طریقت کے عالم ھونے کے علاوہ نحو، فقہ اور اصول میں بھی بڑا درک رکھتے تھے او متعدد کتابوں کے مصنف اور

۱- خواجہ جمال ، تحفۃ السعدا ، مخطوطہ رضا لائبریری رام پور، نمبر فارسی سلوک ۲۳۳۲ ورق ۱۸ الف -

۲- ایضاً ورق ۱۸ ب -

شارح تھے - ان کی تصانیف میں انہوں نے شرح مصباح ، شرح حسامی ، شرح بزدوی ، شرح رسالہ مکیہ اور مجمع السلوک کا ذکر کیا ھے - آخر الذکر کتاب میں انہوں نے اپنے مرشد مخدوم شاہ مینا لکھنوی کے ملفوظات جمع کئے تھے - اور یہ کتاب انہوں نے مخدوم جہانیاں کے ملفوظات خزانہ جلالی کی طرز پر قلم بند کی تھی -[1] صاحب تحفۃ السعدا نے اس فہرست میں شرح اشعار لباب الاعراف المعروف بہ تحفۃ المحمود ، رسالہ اجابت سماع اور خواب نامہ کا اضافہ کیا ھے - تحفۃ المحمود انہوں نے اپنے بھتیجے اور جانشین سراج الاسلام محمود کی خاطر لکھی تھی - اس لئے ان کے نام کی مناسبت سے یہ تحفۃ المحمود کے نام سے مشہور ھو گئی ھے -[2]

شیخ سعد حضرت شیخ محمد بن شیخ قطب المعروف بہ شاہ مینا کے مرید اور خلیفہ تھے - شیخ سعد نے اپنی تصنیف شرح رسالہ مکیہ میں تلقین کی سند یوں نقل کی ھے -

سعد بڈھن از شیخ محمد بن قطب (شیخ مینا) از شیخ سارنگ از مخدوم یوسف ایرجی از مخدوم جہانیاں از شیخ امام الدین گازرونی از شیخ اوحدالدین عبداللہ بن مسعود از شیخ اصیل الدین از شیخ رکن الدین ابی القاسم از شیخ قطب الدین بن ابی رشید احمد بن محمد بن صفی ابہری از شیخ ضیاء الدین ابو نجیب عبدالقاھر سہروردی از شیخ ابی احمدغزالی از ابی حفص عمر بن محمد عمویہ سہروردی از شیخ ممشاد دینوری از خواجہ جنید از خواجہ سری سقطی از خواجہ معروف کرخی از خواجہ حسن بصری از شہدنا علی از احمد مجتبی محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم -[3]

۱- شیخ عبدالحق محدث دھلوی ، اخبار الاخیار ، ص ۱۹۳

۲- خواجہ جمال ، تحفۃ السعداء ، ورق ۱۸ الف

۳- ایضاً ، ورق ۲۱ ب

marfat.com

حضرت سعد ، شاہ مینا ، شیخ سارنگ اور جناب قوام الدین کے جانشین اور ان کے مسلک پر گامزن تھے ۔ خواجہ جمال ان کے بارے میں لکھتے ھیں کہ حضرت سعد قولاً اور فعلاً اپنے مرشد کا اتباع کیا کرتے تھے [1] ۔ اپنے اسلاف کی طرح شیخ سعد بھی مروجہ تصوف کو قرن اول کا احسان بناتے میں کوشاں رہے ۔ ان کا یہ قول سنہری حروف میں لکھنے کے لائق ھے کہ اگر شیخ کا قول و فعل ، کتاب ، سنت اور اجماع صحابہ کے خلاف ھو جائے تو وہ شیخی کے لائق نہیں رھتا [2] ۔

حاکمان شہر کا وکیل برخوردار شیخ سعد کا مرید ھو گیا ۔ ایک دن وہ اپنے مالکوں کے ساتھ شکار پر گیا تو اثنائے سفر میں امساک باران کا ذکر شروع ھوا ۔ میاں راجی اور میاں موسی نے برخوردار سے کہا کہ اگر آج بارش ھو جائے تو وہ اس کے مرشد کی بزرگی کے قائل ھوجائیں گے ۔ خواجہ جمال لکھتے ھیں کہ جب وہ دونوں شیخ سعد کی خدمت میں حاضر ھوئے تو انہوں نے ان میں سے ایک کو سبز رنگ کی اور دوسرے کو زرد رنگ کی ٹوپی عطا فرمائی اور اس روز خوب بارش ھوئی ۔ انہوں نے حضرت کی یہ کرامت دیکھ کر دو گاؤں خانقاہ کے اخراجات کے لئے نذر کئے [3] ۔

حضرت سعد کی زندگی میں فتح خاں خیرآباد کا حاکم مقرر ھوا ۔ اس نے وھاں ایک سرائے بھی بنوائی تھی جو اس کے نام کی مناسبت سے سرائے فتح خاں کہلاتی تھی ۔ فتح خان بڑا ظالم تھا اور خواص و عوام اس کے ظلم سے نالاں تھے ۔ ایک بار وہ کہیں باھر گیا تو لوگوں نے سکھ

۱۔ خواجہ جمال ، تحفۃ السعدا ، ورق ۱۸ الف ۔
۲۔ ایضاً ، ورق ۳ ب
۳۔ ایضاً ، ورق ۲۲ الف

کا سانس لیا ۔ چند روز بعد جب اس کی واپسی کی خبر مشہور ہوئی تو لوگ فریاد کرتے ہوئے حضرت سعد کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ حضرت نے سلطان المشائخ اور غیاث الدین تغلق کا واقعہ بیان کرکے فرمایا ۔

" ہنوز دلی دور است " حاضرین نے عرض کیا کہ وہ خیر آباد کے بالکل قریب پہنچ چکا ہے ۔ آپ نے پھر وہی الفاظ دہرائے ۔ جب فتح خان آبادی کے قریب پہنچا تو اس نے رخ پھیر کر کسی سے بات کرنی چاہی تو اس کا چہرہ مڑا کا مڑا رہ گیا ۔ اطبا اس کے علاج سے عاجز آگئے اور بالآخر وہ دو تین روز بعد مر گیا [1]۔

حضرت سعد نے اپنے بزرگوں کی روایت کے خلاف ۲۹ مریدوں کو خلافت عطائی فرمائی۔ تحفۃ السعدا میں ان کے خلفاء کے نام درج ہیں [2]۔

حضرت سعد نے ۱۶ ربیع الاول ۹۲۲ھ/۱۵۱۶ء کو بعمر ۱۰۸ سال وفات پائی ۔ فیضی نے ان کی شان میں یہ شعار کہے جو ان کے مزار پر آویزاں ہیں [3]۔

حیف آن شاہ ولایت شیخ سعد — گشت در فردوس اعلی جاگیر

یہ چون مخدوم کبیر او را لقب — لا جرم شد سال " مخدوم کبیر "

۹۲۲ھ

۱- خواجہ جمال ، تحفۃ السعدا ، ورق ۲۹ ب ۔

۲- ایضاً ، ورق ۲۰ الف

۳- پروفیسر محمد اسلم ، تحفۃ السعدا ، المعارف لاہور ۱۹۸۲ء مارچ

حضرت جلال الدین کی دینی خدمات

حضرت نظام الدین اولیاء بدایونی سے منقول ہے کہ ایک دن حضرت جلال الدین تبریزی بدایون میں اپنے مکان کی دھلیز پر بیٹھے تھے کہ ایک ھندو کھیڑ کے گھنے جنگلات سے، جو بدایون کے نزدیک ہے، دھی سے بھری ہوئی ایک مٹکی فروخت کرنے کے لئے لایا - وہ مٹکی سر پر رکھے گھوم رہا تھا - جب شیخ جلال الدین کے نزدیک پہنچا اور اس کی نظر حضرت پر پڑی تو دھی کی مٹکی جو سر پر رکھے تھا اس نے وہ مٹکی زمین پر رکھی - حضرت کے قدموں میں گر پڑا اور فوراً ہی مسلمان ہو گیا - حضرت شیخ نے اس کا نام علی رکھا -[1]

جن دنوں حضرت جلال الدین تبریزی بنگلہ گئے تو مخلوق خدا ان کی طرف متوجہ ہوئی اور مرید ہونے لگی - حضرت شیخ نے وہاں خانقاہ بنوائی اور لنگر جاری کیا - چند باغ اور زمین قیمت دے کر خریدی اور لنگر کے واسطے وقف کر دی وہاں بہت دنوں تک رہے - اس مندر کو دیوہ محل کہتے ہیں - وہاں ایک کنواں تھا ، ایک کافر نے بت خانہ بنایا تھا اور بے حد روپیہ خرچ کیا تھا- حضرت شیخ نے اس بت خانے کو توڑ دیا اور اس بت خانے کو اپنا تکیہ بنا لیا- حضرت شیخ نے وہاں بہت سے کافروں کو مسلمان کیا - ان کا مقبرہ اسی بت خانے میں ہے اور اس مندر کی نصف آمدنی ان کے لنگر کے لیے وقف ہے -[2]

۱- حامد بن فضل اللہ جمالی، سیر العارفین ، ص ۲۲۸

۲- ایضاً ، ص ۲۴۹ - ۲۵۰

marfat.com

مشرقی پاکستان میں ان سید جلال سہروردی کا بہت چرچا تھا ۔ سہروردی بزرگوں نے جو خدمات بنگال میں سرانجام دیں ان سے متاثر ہو کر مسٹر سپلش لکھتے ہیں :۔

" اس زمانے میں بنگالہ میں اولیاء اور غازیوں کی اتنی تعداد آ گئی تھی کہ خیال ہوتا تھا کہ یہ صورت حال ضرور سلاطین دہلی کی بنگلہ سے سے متعلق کسی خاص سوچی سمجھی ہوئی پالیسی کا نتیجہ تھی " ۔

ایک ہندو و اہل قلم لکھتا ہے ۔

" قرون وسطی کے ان اولیائے مجاہد Soldie Saints کا اسلام کی تاریخ میں وہی مرتبہ ہے جو صلیبی لڑائیوں کی تاریخ میں شہوار مجاہدین کا تھا جو مسلمانوں سے لڑے اور عیسائی مقامات مقدسہ کی حفاظت کے لئے اپنی زندگی وقف کرتے تھے " ۔[1]

یاد رہے کہ جلال الدین تبریزی اور جلال الدین مجرد سلہٹی دو الگ الگ بزرگ ہیں ۔

۱۔ شیخ محمد اکرام ، آب کوثر ، ص ۳۶۳

شیخ جلال مجرد کھنائی و یمنی و سلہٹی کی دینی خدمات

حضرت مجرد کے والد کا نام محمد تھا - اور وہ کھنا کے رھنے والے تھے - سلہٹ مین ۷۰۳ھ /۱۳۰۳ء مین فاتح کی حیثیت سے تشریف لائے - وہ مجرد تھے - شادی نہین کی تھی - اس وقت علاء الدین خلجی/ دھلی کا بادشاہ تھا اور شمس الدین فیروز شاہ بنگال کا فرمان روا تھا - سکندر خان نے حضرت مجدد کی سرکردگی مین سلہٹ کو فتح کیا تھا - ھمین اس بات کا بھی پتہ چلتا ھے کہ درگاہ کی عمارت خالص خان وزیر اعظم آباد نے ۹۱۱ھ/۱۵۰۵ء مین اور دوسری عمارت رکن خان نے ۹۱۸ھ/۱۵۱۲ء مین بنوائی تھی -

شیخ جلال الدین سیاح اور فن جنگ کے ماھر تھے - شمشیر زنی اور تیر اندازی مین مشاق تھے - شیخ جلال اس وقت بغداد مین موجود تھے - جب خلیفہ معتصم باللہ ھلاکوخان کے حملے مین ۶۵۲ھ/۱۲۵۴ء مین قتل ھوا - حضرت مجرد اکثر چھوٹے بڑے جہادون مین شریک ھوتے اور ھر معرکہ مین فتحیاب ھوتے جہان گئے اسلام کا جھنڈا بلند کیا اور دین کی اشاعت و تبلیغ کی - ساری زندگی مجاھدانہ گذاری - جذبہ جہاد سے سرشار ایک دن اپنے مرشد کے دربار مین حاضر ھوئے اور عرض کیا یا پیر و مرشد میرے دل مین شہادت کی آرزو ھے - چنانچہ آپ کی جنگی مہارت اور فنی مشاق سے متاثر ھو کر مرشد نے آپ کی گذارش قبول کی اورجہاد کی اجازت دے دی اور اپنے آزمودہ کار خلیفون مین سے سات سو مجاھدین کو ساتھ کر دیا - اس طرح حضرت جلال ترکستان سے ھند کی طرف روانہ ھوئے - راستے مین جہان کہین کافرون سے جنگ

ہوئی آپ کی سرکردگی میں لشکر اسلام کو فتح ہوئی - زاد راہ اور سامان سفر کچھ بھی روانگی کے وقت ساتھ نہ تھا - صرف مال غنیمت سے اخراجات پورے کرتے رہے - ہر مفتوحہ ملک کو اپنے ساتھیوں میں سے کسی ایک کے سپرد کر دیتے تاکہ وہ وہاں کا نظم و نسق چلائیں اور اسلام کی اشاعت کریں اور خود مال غنیمت سے قدرے آذوقہ زاد راہ کے لئے ساتھ لے کر آگے چل پڑتے - اسی طرح فتح کا ڈنکا بجاتا ہوا اور اسلام کا جھنڈا لہراتا ہوا مجاہدین کا یہ لشکر جوار بنگال پہنچ گیا -

اس زمانے میں دہلی کا بادشاہ علاء الدین خلجی ۷۱۶- ۶۹۵ھ /۱۳۱۶- ۱۲۹۶ اور بنگال کا حکمران شمس الدین فیروز شاہ ۷۲۲- ۷۰۱ /۱۳۲۲ - ۱۳۰۱ تھا - اس وقت سلہٹ کا علاقہ راجہ گوڑ گوبند کے زیر حکومت تھا - یہ بت پرست راجہ اسلام کا بڑا دشمن تھا - اور مسلمان رعایا پر بڑا ظلم کرتا تھا - چنانچہ کہا جاتا ہے کہ سلہٹ کے ایک نیک مسلمان مسمی برہان الدین نے اپنے بیٹے کے عقیقہ میں ایک گائے ذبح کی اور خدا کے نام پر صدقہ کیا - جب یہ خبر راجہ کو ملی تو غصہ میں برہان الدین کے لڑکے کو ذبح کر ڈالا اور برہان الدین کا سیدھا ہاتھ کاٹ دیا گیا - برہان الدین بے یار و مددگار داد و فریاد کے لئے سلطان شمس الدین فیروز شاہ کے دربار میں حاضر ہوا - سلطان نے قصاص کے واسطے اپنے عزیز سکندر خان غازی کو گوڑ گوبند کے خلاف فوج کشی کے لئے روانہ کیا - سلہٹ کا علاقہ جو کامروپ کے دیار میں واقع ہے جادو کے لئے مشہور تھا - گوڑ گوبند نے جادوگروں کی مدد سے سکندر خان کے لشکر کو دوبار شکست دی - اسی اثنا میں حضرت شیخ جلال الدین مجرد مع اپنے مجاہدین کے بنگال میں وارد ہوئے - آپ کی خبر جب مسلم حکمران کو ملی تو سکندر خان غازی آپ کے پاس حاضر ہوا اور تمام روئیداد

marfat.com

کہہ سنائی حضرت مجرد نے سکندر خان کو دلاسہ دیا اور مع اپنے مجاھدین کے سکندر خان غازی کی فوج کے ساتھ سلہٹ کی طرف روانہ ہو گئے ۔ اسوقت ان کے مجاھدین کی تعداد کل تین ھزار تیرہ تھی ۔ گوڑ گوبند کی فوج ایک لاکھ پیدل اور کئی ھزار سوار تھے ۔ مجاھدین کی فوج تعداد میں گوڑ گوبند کی فوج کے سامنے آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں تھی۔ جب دونوں فوجیں آمنے سامنے آئیں تو راجہ نے اسلامی لشکر کی قلت کو حقیر جانا اور اس کا مضحکہ اڑایا ۔ لیکن جنگ صرف فوج کی کثرت سے کبھی نہیں جیتی جاتی ۔ مقصد کی صداقت اور ایثار کا جذبہ ھی معرکوں میں فیصلہ کن ثابت ہوتا ھے ۔ لیشکر اسلام کی قلت اس کی کثرت پر غالب آ گئی ۔ راجہ کی فوج میں تھلکا مچ گیا ۔ خود سراسیمہ راجہ بھاگا آخر جہنم رسید ھوا ۔ اسلام کی فتح کا ڈنکا بجا ۔ حضرت مجدد نے تمام مال غنیمت غازیوں میں تقسیم کر دیا ۔ اس طرح مفتوحہ علاقوں کو بانٹ کر تبلیغ دین کے لئے ایک ایک سپرد کر دیا اور سب کو شادی بیاہ کی اجازت دی۔[1]

سلہٹ کی فتح کے بعد حضرت مجرد وھیں مقیم ھو گے اور باقی زندگی انھوں نے یاد الٰہی اور اشاعت دین میں گذار دی ۔ ان کی توجہ اور قدم کی برکت سے کفر کی ظلمت ٹوٹی اور اسلام کا نور پھیلا ۔ آپ کے دم سے سر زمین سلہٹ ھی نہیں بلکہ پورے آسام کی قسمت بدل گئی اور ان کے فیضان سے وہ چشمہ رحمت جاری ہوا جو انشاء اللہ ابدالاباد تک پاکستان کے اس دیار کو ۔۔۔ سیراب کرتا رھے گا ۔

۱- تذکرہ شیخ سید جلال مجرد کیمنائی ، محمد عبدالجلیل بسمل ، ص نمبر ۲۶ ، ۵۹ تا ۶۳

شیخ سماء الدین کی دینی خدمات

حضرت شیخ سماء الدین فاسق کو امر معروف کے اظہار کے بغیر نہایت شیریں الفاظ سے فسق و فساد کے راستے سے ہٹا کر نیکی اور اعتقاد کے سجادے پرلے آتے - ایک دن سلطان بہلول لودھی کےفرمان نویس شہاب خان کا لڑکا جس کا نام محمد تھا ان کی مجلس میں آیا اور یہ درویش یعنی فضل اللہ جمالی بھی وہیں موجود تھا جمال کہتے ہیں کہ میں نے چاہا کہ اس کو مجلس سے باہر کر دیا جائے - حضرت شیخ سماء الدین نو باطن سے فقیر کے اس ارادے کو جان گئے فوراً میری طرف رخ کیا اور خواجہ حافظ کا یہ شعر ارشاد فرمایا -- ع

همه کس طالب یار اند چه هشیار مست

همه جا خانهٔ عشق است چه مسجد چه کنشت

اس شعر کو سنتے ہی شیخ احمد پرجو ایک فاسق شخص تھا حالت طاری ہو گئی فوراً اس نے زمین پر سر رکھا توبہ کی اور حضرت کا مرید ہو گیا - اس کے بعد جب تک زندہ رہا گناہ کے پاس نہ پھٹکا - اسنے نیکی کا طریقہ اختیار کیا اور مقبولان حق میں سے ہوا - -[1]

سلطان بہلول لودھی حضرت سماء الدین کا مرید تھا اور ان کے زیر اثر وہ پانچوں وقت کی نماز با جماعت ادا کرتا - نفلیں پڑھتا تھا صبح ہونے سے تین گھنٹے پہلے وہ جاگتا تھا - غسل کرتا تہجد کی نماز پڑھتا اور پھر قرآن کے تین پارے ہاتھ باندھ کر اور کھڑے ہو کر

۱- حامد بن فضل اللہ جمالی ، سیر العارفین ، ص ۲۵۲

پڑھایا تھا [1] - یہ بھی حضرت سماء ہی کی کوششوں کا نتیجہ تھا -

شیخ جمالی لکھتے ہیں کہ میں برسوں حضرت کی خدمت میں رہا اور اپنی ظاہری اور باطنی دونوں طرح کی آنکھوں سے دیکھتا رہا - اس مرشد آفاق کی روش اور اخلاق سے میری حیرت میں اضافہ ہوتا - حضرت سماء الدین آدھی رات کے وقت تجدید وضو فرماتے اور نماز شروع کر دیتے - ایک پہر تک نوافل پڑھا کرتے - دوسرے نصف پہر میں صبح صادق تک مراقبے میں رہتے اور دیدہ و باطن مشاہدہ حق میں مصروف رکھتے - اس کے بعد سنت مؤکدہ ادا کرتے اورفجر کی نماز پڑھتے - ظاہری علوم کے علماء اور باطنی علوم کے صلحاء فجر کی نماز میں ان کے ساتھ شریک ہوتے اور شیخ جمال فرماتے ہیں میں آدھی رات کی نماز سے اشراق کی نماز تک حضرت کے پاس سے جدا نہ ہوتا تھا - شہر کے باہر سے استنجے کے ڈھیلے ٹوکروں میں رکھ کر اپنے سر پر لاتا - وضو کے پانی کا انتظام کرتا جس سے حضرت وضو فرماتے - اور اشراق کی اور چاشت کی نمازوں کے بعد علماء اور صلحاء کے سبق و درس میں مشغول ہو جاتے اور دوپہر تک درس دینے میں مشغول رہتے - حضرت کا درس زیادہ تر قرآن ، احادیث اور اصول فقہ سے متعلق ہوتا تھا - بعض طالب علم ایسے بھی ہوتے تھے کہ جو دانشمندی کے درجے تک پہنچ چکے تھے - اس کے بعد ان مریدوں کی تربیت فرماتے جو اهل یقین اور طالبان حقیقت ہوتے تھے - ان کے حکم کے مطابق :

۱- صباح الدین عبدالرحمن ، ہندوستان کے سلاطین ، علماء اور مشائخ پر ایک نظر ص ۱۰۳

marfat.com

لوگوں سے ان کی عقل کے مطابق گفتگو کرو ۔ [1]

شیخ سماء الدین نے فخر الدین عراقی کی مشہور کتاب لمعات پر حاشیہ لکھا ہے ۔ جو اس کے معنی کی تشریح و توضیح کے لئے کافی ہے ۔ آپ نے ایک اور رسالہ مفتاح الاسرار بھی لکھا ہے ۔ جس کی اکثر عبارت پوری کی پوری شیخ عزیز نسفی کے رسالوں سے نقل کی گئی ہے ۔ [2]

١- حامد بن فضل اللہ جمالی، سیر العارفین ، ص ۲۵۶-۲۵۷

٢- شیخ عبدالحق محدث دہلوی ، اخبار الاخیار، ص ۲۶۹

marfat.com

باب چہارم

==========

سماجی خدمات

marfat.com

حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی کی سماجی خدمات

عروس البلاد ملتان نے ہزاروں بدلتے ہوئے موسم دیکھے ہوں گے - لیکن جو خوشگوار لمحات اسے حضرت بہاء الدین کی زندگی میں میسر آئے ہیں - ویسے پھر اسے قیامت تک نصیب نہیں ہو سکتے - یہ زمانہ کتنا اچھا تھا - جب مطلع ولایت سے اس پر ایک نہ ایک ستارہ ہر روز نئی چمک دمک کے ساتھ طلوع ہوتا تھا - اور غوث العلمین کے فیضان سے آفتاب عالمتاب بن جاتا تھا - عراق اور بخارا سے لکہ ابر اٹھ اٹھ کر باد شمال کی طرح ملتان کو بڑھتے اور کسی کی نگاہ فیض کے صدقے ابر رحمت بن کر اس مینو سواد خطہ پر چھا جاتے - اور علم و عرفان کی وہ موسلا دھار بارش ہوتی کہ جل تھل میں کوئی تمیز نہ رہتی اور دیکھنے والے دیکھتے کہ پنجاب اور سندھ کے لق و دق صحرا جو صدیوں سے باران رحمت کی ایک ایک بوند کو ترس رہے تھے - خیابان معرفت کی کثرت سے گلشن بداماں نظر آنے لگے تھے - ان میں رنگا رنگ پھولوں کی اتنی فراوانی ہو گئی تھی کہ خطہ ارضی میں بہشت بریں کا دھوکہ ہوتا تھا - دھوکہ نہیں بلکہ یہی تو حقیقت تھی جبھی تو شیخ الاسلام پکار اٹھے تھے - ــــہ

ملتان ما بجنت اعلیٰ برابر است

آہستہ پا بنہ کہ ملک سجدہ مے کنند

یہ ایک با برکت دور تھا - ملتان کی سر زمین پر حضرت بہاء الدین زکریا کی ذات

marfat.com

[|]

با برکات سایہ فگن تھی ۔[1]

حضرت بہاء الدین دنیا کے بہت بڑے ولی ہونے کے ساتھ ساتھ اتنے بڑے خزانے کے مالک تھے کہ آپ کا امیری نما فقر ضرب المثل بن کر رہ گیا تھا ۔ روزانہ ہزاروں علماء اور مشائخ آپ کے دستر خوان پر کھانا کھاتے تھے ۔ آپ کا لنگر دال چپاتی تک ہی محدود نہیں تھا ۔ بلکہ قسم کے پر تکلف کھانے دستر خوان کی زینت ہوتے تھے ۔[2] جن لوگوں کو حضرت کے ساتھ شریک طعام ہونے کا موقع ملا ہے ۔ ان کا بیان ہے کہ بہاء الدین کا دستر خوان طعام کی فراوانی اور عمدگی کے لحاظ سے سلاطین کے سفرہ پر سبقت لے گیا تھا ۔ داد و دہش کا یہ عالم تھا کہ لاکھوں درہم و دینار آتے اور بندگان خدا پر خرچ ہو جاتے ۔ ایک دفعہ مغلوں کی فوجیں گھٹا کی طرح شہر پر چھا گئیں ۔ آپ کو علم ہوا تو ایک لاکھ اشرفی اپنی جیب سے دے کر ملتان کو تباہی سے بچا لیا ۔[3]

قباچہ کے عہد حکومت میں مغلوں نے ملتان پر حملہ کر دیا ۔ مغلوں نے اتنی سنگباری کی کہ قلعہ کی دیواریں مسمار ہو گئیں ۔ قباچہ گھبرا کر بہاء الدین کی خانقاہ میں آیا اور

۱- مولانا نور احمد خان فریدی، تذکرہ حضرت صدرالدین عارف، ص ۱۰- ۱۱

۲- شیخ نظام الدین اولیاء دہلوی فرمود کہ شیخ فریدالدین را افطار کم بودے گرچہ تپ آمدے یا فصد کردے ، شیخ بہاء الدین زکریا را صوم کمتر بودے اما اطاعت و عبادت بسیار بودے و این آیت فرو خواندے ۔ یا ایہا الرسل کلو من طیبات وا عملوا صالحا ۔ و فرمود او از آنہا بود کہ این آیت در حق او درست آید ۔ (اخبار الاخیار)

۳- مولانا نور احمد خان فریدی ، تذکرہ حضرت صدرالدین عارف ، ص ۱۲ ۔

عرض کی :

" اے خدایا درویشو ـ ! کوئی چارہ گوئی کرو ـ خدا کی قسم اگر مغل شہر میں گھس آئے تو ایک متنفس بھی زندہ نہ بچ سکے گا ـ اسی وقت قطب الاقطاب نے ایک تیر منگوایا ـ اور قباچہ کے حوالے کرکے فرمایا ـ " یہ تیر لے جاؤ اور رات کے اندھیرے میں اسے برج پر سے دشمنوں کی طرف پھینک دو ـ "

حضرت فریدالدین مسعود فرماتے ہیں ـ کہ قباچہ تیر لے کر چلا گیا اور حسب الارشاد رات کو کمان لے کر قلعہ کے ایک برج پر پہنچا اور چلہ چڑھا کر بڑی قوت سے مغلوں کی فوج پر دے پھینکا ـ خدا کی شان ! کہ رات کی تاریکی میں وہ بے پناہ لشکر اس طرح غتر بود ہوا کہ صبح کو اس کا نشان تک نہ رہا [1] ـ اس طرح حضرت بہاؤالدین زکریا نے اہل ملتان کو مغلوں کی تباہی سے بچا لیا یہ ان کا بہت بڑا احسان تھا ـ حضرت بہاء الدین زکریا نے عوام کی تعلیم و تربیت کے واسطے ملتان میں ایک درسگاہ قائم کی ـ جہاں طالب علموں کی ہر قسم کی مراعات حاصل تھیں ـ ہفتاد اولیا کا مصنف لکھتا ہے کہ آپ نے ملتان پہنچ کر ملتان کا نقشہ ہی بدل ڈالا ـ اور اس کی شہرت کو ہمدوش ثریا بنا دیا ـ آپ نے عظیم الشان مدرسہ، رفیع المنزلت خانقاہ ، وسیع و عریض لنگر خانہ ، پر شکوہ مجلس خانہ اور خوبصورت و عالی شان محل سرائیں اور مساجد تعمیر کروائیں ـ اس وقت ملتان کا مدرسہ عالیہ ہندوستان کی مرکزی

۱ـ نور احمد خان فریدی ، تذکرہ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی ، ص ۱۳۵ ـ ۱۳۶ ،

marfat.com

اسلامی یونیورسٹی کی حیثیت رکھتا تھا - اس میں قرآن و حدیث اور فقہ و ادب اور ریاضی کی تعلیم دیتے تھے - صرف پاک و ہند کے طلباء ہی نہیں بلکہ بیرونی ممالک کے طالب علم بھی اس میں زیر تعلیم تھے اور طلباء کی وہ کثرت تھی کہ ہندوستان میں اس کی کوئی نظیر نہیں مل سکتی تھی - اس کی سب سے بڑی خاصیت یہ تھی کہ کئی ہزار طلبہ کو نہ صرف یہ کہ دونوں وقت کا کھانا ملتا تھا بلکہ کتب اور لکھنے پڑھنے کا اہتمام بھی مفت کیا جاتا تھا اور طلبہ کے واسطے سینکڑوں حجرے تھے گویا بورڈنگ ہاؤس قائم تھا - [1]

حضرت بہاء الدین زکریا کی قائم کردہ یونیورسٹی برصغیر میں پہلی یونیورسٹی تھی جو ایک معاشرے کے فرد نے قائم کی اور اس کے تمام اخراجات خود برداشت کئے - جس میں تعلیم کے علاوہ تصفیہ قلب اور فن خطاطی بھی سکھائی جاتی تھی اور اس کے علاوہ تجارتی کاروبار کے اسرار و رموز سے بھی آگاہ کیا جاتا تھا - [2]

حضرت بہاء الدین زکریا نے عامہ خلائق کو فائدہ پہنچانے کی غرض سے زراعت اور تجارت کے کام کو رفتہ رفتہ بڑھایا - اطراف ملتان میں جہاں کہیں اچھا موقع ملا - افتادہ جنگلوں کو آباد کیا - چاہات اور نہریں کھدوائیں ، اور تجارت کی طرف بھی حضرت نے بہت توجہ فرمائی - [3]

۱- حافظ حبیب الرحمن ، غوث بہاء الدین زکریا سہروردی ملتانی ، ص ۱۳-۱۴

۲- ایضاً ص ۱۵

۳- انوار غوثیہ ، ص ۳۹

حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی جب اپنے مریدوں کو دیہاتوں اور دور دراز شہروں میں روانہ کرتے تو انہیں اس بات کی ہدایت کرتے کہ کسب حلال سے زندگی کی ضروریات کو پورا کرنا - انسان کا قلب کسب حلال سے روشن رہتا ہے - جہاں اس میں حرام کی ملاوٹ ہوئی قلب میں سیاہی کا غبار چڑھنے لگتا ہے اور انسان رفتہ رفتہ حق و باطل کی پہچان سے عاری ہو جاتا ہے - [1]

سلاطین دہلی کے زمانہ میں چشتی اور سہروردی بزرگوں کے جتنے بھی ملفوظات جمع کئے گئے ہیں ، ان سب میں احتکار کی شدید مذمت کی گئی ہے - جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس زمانے میں معاشرے میں یہ لعنت موجود تھی - سلطان التارکین صوفی حمیدالدین ناگوری کے ملفوظات سرور الصدور میں بھی کئی موقعوں پر احتکار کی مذمت آئی ہے - [2] سلطان التارکین فرمایا کرتے تھے کہ ذخیرہ اندوزی کی سب سے بڑی بدبختی یہ ہے کہ لوگ جس چیز سے غمناک ہوتے ہیں وہ اسے خوش ہوتے ہیں - [3]

حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی چونکہ بہت مالدار تھے تو یہ بات چشتی بزرگوں کی نظر میں بہت کھٹکتی تھی - سلطان التارکین صوفی حمیدالدین ناگوری کو حضرت بہاء الدین کے مال جمع کرنے پر بڑا اعتراض تھا - دونوں بزرگوں کی اس موضوع پر باقاعدہ خط و کتابت

۱- حافظ حبیب الرحمن ، غوث بہاء الدین زکریا سہروردی ملتانی ، ص ۱۵- ۱۶

۲- فریدالدین محمود ، سرور الصدور ، مخطوطہ مولانا آزاد لائبریری مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ، ورق ۴۸

۳- خلیق احمد نظامی ، ملفوظات کی تاریخی اہمیت " مضمون مشمولہ نذر عرشی ، مطبوعہ دہلی ۱۹۶۵ء ، ص ۲۳۳-

marfat.com

ہوتی تھی [1]

پروفیسر خلیق احمد نظامی تحریر فرماتے ہیں کہ احتکار کی ملفوظات میں اتنی مذمت کی گئی ہے اور اتنا زور دیا گیا ہے - اس کو دیکھ کر ہم یہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ صوفیاء نے سماج کے فاسد عناصر کی روک تھام کی تھی [2]

چونکہ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی کی تجارت وسیع پیمانے پر تھی - اس لئے حضرت بندہ نواز گیسو دراز نے اپنی ایک مجلس میں حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ مشائخ ملتان نے مال جمع کرنے پر کمر ہمت باندھ رکھی ہے - اور وہ تجارت اور سوداگری میں دلچسپی لیتے ہیں [3]

حضرت بندہ نواز گیسو دراز نے فرمایا کہ حضرت بہاء الدین زکریا کی وفات کے بعد ان کے گھر میں سے ۹ من سونا نکلا تھا - ایک جگہ فرمایا کہ حضرت بہاء الدین زکریا نے وفات کے بعد ایک کروڑ اسی لاکھ ٹکے ترکہ میں چھوڑے تھے [4] - حضرت مخدوم جہانیاں بھی اس بات پر شاہد ہیں کہ سات سو گاؤں حضرت زکریا کی ملکیت میں تھے - ان میں کچھ گاؤں ان کے زر خرید اور کچھ بطور جاگیر ملے تھے [5]

۱- عبدالحق محدث دھلوی، اخبار الاخیار، مطبوعہ دھلی ۱۳۳۲ھ ص ۳۰ -

۲- سید محمد اکبر حسینی، جوامع الکلم، مطبوعہ کانپور ۱۳۵۶ھ ص ۲۱۳ -

۳- ایضاً ص ۲۱۳ -

۴- ایضاً ص ۳۳۵

۵- سید علاؤ الدین علی حسینی، الدر المنظوم، ص ۵۲۲ - ص ۳۰

حضرت بہاء الدین زکریا اپنی اس تمام دولت کو عوام کی خدمت میں صرف کرتے تھے ۔ فخرالدین گیلانی نے خواجہ کمال الدین مسعود شیروانی کی طرف سے ستر لاکھ روپے کا مال و اسباب بطور نذر پیش کیا ۔ حضرت بہاء الدین زکریا نے صرف تین دن کے اندر وہ تمام سامان محتاجوں اور درویشوں میں بانٹ دیا ۔ خواجہ آپ کے ایثار کو دیکھ کر دنگ رہ گئے ۔ اس پر انہوں نے لاکھوں روپوں کا ذاتی مال نذر گزارا ۔ حضرت نے وہ بھی فقراء میں تقسیم کر دیا ۔ بلا مبالغہ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی ان اکابر اولیاء اللہ میں سے تھے جن کا دل دنیا کے نفع اور نقصان سے اثرقبول نہیں کرتا تھا ۔[1]

حضرت بہاء الدین زکریا خلق اللہ کی خاطر شاہی حکام کے ساتھ اشتراک عمل کرنے میں بھی دریغ نہیں فرماتے تھے ۔ ملتان میں ایک بار سخت قحط پڑا ۔ والئی ملتان کو غلہ کی ضرورت ہوئی ۔ شیخ بہاء الدین نے غلہ کی ایک بہت بڑی مقدار اپنے ہاں سے ان کے پاس بھیجی ۔ جب غلہ ان کے پاس پہنچا تو اس کے انبار سے نقرئی سکے کے سات کوزے بھی نکلے ۔ والئی ملتان نے شیخ کو اطلاع دی ۔ انہوں نے فرمایا ہم کو پہلے ہی سے معلوم تھا لیکن غلہ کے ساتھ اسے بھی ہم نے بخشا ۔[2]

ایک روز حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی اپنی خانقاہ میں بیٹھے تھے کہ خادم کو حکم دیا کہ جاؤ اور فلاں صندوق لے آؤ جس میں پانچ ہزار دینار ہیں ۔ خادم گیا اس نے وہ

۱- مولانا نور احمد خان فریدی ، تذکرہ حضرت صدرالدین عارف ، ص ۱۲-۱۵

۲- حافظ حبیب الرحمن ، غوث بہاء الدین زکریا سہروردی ملتانی ص ۱۸-۱۹

marfat.com

صندوق بہت ڈھونڈا - مگر نہ ملا حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ صندوق نہیں ملا - حضرت کچھ دیر خاموش رہے پھر فرمایا الحمد للہ - کچھ ہی دنوں بعد خادم نے اطلاع دی کہ حضرت وہی صندوق مل گیا ہے جو اس دن نہیں ملا تھا - حضرت کچھ دیر خاموش رہے پھر فرمایا الحمد للہ - خادم کو صندوق لینے بھیجا اور خود حاضرین مجلس سے لطیف انداز میں فرمایا کہ دونوں حالتوں میں الحمد للہ کہنا اس وجہ سے تھا کہ اہل اللہ کے سامنے دنیا کا وجود و عدم برابر ہے - نہ اس کے جانے کا غم اور نہ آنے کی خوشی - اس کے بعد وہ پانچ ہزار دینار مستحق لوگوں میں تقسیم کر دیئے اور اپنے واسطے کچھ نہ رکھا -[1]

ایک بار حضرت بہاء الدین زکریا کے مرید خواجہ کمال الدین مسعود شیروانی جو بہت مشہور تاجر تھے، جواہرات کی تجارت کرتے تھے وہ جہاز میں سوار عدن کی طرف جا رہے تھے کہ اچانک راستہ میں جہاز ٹوٹ گیا اور لوگوں میں ہلچل پیدا ہو گئی - خواجہ کمال الدین نے نہایت عاجزی کے ساتھ حضرت شیخ الاسلام کو مدد کے لیے پکارا - اور پھر فوراً ہی ان کو جہاز میں پایا - تمام مسافروں نے ان کی روحانی مدد کو آنکھوں سے دیکھا - سلطان المشائخ نے سب کو شادان و فرحان کیا اور غائب ہو گئے - اور جہاز صحیح و سلامت عدن پہنچ گیا -[2]

تمام تاجروں نے اپنا ایک تہائی مال خواجہ کمال الدین کے پاس شکرانے کے طور پر پیش کیا - تاکہ وہ حضرت کی خدمت میں پہنچا دیں - حضرت خواجہ نے وہ مال لیا اور

۱- حامد بن فضل اللہ جمالی، سیر العارفین، ص ۱۵۹ -

۲- ایضاً ص ۱۶۲- ۱۶۳

اپنے مال میں سے آدھے جواہرات شکرانے کی نیت سے علیحدہ کئے اور کچھ عرصہ بعد خواجہ فخرالدین گیلانی کی معرفت حضرت کی خدمت میں بھیج دیے - حضرت نے فوراً ان کو پہچان لیا اور انہوں نے وہ مال حضرت کی خدمت میں پیش کیا اور انہوں نے شرف قبولیت بخشا اور نظر کرم فرمائی - حضرت بہاء الدین زکریا نے وہ تمام سامان جواہرات ، نقدی دن بھر میں مخلوق خدا میں تقسیم کر دیا - جب خواجہ فخرالدین نے یہ حالت دیکھی تو انہوں نے اپنا تمام مال و اسباب جو ان کی ملکیت تھا اس سے بھی دستبردار ہو گئے اور دنیا ترک کر دی - حضرت نے وہ تمام مال بھی عوام میں تقسیم کر دی - خواجہ فخرالدین آپ کے مرید ہو گئے [1] -

کوئی انسان کتنا ہی سخی کیوں نہ ہو جب بھی وہ کوئی گران قدر رقم کسی محتاج یا درویش کو دیتا ہے اس کی نظر اس رقم پر ضرور پڑتی ہے - لیکن بہاء الدین کی ذات با برکات میں یہ بات بھی نہیں تھی [2] -

حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی کے مطبخ خانے میں طرح طرح کے کھانے پکتے تھے - لیکن ان کو ان نعمتوں کے کھانے میں اسی وقت لذت ملتی جب وہ مہمانوں ، مسافروں اور درویشوں کے ساتھ مل کر کھاتے - جس مستحق کو دیکھتے کہ وہ کھانا رغبت کے ... کھاتا ہے اس کو زیادہ دوست رکھتے - ایک دفعہ فقراء کی ایک بہت بڑی جماعت دستر خوان پر شریک تھی - حضرت نے ہر فقیر کے ساتھ ایک لقمہ کھایا - ایک فقیر کے ساتھ لقمہ کھایا جو روٹی شوربے میں بھگو کر

۱- حامد بن فضل اللہ جمالی ، سیر العارفین ، ص ۱۲۳- ۱۲۴
۲- نور احمد خان فریدی ، تذکرۂ حضرت صدرالدین عارف ، ص ۱۶ -

کھا رہا تھا ۔ فرمایا ۔ سبحان اللہ یہ سب فقیرون مین یہ فقیر کھانا کھانا جانتا ہے ۔ کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا کہ نان تر کو دوسرے کھانون پر وہی فضیلت ہے جو مجھ کو انبیاء پر ہے اور عائشہ کو تمام عورتون پر ۔[1]

ایک روز حضرت بہاء الدین زکریا خانقاہ مین تھے کہ دلق پوش قلندرون کی ایک جماعت پہنچی اور ان سے مالی مدد کی خواستگار ہوئی ۔ انہون نے اس جماعت سے بیزاری کا اظہار کیا ۔ اس پر قلندرون نے گستاخی شروع کر دی اور اینٹ پتھر سے ان کو مارنے لگے ۔ حضرت نے خادم سے فرمایا کہ خانقاہ کا دروازہ بند کر دو ۔ جب دروازہ بند ہو گیا تو قلندرون نے دروازہ پر پتھر مارنے شروع کر دیے ۔ حضرت نے کچھ تامل کے بعد خادم سے فرمایا دروازہ کھول دو ۔ مین اس جگہ شیخ شہاب الدین سہروردی کا بٹھایا ہوا ہون خود نہین بیٹھا ۔ خادم نے دروازہ کھول دیا ۔ اس وقت قلندر نادم ہوئے اور اپنے قصور کی معافی چاہی ۔[2]

جب حضرت صدرالدین عارف پیدا ہوئے اس تقریب سعید پر ارادتمندون نے بڑی خوشیان منائین اور حضرت بہاؤالدین نے اہل ملتان کے غرباء اور مساکین کے دامن زر و جواہر سے بھر دیے ۔ اس زمانہ مین حضرت کا دستر خوان بہت وسیع ہو گیا تھا ۔ اور اس پر نہایت پر تکلف اور مختلف النوع کھانے ترتیب دے جاتے تھے ۔ اس پر سینکڑون علماء و مشائخ اور ہزارون فقراء دونون

۱۔ صباح الدین عبدالرحمن ، بزم صوفیاء ، ص ۹۴۔ ۹۵

۲۔ حافظ حبیب الرحمن ، غوث بہاؤالدین زکریا سہروردی ملتانی ، ص ۲۰ ۔

marfat.com

وقت کھانا کھاتے تھے - حضرت مہمانوں کو شریک طعام دیکھ کر نہایت مسرور اور محظوظ ہوتے تھے اور جس قدر لوگ زیادہ آتے تھے اتنی رخ انور پر بشاشت زیادہ نظر آتی تھی - [1]

ایک مرتبہ ایک باوہ گو آدمی حضرت بہاء الدین کی خدمت میں آیا اس وقت حضرت کے پاس کھانے کی کوئی چیز موجود نہ تھی - اس نے کہا حضرت ! کیا یہ حدیث صحیح ہے من زار حیا و لم یذق منه شیئاً فکا انما زار میتاً - یعنی جس نے کسی زندہ کی زیارت کی - اور اس کی کوئی شے نہ چکھی - گویا اس نے مردہ کی زیارت کی - حضرت نے مسکرا کر جواب دیا : " ہاں ! صحیح ہے - " مگر عوام اس حدیث کے معنی نہیں جانتے - کیونکہ خلق کی دو قسمیں ہیں - عوام و خواص - عوام سے مجھے غرض نہیں - خواص جب آتے ہیں اپنی استعداد کے مطابق فیض پاتے اور ذوق حاصل کرتے ہیں - اس حدیث شریف کے یہی معنی ہیں - [2]

حضرت بہاؤالدین زکریا کا خزانہ غربا اور مستحقین کے لئے ہر وقت کھلا تھا - محتاج اور مساکین آتے تھے اور حضرت کے دربار سے مالا مال ہو کر جاتے تھے - بعض اوقات یہ داد و دہش اعجاز کی صورت اختیار کر لیتی تھی - ایک مرتبہ حضرت حجرہ میں مصروف عبادت تھے چند درویش بھی پاس بیٹھے تھے - اسی اثناء میں حضور دامن سمیٹ کر مصلّی سے اٹھے اور ایک تھیلی روپوں کی ہاتھ میں لئے باہر نکل گئے - درویش بھی حیران و پریشان آپ کے ساتھ باہر چلے - باہر آ کر دیکھا کہ چند آدمی ایک غریب الحال شخص کو اپنے قرضہ کی وصولی کے واسطے

۱- نور احمد خان فریدی ، تذکرۂ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی ، ص ۱۳۹

۲- ایضاً ص ۱۳۹ - ۱۴۰

تنگ کر رہے ہیں ۔ حالانکہ اس آدمی کے پاس ایک پھوٹی کوڑی بھی نہ تھی ۔ حضرت نے انہیں خجلا کر فرمایا ۔ یہ تھیلی لے لو اور جس قدر روپے اس شخص سے لینے ہیں ، نکال لو ۔ مفلوک الحال مقروض آپ کو دعائیں دینے لگا ۔ آپ درویشوں کے ساتھ واپس تشریف لائے اور فرمایا کہ خداوند کریم نے مجھے اس شخص کی امداد کے واسطے بھیجا تھا ۔ الحمد للہ کہ اس کا مطلب پورا ہو گیا ۔ [1]

ایک دفعہ چند ڈاکو حضرت کے حجرہ میں چوری کی غرض سے گھس آئے ۔ آپ مصروف عبادت تھے جونہی آپ کی نظر ان چوروں پر پڑی ۔ وہ سب کے سب اندھے ہو گئے ۔ اور فریاد کرنے لگے ۔ کہ " خدا کے لئے ہمیں اس عذاب سے نجات دلائیے ۔ آئندہ کے لئے چوری سے ہماری توبہ ہے " ۔ بہاء الدین نے رحم کھا کر جو توجہ فرمائی ۔ سب کی آنکھیں روشن ہو گئیں ۔ اور فسق و فجور سے توبہ کرکے بڑے مرتبہ کے درویش بن گئے ۔ [2]

آہن کہ بپارس آشنا شـد

فی الحال بصورت طلا شـد

سلطان ناصرالدین قباچہ درشت خو انسان تھا ۔ روزانہ لوگ اس کے مظالم کی آ کر فریاد کرتے تھے ۔ حضرت بہاء الدین کبھی تو قباچہ کو سفارش فرماتے اور کبھی انہیں خلعت و دینار دے کر راضی کر دیتے ۔ بجائے اس کے کہ قباچہ حضرت کی کرم بخشی کا معترف ہوتا ۔ الٹا وہ

۱۔ نور احمد خان فریدی ، حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی ، ص ۱۲۰۔ ۱۲۱

۲۔ ایضاً ص ۱۲۱

حضرت سے بدگمان رہتا اور حضرت کے اثر و نفوذ کو اپنے حق مین زهر هلا هل خیال کرتا تھا ۔
اور اس نے سلطان التتمش کے خلاف بھی سازشون کا جال بچھانا شروع کر دیا ۔ احکام شرعی کی
ترویج مین سستی ہونے لگی ۔ بادشاہ کے متعلقین نے فسق و فجور شروع کیا ۔ اتفاق سے انھی
دنون حضرت بہاء الدین کے غریب ہمسائے کو ایک هزار دینار کے عوض گرفتار کر لیا ۔ اس کا باپ
روتا آپ کے پاس آیا اور آپ نے اس کو ایک هزار دینار دے کر چھڑوایا ۔ اس طرح کی بہت ساری
شکایات جمع ہو گئین ۔ حضرت نے سلطان التتمش کے پاس شکایت کی ۔ ادھر سے قاضی شرف الدین
اصفہانی نے بھی بادشاہ کے پاس شکایت کی ۔ دونون خط قباچہ کے ھاتھ لگے وہ سخت مشتعل
ہوا اور دونون کو طلب کیا ۔ سچ ثابت ہونے پر قاضی کا سر کاٹ دیا اور جب حضرت سے پوچھا
تو آپ نے کہا ۔ مین نے خدا کے حکم سے لکھا ھے ۔ تم میرا کیا بگاڑ سکتے ہو ۔ قباچہ یہ سن
کر حیران ہو گیا ۔ اس نے آپ کو آزمانے کے واسطے کھانا منگوایا تاکہ اگر حضرت کے دل مین ذرا
بھی میل ہوگی تو وہ کھانا نہین کھائین گے اور انہین ایذا پہنچانے کا موقع مل جائے گا ۔
چنانچہ جب کھانا آیا اور آپ نے بسم اللہ پڑھ کر شروع کیا ۔ اور قباچہ شرمندہ ہوا ۔ اور حضرت
کو اعزاز و اکرام کے ساتھ رخصت کیا ۔ انھی بد تمیزیون کی قباچہ کو سخت سزا ملی ۔ وہ اپنے
اهل و عیال سمیت کشتی مین سوار ہوا ۔ تاکہ سندھ کی طرف نکل جائے ۔ مگر قاضی شرف الدین
اصفہانی کے جبار خدا کی • بطش شدید • نے اسے عین منجدھار مین اس طرح پکڑا کہ اس کو
سنبھلنے کا موقع ھی نہ ملا ۔ اور بال بچون سمیت سندھ کی خوفناک لہرون مین گم ہو گیا ۔
مصر کے فرعون کی لاش کو بچ رہی تھی ۔ لیکن سندھ کے فرعون کا ایک بال بھی اس گرداب

marfat.com

سے نہ بچ سکا ۔ کسی عارف نے کیا خوب کہا ہے ۔۔ ۵

بترس از آہ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن

اجابت از در حق بہر استقبال مے آید [1]

حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی کے بھائی مخدوم عبدالرشید جب حجاز مقدسہ گئے تو اپنا مال و اسباب آپ کے سپرد کر گئے ۔ جب وہ واپس آئے تو حضرت بہاء الدین زکریا نے فرمایا کہ آپ کی امانت میرے پاس ہے وہ لے لو ۔ مخدوم رشید نے فرمایا کہ میں تو دنیا تیاگ چکا ہوں میں یہ چیزیں نہیں لوں گا ۔ آپ نے عرض کیا کہ وہ تمہاری امانت ہے وہ تمہیں لینی ہو گی ۔ لینے کے بعد بے شک جس کو مرضی دے دینا ۔ چنانچہ ... اور جاگیریں بانٹ لیں ۔ ایک ایک کروڑ اشرفی اور اجناس خوردنی و دیگر سامان اس کے علاوہ تھا ۔ حضرت مخدوم نے اپنا تمام ترکہ غرباء مساکین میں تقسیم کر دیا ۔۔ [2]

حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جن دنوں حضرت شیخ الاسلام بخارا میں تھے تو وہاں قحط پڑ گیا ۔ قحط اس قدر شدید تھا کہ آدمی آدمی کو کھانے لگ گیا ۔ شہر کے علماء اور مشائخ اکٹھے ہوئے اور انہوں نے طے کیا کہ سب مل کر شیخ الاسلام سے دعا کے لئے درخواست کریں ۔ چنانچہ تمام آبادی حضرت بہاء الدین کی خدمت

۱- نور احمد خان فریدی ، تذکرہ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی ، ص ۲۰۷

۱- ایضاً ص ۲۰۷ - ۲۰۸

مین حاضر ھوئی اور عرض کی کہ خدا سے بارش کے لئے دعا کیجئے - شیخ الاسلام منبر پر چڑھ گئے اور سر سے کلاہ مبارک اتار کر آسمان کی جانب نگاہ کی - اور عرض کی " اے بار الہا - اگر شیخ الاسلام نے یہ کلاہ شریف صدق اور اخلاص سے میرے سر پر رکھی ھے اور مین نے بھی دین و دنیا کی سعادت سمجھ کر اسے اخلاص سے قبول کیا ھے تو اس برکت سے بارش برسا دے " -
ابھی یہ جملہ ختم بھی نہ ھوا تھا کہ آسمان پر گرج سنائی دی اور اس قدر بارش ھوئی کہ سات روز تک شہر مین پانی کھڑا رہا -[1]

ایک بار جب آپ سمرقند مین گئے تو وھان ایک جزامیون کا گروہ آپ کے گرد اکٹھا ھو گیا - آپ نے فرمایا - آپ لوگ کیا چاھتے ھو - عرض کی حضرت کی دعا چاھتے ھین - تاکہ خداوند تعالی اپنی رحمت سے یہ مرض دور کر دے - حضرت بہاء الدین نے دعا کے لئے ھاتھ اٹھائے - ندا آئی - " اے بہاؤالدین - یہ گروہ زیر عتاب ھے - ان کا معاملہ پیش نہ کرو - لیکن حضرت نے پھر گڑ گڑا کر عرض کی کہ اے ارحم الرحمن اگر تیری ذات ان پر رحم نہین کرے گی تو یہ اور کس کے پاس جائین گے - رحمت الہی جوش مین آئی اور آپ کی دعا قبول فرمائی - وھان ایک حوض پانی سے بھرا ھوا موجود تھا - آپ نے جذامیون کو وھان نہانے کا حکم دیا - چنانچہ وہ سب شفایاب ھو گئے -[2]

شیخ نظام الدین اولیاء فرماتے ھین کہ ایک مرتبہ شیخ الاسلام بہاؤالدین زکریا سرانـدیپ

۱- نور احمد خان فریدی ، تذکرہ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی ، ص ۲۰۷ -

۲- ایضاً

ص ۲۰۷ - ۲۰۸

marfat.com

کی طرف تشریف لے گئے ۔ اور سال بھر وہاں قیام کیا ۔ ایک دن ایک بوڑھا آدمی لکڑیوں کا پشتارہ اٹھائے پاس سے گذرا ۔ یہ ایک غریب الحال اور عیالدار شخص تھا ۔ گھر میں جوان لڑکیاں تھیں ۔ اس قدر رقم پاس نہ تھی کہ رخصتی کے فرائض سے سبکدوش ہو سکتا ۔ اس پر شیخ کی نظر جا پڑی ۔ پاس بلایا اور لکڑیوں کا پشتارہ پر ہاتھ پھیرا ۔ وہ لکڑیاں سونا بن گئیں اور فرمایا :

" مجھے تمہاری خاطر یہاں بٹھایا گیا ہے ۔ تاکہ تمہارا کام انجام دوں " ۔ یہ کہہ کر آپ وہاں سے چل پڑے ۔[1]

مولانا جامی فتوحات کے حوالے سے لکھتے ہیں ۔ کہ ایک درویش نے شیخ سے کہا کہ بادشاہ کی لڑکی سخت بیمار ہے ۔ وہ لڑکی چونکہ فقراء اور مساکین کی پرورش کرتی ہے ۔ اور بڑی نیک بخت ہے ۔ اس لئے آپ وہاں جا کر شہزادی کے واسطے دعا کریں ۔ چنانچہ آپ وہاں گئے ۔ شہزادی حالت نزع میں تھی ۔ آپ نے کہا جلدی پکڑو ۔ اس کے خاوند نے گھبرا کر عرض کی ۔

" حضور ۔ میں اسے کیسے پکڑوں ۔۔۔ "

حضرت مریضہ کے تنفس کی طرف متوجہ تھے، فرمایا :

" اسے خرید لیا ہے ۔ اس کا پورا خون بہا لے آؤ ۔۔ "

لڑکی نے آنکھیں کھولیں اور السلام علیکم کہا ۔ شیخ نے کہا ۔ بیٹی ۔ قطعی خوف نہ کر ۔ ہم نے تجھے ملک الموت سے چھڑا لیا ہے ۔ تو بڑی قدر اور مرتبہ والی ہے ۔ اگر زندہ رہے گی تو لوگوں کو تجھ سے فائدہ پہنچے گا ۔ میری ایک بچی ہے جو مجھے بہت پیاری ہے

۱۔ ڈاکٹر احمد خان فریدی ، تذکرہ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی ، ص ۲۰۸

marfat.com

اسے مین تجھ پر سے تصدق کرتا ہوں -[1] چنانچہ آپ نے اپنی بیٹی کے بدلے مین اس لڑکی کی جان بچا لی -

ایک دفعہ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی کے چند ارادتمند بغداد سے ملتان چلے آئے تھے - اتفاق سے وہ ایسے بےآب و گیاہ صحرا مین آ پھنسے جہان انہین پانچ روز تک پانی نہ ملا - پیاس سے سخت بدحواس ہوئے اور قریب تھا کہ ہلاک ہو جاتے - موت و حیات کی اسی کشمکش کے اندر انہون نےشیخ الاسلام کا نام پکارا - اسی اثناء مین ایک درویش نمودار ہوا - اور انہین پانی پلا کر چلا گیا - انہون نے پہلے حضرت کو نہ دیکھا تھا - جب ملتان پہنچے تو دیکھا کہ حضرت وہی بزرگ ہین جنھون نے ان کو پانی پلایا تھا -[2]

ا- نو احمد خان فریدی، تذکرہ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی، ص ۲۲۸- ۲۲۹

۲- ایضاً ص ۲۷۳

حضرت صدرالدین عارف کی سماجی خدمات

حضرت بہاء الدین زکریا کے وصال کے بعد جب خاندان سہروردیہ کے جلیل القـدر بزرگوں اور اپنے خانوادہ کے اکابرین نے دستار خلافت آپ کو بندھوا کر رشد و ہدایت کی مسند پر لا بٹھایا تو آپ نے والد بزرگوار کا تمام ترکہ بموجب شرع شریف جملہ مستحقین میں تقسیم کـر دیا [1] (خذینۃ الاصفیۃ) کی روایت کے مطابق ۷۰ ستر لاکھ اشرفی نقد ما سوائے دیگر اسباب از قسم ظـروف ، پارچات ، و مکانات وغیرہ حضرت غوث العلمین کے ہر صاحبزادے کے حصہ میں آئے تھے - مگر شیخ الاسلام صدرالدین عارف نے یہ بہت بڑا خزانہ ایک ہی دن میں فقراء اور مساکین میں لٹا دیا - اور اپنے واسطے ایک درم بھی نہ رکھا [2] - کسی نے عرض کی کہ آپ کے والد بزرگوار کا خزانہ نقد و جنس سے معمور رہتا تھا اور اس کو تھوڑا تھوڑا خرچ کرنا پسند کرتے تھے - آپ کو بھی اس طرح ہی کرنا چاہئیے تھا - حضرت عارف نے جواب دیا :

" حضرت بابا " دنیا پر غالب تھے - اس لئے دولت انکے پاس جمع ہو جاتی ، تو انہیں علائق دنیا کا کوئی خطرہ لاحق نہ ہوتا - اور وہ دولت کو تھوڑا تھوڑا صرف فرماتے تھے - اگرچہ میں بھی بالعموم دنیا پر غالب آتا ہوں اور کبھی برابر رہتا ہوں - غالب نہ مغلوب اور نہیں چاہتا کہ کبھی غالب آ جائے اس لئے مردار کو اپنے سے دور ہٹا دیا ہے اور دل کو

۱- نور احمد خان فریدی ، تذکرہ حضرت صدرالدین عارف ، ص ۳۶

۲- مفتی غلام سرور لاہوری ، خزینۃ الاصفیاء ، ص ۲۹

marfat.com

بے اطمینانی کے فتنہ سے بچا لیا ہے"۔

صاحب خزینۃ الاصفیاء نے اس روایت پر ایک فقرے کا اضافہ کیا ہے۔

" ابا کی دولت کی حفاظت کے لئے میرے دوسرے بھائی کافی ہیں۔ اگر ساتواں حصہ نہیں رہتا تو نہ رہے!" ۱

حضرت صدرالدین عارف اگرچہ بہت فیاض اور سخی تھے مگر اس کے باوجود ان کے ہاں دولت کی فراوانی تھی۔ ایک بار شیخ رکن الدین فردوسی دھلی سے ملتان تشریف لے گئے۔ تو حضرت شیخ صدرالدین سے بھی ملنے آئے۔ اس وقت ان کے یہاں علماء و فقراء کی بڑی تعداد موجود تھی۔ شیخ رکن الدین فردوسی کا بیان ہے کہ کھانے کا وقت آیا تو ایسا پر تکلف دستر خوان بچھایا گیا جیسا کہ بادشاہوں کے ہاں ہوا کرتا ہے۔ شیخ صدرالدین کے سامنے طرح طرح کے کھانے اور حلوے تھے۔ شیخ رکن الدین فردوسی ایام بیض کے روزہ سے تھے۔ شیخ رکن الدین نے اپنے میزبان کی خاطر روزہ تو افطار کر لیا مگر سوچنے لگے کہ صرف افطار پر ہی اکتفا کرنا چاہئے یا کچھ اور کھایا جائے۔ شیخ صدرالدین نو باطن سے ان کی اس کشمکش کو محسوس کر گئے اور فرمایا کہ جو شخص حرارت باطن سے طعام کو نور بنا کر حق تک پہنچا سکے اس کے لئے تقلیل طعام کی پابندی لازم نہیں! ۲

چونکہ لقمہ می شود بر تو کہن

تن مزن هر چند بتونی بخود

۱- محمد قاسم فرشتہ ، تاریخ فرشتہ ، ص ۴۱۱

مہمانوں کی خاطر شیخ صدرالدین کھانے سے ہاتھ نہ روکتے تھے تاکہ ان کے ہاتھ روک لینے سے مہمان کہیں تکلف میں بھوکے نہ رہ جائیں اگرچہ خود غذا کم کھاتے تھے ۔[1]

حضرت صدرالدین عارف کی جود و سخا کا یہ عالم تھا کہ اگرچہ روزانہ ہزاروں فتوحات آتیں مگر اس کے باوجود آپ اکثر مقروض رہتے تھے ۔ اس زمانے میں آپ کا دستر خوان سلاطین کے سفرہ پر بھی سبقت لے گیا تھا ۔[2]

چونکہ لقمہ مے شود در تو گہر
بالیقین چندانکہ پتوانی بخور

جبکہ موتی بن جائے تجھ میں طعام　　جتنا بھی چاہے تو کھا مالا کلام [3]

الغرض شیخ صدرالدین عارف اپنے والد ماجد کی ساری اولاد میں ممتاز اور افضل تھے ۔ مہمانوں کے قیام و طعام کا انتظام ان سے متعلق تھا ۔ اور گھر کا کوئی معاملہ ان کی مرضی کے خلاف طے نہیں پاتا تھا ۔ چنانچہ جب حضرت زکریا نے مولانا عراقی کو دوسرا رشتہ دینا چاہا تو شیخ عارف نے حضرت کو منع کیا اور عرض کی کہ :

" میں نے شیخ فخرالدین کو ایک دن خانقاہ کی سرائے پر کھڑا دیکھا کہ پیراہن سے ہوا لے رہا تھا ۔ اور نسیم صبا سے محظوظ ہو رہا تھا ۔ جس شخص میں کہ حظ نفس کا مادہ

۱- صباح الدین عبدالرحمن ، بزم صوفیہ ، ص ۱۰۷ - ۱۰۸
۲- نور احمد خان فریدی ، تذکرہ صدرالدین عارف ، ص ۴۷
۳- صباح الدین عبدالرحمن ، بزم صوفیہ ، ص ۱۰۸

اس قدر موجود هو - حضرت کا اس کے نکاح مین اپنی صاحبزادی کا دے دینا قطعی نامناسب هے -

چنانچہ یہ رشتہ قائم نہ هو سکا اور یہ پاکدامنہ سلطان التارکین حمیدالدین حاکم کے حبالۂ نکاح مین دے دی گئی - [1]

حضرت صدرالدین عارف کی شادی بی‌بی راستی کے ساتھ هوئی - ان سے هی حضرت رکن الدین پیدا هوئے - شہزادی کا ذکر تصوف اور سیرت کی کتابون مین بہت ملتا هے [2] -

مولانا جمالی لکھتے هین :

" والدہ مبارک او (قطب الاقطاب رکن الدین قدس سرہ) بی‌بی راستی نام داشت ، او نیز در راستی و درستی دین رابعۂ عصر بودہ و حفظ قرآن بتمام و کمال داشت - و هر روز یک ختم کلام اللہ وظیفہ داشت و ارادت بخسر خود شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا می داشت " [3]

المختصر جو خاتون عالم ملکوت طے کر چکی هو اس کے روحانی مرتبہ کا کیا کہنا - لیکن اس کے ساتھ ساتھ ان کی خانگی زندگی کی مصروفیات کچھ اس طرح تھین -

محلسرائے فوشیہ مین یتیم بچیون - بیوہ اور بے کس عورتون کے علاوہ بڑے بڑے امراء کی بہو بیٹیان بھی دینی مسائل سمجھنے کیلئے آمد و شد رکھتی تھین - ان سب کے قیام و طعام کا انتظام بی‌بی راستی کے سپرد تھا - محل مین اس قدر لونڈیان اور خادمائین تھیں ان مین

۱- نور احمد خان فریدی ، تذکرہ حضرت صدرالدین عارف ، ص ۲۲- ۲۳

۲- ایضاً ، ص ۲۲- ۲۳- ۲۴

۳- ایضاً ، ص ۲۴

اکثر عارفۂ روزگار تھیں صبح کو جب چکی پیسنے بیٹھتیں تو قرآن ختم کرکے اٹھتی تھیں ۔ ان سب پر بی بی کی کڑی نظر رہتی تھی ۔ ان مصروفیات کے باوجود اپنے با کمال خسر اور نامور شوہر کے لئے کھانا خود تیار کرتیں ۔ میاں نوافل و اوراد سے فارغ ہو کر محل میں تشریف لاتے تو انہیں مٹھیاں بھرتیں اور اگر سردی کا موسم ہوتا تو تہجد کی نماز کے لئے وضو کا پانی بھی خود گرم کرتی تھی ۔[1]

۱۔ نور احمد خان فریدی ، تذکرہ حضرت صدرالدین عارف ، ص ۳۲

marfat.com

حضرت رکن الدین ابوالفتح کی سماجی خدمات

سلطان علاء الدین خلجی کے دور حکومت میں واقع نقائص کے باوجود ملک میں دینداری کا چرچا تھا - اسی بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ صرف حضرت رکن الدین ملتانی کی فیوض و برکات کا نتیجہ تھا - اس کے دور میں اجناس اتنی سستی تھیں کہ پھر کبھی ایسا اتفاق نہیں ہوا [1]-

حضرت رکن الدین ملتانی کے حکومت وقت کے ساتھ خوشگوار تعلقات تھے - ان کے تعلقات کے مندرجہ ذیل مقاصد تھے -

۱- اہل حکومت کی اصلاح حال جس حد تک ممکن ہو کرتے رہیں -

۲- خلق اللہ کی حاجت روائی کا ذریعہ بنے رہیں -

۳- اگر اہل حکومت کو دوسرے اولیاء اللہ کے ساتھ عناد ہو تو اسے [2] ممکن حد تک کم کریں اور خود اولیاء اللہ کے پشت پناہ بنیں -

دراصل آپ کا عمل اس فرمان نبوی پر تھا جو بزار نے سیدنا ابو درداء سے روایت کیا ہے - یعنی جو شخص اپنی ضروریات حاکم تک نہ پہنچا سکا ہو اس کی درخواست وہاں تک پہنچانے والے کا اجر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس دن اسے ثابت قدم رکھے گا جس دن اس کے قدموں میں لغزش پیدا ہو گی - دراصل یہ اتنی بڑی خدمت ہے جو بڑی سے بڑی عبادت کی صف میں

۱- ضیاء الدین برنی ، " تاریخ فیروز شاہی ، ص ۳۲۱ تا ۳۲۶

۲- نور احمد خان فریدی ، حضرت رکن عالم ملتانی ، ص ۱۵۰

marfat.com

رکھی جا سکتی ھے - اسی خدمت خلق کے جذبے سے آپ نے سلاطین و اھل حکومت سے اچھے تعلقات رکھے - [1]

سیر الاولیاء میں لکھا ھے کہ جب حضرت رکن الدین ڈولے میں سوار ھو کر حضرت سلطان المشائخ کی ملاقات کو آتے اور مصنف کے والد ڈولے میں شیخ کے لئے کھانا رکھنے لگے تو ڈولے میں ھر طرف کاغذ ھی کاغذ پڑے تھے - امیر خورد کے والد نے انھیں ایک طرف کرکے کھانا رکھنے کے لئے جگہ نکالنی چاھی تو شیخ رکن عالم نے حضرت سلطان المشائخ کی طرف مخاطب ھو کر فرمایا :

" آپ کو معلوم ھے کہ یہ کاغذات کیسے ھیں " پھر خود ھی کہنے لگے کہ یہ حاجت مندوں کی عرضیاں ھیں جو وہ مجھے اس لئے دیتے ھیں تاکہ میں بادشاہ کو پہنچاؤں - لیکن انھیں کیا معلوم کہ میں آج کس بادشاہ کے پاس جا رہا ھوں [2] آپ کا یہ قاعدہ تھا کہ آپ ان سب عرضیوں کے ساتھ جو ضرورت مند آپ کے تخت رواں پر ڈالتے بادشاہ کے پاس پہنچتے اور ایک خادم کو ھدایت کرتے تاکہ یہ عرضیاں بادشاہ کے سامنے رکھے - چنانچہ بادشاہ یہ سب عرضیاں آپ کی موجودگی میں پڑھواتا ** ھر عرضی پر حکم لکھواتا - اور جب تک لوگوں کی مطلب براری نہ ھو جاتی آپ وھاں سے نہ ھلتے [3] سلطان قطب الدین مبارک شاہ خلجی کے زمانے میں حضرت رکن

۱- نور احمد خان فریدی، حضرت رکن عالم ملتانی، ص ۱۵۱

۲- حامد بن فضل اللہ جمالی، سیر العارفین ، ص ۱۲۳

۳- ایضاً ، ص ۱۲۳

عالم دو مرتبہ دھلی تشریف لائے ۔ اکثر ان دونوں بزرگوں میں رابطہ خلوص و محبت قائم ہوتا ۔ حضرت رکن عالم کی کی یہ عادت تھی کہ جب سلطان قطب الدین سے ملنے کی خواھش ہوتی اور دربار کو جاتے تو وہ تخت رواں جس پر بیٹھتے تھے ۔ اس کو کچھ دیر انتظار میں روکے رکھتے تھے ۔ اور ضرورت مند اپنی عرضیاں لکھ کر ان کے تخت رواں میں ڈال دیتے تھے ۔ اور اپنی اپنی حاجتیں بیان کرتے [1] ۔ وہ تخت رواں پر سوار ہو کر شاھی محل کو روانہ ہوتے ۔ تیسری دھلیز پر سلطان استقبال کے لئے آتا اور اندر لے جاتا ۔ دو زانو ہو کر با ادب حضرت کے سامنے بیٹھ جاتا اور حضرت کے آنے کو بڑی بات سمجھتا ۔ حضرت سلطان المشائخ اپنے خادم کو حکم دیتے کہ وہ لوگوں کو سلطان کے سامنے پیش کرے سلطان تمام عرضیاں پڑھتا مناسب جواب اس کی پشت پر لکھتا اور مہر لگا دیتا ۔ حضرت اس وقت تک وھاں سے واپس نہ ہوتے جب تک کہ مخلوق کے تمام معاملات طے نہ ہوجاتے [2] ۔ حضرت رکن عالم جونہی دھلی جانے کا ارادہ کرتے تھے تو شہر میں اعلان کر دیا جاتا تھا کہ جس شخص کو بادشاہ سے کچھ عرض معروض کرنا ہو وہ درخواست لکھ کر پیش کرے اسی طرح چند غلام منزل بمنزل آگے آگے چلتے تھے جو قیام و طعام کا بھی انتظام کرتے تھے [3] ۔ دھلی جانے کا مقصد ہر مرتبہ سلطان کی اصلاح اور خلق خدا کی وکالت کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا تھا ۔ بقول فرشتہ پندرہ لاکھ اشرفی ، بقول مولانا جمالی

۱- حامد بن فضل اللہ جمالی ، سیر العارفین ، ص ۲۰۲

۲- ایضاً ، ص ۲۰۲ تا ۲۰۳

۳- نور احمد خان فریدی ، تذکرۂ قطب الاقطاب رکن عالم ، ص ۱۲۳ تا ۱۲۴

marfat.com

سات لاکھ اشرفیاں حضرت رکن عالم کی خدمت میں ہر مرتبہ دھلی پہنچنے پر نذر کی گئیں ۔ مگر آپ نے یہ تمام گران قدر رقوم دھلی کے محتاجوں اور مسکینوں میں تقسیم کر ڈالی ۔ اگر دھلی کے مساکین پچاس ہزار بھی ہوں تو بھی ایک ایک فقیر کو چودہ اور فرشتہ کے مطابق ۳۲ اشرفی ملی ہو گی اس سے کم و بیش سات آٹھ ہزار گھرانے کی مسرتوں کا اندازہ کر سکتے ہیں ۔ یہ تو فقراء کی حالت تھی اس کے علاوہ آپ فیوض باطنی سے جو لوگ فائدہ اٹھاتے تھے اور روحانی تسکین حاصل کرتے ہوں گے اسی لئے جمالی نے آپ کے دھلی کے قیام کو

" ہر روز روز عید اور ہر شب شب قدر "

کہا ہے تو اس میں کوئی شک نہیں ۔[1] لاکھوں سائلوں اور درویشوں کی دعاؤں کے سایہ میں بخیریت ملتان واپس تشریف لے گئے ۔۔ ع

هزار دام سے نکلا ہوں ایک جنبش میں
جسے غرور ہو آئے کرے شکار مجھے

۱- نور احمد خان فریدی ، تذکرہ قطب الاقطاب رکن عالم ، ص ۱۵۱- ۱۵۲

حضرت مخدوم جہانیاں کی سماجی خدمات

حضرت مخدوم جہانیان اپنے زمانے سے بے حد شاکی تھے اور ان کے عہد میں معاشرے میں جو برائیاں پائی جاتی تھیں ۔ وہ ان سے اس قدر نالاں تھے کہ وہ عوام سے الگ تھلگ ہو کر زندگی گزارنا چاہتے تھے ۔

علاء الدین علی رقمطرازھیے کہ ایک روز حضرت مخدوم صاحب نے فرمایا کہ زمانہ بہت برا ہو چکا ہے ۔ اس زمانے میں پہاڑوں پر جا کر رھنا چاھئیے ۔[1]

فیروز شاہ تغلق کے دور حکومت کو اگرچہ امن و امان کا دور کہا جاتا ھے لیکن اس زمانے میں بھی چوری چکاری عام تھی حضرت مخدوم جہانیان اس بات کے شاکی تھے کہ ان کی چھتوں کی بھی چوری ہوجاتی تھی ۔ اگر حضرت مخدوم جہانیان جیسے بزرگوں کی اشیاء بھی لوگ چرا لیتے تھے تو باقی عام عوام کا کیا بنتا ہو گا ۔[2]

آپ کے ملفوظات کے مطالعہ سے یہ مترشح ہوتا ھے کہ آپ امر بالمعروف و نہی عن المنکر پر شدت کے ساتھ عامل تھے اور دوسرے سہروردی بزرگوں کی طرح غیر شرعی امور پر سختی کے ساتھ مذمت کرتے تھے ۔ ایک مرتبہ اچ میں ایک شخص وارد ہوا جو خود کو ولی اللہ کہتا تھا ۔ عوام الناس اس کے پاس کثرت کے ساتھ آنے جانے لگے ۔ حضرت مخدوم جہانیان بھی

۱۔ سید علاء الدین علی حسین ، الدر المنظوم ، ص ۲۵۰

۲۔ ایضاً ص ۲۳۲

marfat.com

اس کے پاس گئے جب اس کے پہلو میں جا کر بیٹھے تو وہ بڑے جلال سے بولا ۔

" اے سید ! ابھی ابھی حق تعالی میرے پاس سے اٹھ کر گیا ہے " ۔

آپ یہ سن کر غضب ناک ہو گئے فرمایا ، " اے بدبخت ! تو کافر ہو گیا ہے ۔ پھر سے کلمہ شہادت پڑھ اور مسلمان ہو " ۔ مخدوم صاحب نے قاضی شہر کے پاس جا کر شکایت کی کہ اس کو طلب کرو اگر توبہ کرے تو معاف کر دو ورنہ حد شرعی جاری کرو ۔ اور قتل کرو ۔ چونکہ اس شخص کے ماننے والے کئی تھے اس لئے قاضی کو اس معاملے میں تامل تھا ۔ لیکن آپ نے حاکم شہر کو کہلا بھیجا کہ ایک شخص شہر میں کفر و شرک پھیلا رہا ہے ۔ اگر تم نے اس کو سزا نہ دی تو میں بادشاہ کے پاس شکایت کروں گا چنانچہ وہ شخص شہر بدر کر دیا گیا ۔[1]

شیخ جمالی لکھتے ہیں کہ فیروز شاہ تغلق کا ایک وزیر خان جہان تلنگی شروع میں حضرت کا مخالف تھا ۔ ایک دفعہ اس نے کسی بات پر ایک نویسندہ کے بیٹے کو قید کر دیا ۔ اس کا باپ حضرت مخدوم کے پاس پہنچا اور حضرت مخدوم خان جہان تلنگی کے پاس اس کی سفارش کو گئے لیکن اس نے اندر سے ہی کہلا بھیجا کہ نہ میں شیخ سے ملوں گا اور نہ ہی ان کی سفارش مانوں گا ۔ اس سے کہہ دو کہ میرے دروازے پر نہ آئے ۔ کہتے ہیں کہ شیخ ۱۹ مرتبہ خان جہان تلنگی کے دروازے پر گئے اور ہر دفعہ یہی جواب سنا ۔ انیسویں مرتبہ خان جہان تلنگی کے دروازے پر گئے تو اس نے یہی جواب دیا کہ اے سید ! کیا تم میں ذرہ بھر

۱۔ سید علاء الدین علی حسینی ، الدر المنظوم ، ص ۲۱۳

marfat.com

الدر المنظوم کی تصنیف کے ۲۱ سال بعد جب سید محمد اکبر حسینی نے حضرت گیسو دراز کے ملفوظات جمع کئے تو ان میں بھی لوطیوں کا ذکر ملتا ہے[۱]۔

حضرت مخدوم جہانیاں کے دور میں ہی سلطان فیروز شاہ تغلق نے " فتوحات فیروز شاہی " لکھی ۔ اس نے بھی اپنی تصنیف میں لوطیوں کی موجودگی کی نشاندہی کی ہے ۔ جنہیں اس نے عبرتناک سزا دی تھی[۲]۔

سید نورالدین مبارک غزنوی نے التتمش کے دربار میں اعلانیہ کہا تھا کہ بادشاہ جو کچھ بادشاہی کے لوازم سمجھ کر کرتے ہیں جس طریقے سے وہ کھاتے پیتے ہیں کپڑے پہنتے ہیں جس انداز سے وہ اٹھتے بیٹھتے اور سواری کرتے ہیں اور تخت پر بیٹھ کر جس طرح لوگوں کو اپنے سامنے بٹھاتے اور سجدہ کراتے ہیں اور جس طرح خدا کے باغیوں کے مراسم کی دل وجان سے رعایت کرتے ہیں اور جس طرح بندگان خدا سے اپنے آپ کو سب معاملات سے برتر سمجھتے ہیں ۔ یہ سبھی باتیں سنت مصطفی کے خلاف اور شرک ہیں ۔

سید جلال الدین بخاری مخدوم جہانیاں نے بادشاہوں کی اس رسم کو جب وہ روٹی لوگوں کی طرف زور سے پھینکتے ہیں اور لوگ کھانا کھاتے ہیں کھڑے ہوتے ہیں اور آداب بجا لاتے ہیں ۔ ان سب کو بدعت اور نا مشروع قرار دیا اور انکے کپڑے پہننے کے وقت کی قربانی کو حرام قرار دیا[۳]۔

۱۔ محمد اکبر حسینی، جامع الکلم ، ص ۵۲
۲۔ پروفیسر محمد اسلم ، تاریخی مقالات ، ص ۱۸۶

حضرت مخدوم جہانیاں اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں کہ ہندوستان میں شب برات کی جو تقریبات منائی جاتی ہیں وہ غزنین، خراسان اور عرب میں دیکھنے میں نہیں آتیں، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کا کوئی تعلق مسلمانوں سے نہیں ہے، بلکہ ہندوستان کے عوام سے ہے جو دین سے بے خبر ہیں اور وہ اس رات کو غیر شرعی چیزوں میں مشغول رہ کر اپنے اعمال کو سیاہ کرتے ہیں ۔ [۱]

حضرت مخدوم جہانیاں کھانے سے پہلے ہاتھ نہیں دھوتے تھے اور اسے فقیروں کا طریقہ بتاتے تھے (ویسے مخدوم جہانیاں ہاتھ دھونا مستحب سمجھتے تھے) کھانے کے بعد آنجناب ہاتھ دھونے سنت سمجھتے تھے اور ہاتھ دھلانے والے کو یہ دعا دیتے تھے ۔

طهرك الله من الذنوب و براك من العيوب [۲]

حضرت مخدوم جہانیاں فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنے سر کے اوپر استرا پھروانا چاہے تو اسے چاہئیے کہ پہلے اپنی بیوی سے اجازت حاصل کرے اگر وہ غیر شادی شدہ ہو تو اس صورت میں ماں سے اس امر کی اجازت حاصل کرے ایسا نہ ہو کہ اس کی یہ ہیبت کذائی اس کی بیوی یا اس کی والدہ کو پسند نہ آئے ۔ [۳]

۱۔ صباح الدین عبدالرحمن ، ہندوستان کے سلاطین، علماء اور مشائخ کے تعلقات پر ایک نظر ، اعظم گڑھ ۱۹۶۳ ء ، ص ۱۰۰ تا

۲۔ سید علاء الدین ، الدر المنظوم ، ص ۱۰۷

۳۔ ایضاً ص ۲۳۲

حضرت مخدوم کی اس بات سے ہمیں عبداللہ ابن عمر کا قول یاد آتا ہے :

موصوف فرماتے ہیں کہ جس طرح وہ یہ چاہتے ہیں کہ ان کی بیوی بن سنور کر رہے۔ اسی طرح اس کے دل میں بھی یہ بات آتی ہو گی کہ اس کا خاوند اپنی وضع قطع درست رکھے ۔[1]

حضرت مخدوم جہانیاں کیونکہ مکہ مکرمہ میں مدتوں تک مقیم رہے تھے، اس لئے وہ وہاں کے تمام رسوم و رواج جانتے تھے ۔ انہوں نے ایک موقع پر فرمایا کہ انہوں نے مکہ مکرمہ میں یہ دیکھا کہ وہاں کی عقلمند خواتین اپنے شوہروں کو اس بات کی اجازت دیتی ہیں کہ وہ جوان کنیزوں سے مجامعت کیا کریں تاکہ وہ حرام کاری سے محفوظ رہیں ۔[2]

حضرت مخدوم جہانیاں فرماتے ہیں کہ نمازیوں کو چاہئیے کہ وہ خطبہ کے دوران میں حرکت نہ کریں اور اسے بالکل نماز ہی کی طرح پڑھیں ۔ البتہ جب خطیب سلاطین کا ذکر کرے تو پھر نمازی تسبیح کرے، نماز پڑھے، تعویذ لکھے یا پھر تلاوت کرے ۔ ان باتوں کی اجازت حضرت مخدوم نے اس لئے دی کہ ظالم سلاطین کا ذکر نمازیوں کے کانوں تک نہ پہنچ سکے ۔ حضرت مخدوم فرماتے ہیں کہ خطبہ میں سلاطین کو ان صفات سے متصف کیا جاتا ہے جو ان میں موجود نہیں ہوتیں ۔[3]

جب حضرت مخدوم جہانیاں کے پاس بادشاہ یا معتقدین کی طرف سے ہدئیے آتے تو

۱- سید علاء الدین ، الدر المنظوم ، ص ۳۶۰

۲- ایضاً ص ۱۲۷

۳- ایضاً ص ۲۰۶- ۲۰۷

آپ ان کو قبول کر لیتے ایک موقع پر آپ نےفرمایا کہیں سے فتوح آ جاتی ہے تو میں قبول کر لیتا ہوں کیونکہ شیخ عبداللہ یافعی، شیخ مدینہ عبداللہ مطری اور دوسرے مشائخ نے فرمایا کہ فتوح قبول کرکے دوسروں تک پہنچادو اور کچھ اپنی ضرورت کے واسطے اپنے پاس رکھ لو ۔[1] آپ نے اس پر مکمل عمل کیا ۔

جب حضرت مخدوم جہانیاں مکہ سے شیراز تشریف لے گئے تو ایران کے بادشاہ نے سونے اور چاندی کے سکے طشت میں پیش کیے ۔ لیکن آپ نے یہ تمام سکے ان ہمراہیوں کو دے دیے جو مقروض تھے ۔[2]

شیراز میں ہی ایک شاگرد نے جو حضرت مخدوم جہانیاں سے مصباح پڑھتا تھا کئی ہزار دینار پیش کئے لیکن وہ تمام دینار ان ہمراہیوں کو دے دئیے جن کو اپنی لڑکیوں کی شادیاں کرنا تھیں ۔[3] حضرت مخدوم جہانیاں کے رشد و ہدایت کے زمانہ میں جتنی بھی چیزیں دن بھر آتی تھیں، وہ رات تک تقسیم کر دی جاتی تھیں ۔ یہاں تک کہ خانقاہ میں پانی بھی نہ رہتا تھا ۔ پھرآپ فرماتے ہیں یہی ترک و تجرید باطن میں محبت پیدا کرتی ہے ۔ پھر محبوب کے سوا کسی اور چیز کی طلب ہی نہیں رہتی ۔[4] ایک بار ایک سیّد آپ کے پاس آئے ۔ انہوں

۱- سید علاء الدین ، الدر المنظوم ، ص ۲۳۸

۲- ایضاً ص ۲۶۲

۳- ایضاً ص ۳۵۲

۴- ایضاً ص ۶۸۰

نے اپنے لئے کفن کا کپڑا مانگا - اس وقت کوئی کپڑا آپ کے پاس نہ تھا اور نہ ہی دام تھے جو اس کو دے دیتے چنانچہ آپ کے پاس جاڑے کا بستر پڑا ہوا تھا آپ نے خادم سے فرمایا جاڑے کا بستر سے روئی نکال لو اور کپڑا کفن کے واسطے سیّد کو دے دو اور روئی بیچ کر دام رکھ لو - اور درویشوں کے وظیفے کے لئے کام آئے گا - یہ کہہ کر آپ نماز پڑھنے لگے - چنانچہ آپ کے خادم خاص نے ایسا ہی کیا - اور کہنے لگا قطب عالم کیسی شفقت رکھتے ہیں - پھر یہ آیت پڑھی -

و ما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین

جب حضرت مخدوم جہانیاں نے یہ آیت سنی تو نماز کی نیت توڑ دی اور فرمایا - یہ آیت رسول اکرم کے حق میں ہے کسی دوسرے کے لئے نہیں ہو سکتی --[1]

ایک موقع پر ایک غریب آپ کی خدمت میں حاضر ہوا - اور عرض کیا کہ میں لکھنوتی کی طرف جانا چاہتا ہوں اس لئے آپ مجھے زاد راہ اور کپڑے دیجئیے - اس وقت ایک مرید ایک طشت میں مصری بھر کر تحفہ لایا حضرت مخدوم نے غریب سے کہا کہ تم لے لو اس نے لے لیا اور پھر کپڑے کا طلبگار ہوا آپ کے جسم مبارک پر جو کپڑا تھا وہ کسی نے عاریتاً پہنا دیا تھا کہ وہ متبرک ہوجائے اس لئے آپ نے فرمایا کہ اگریہ کپڑے میری ملکیت ہوتے تو میں تم کو دے دیتا - لیکن عرب کسی طرح بھی راضی نہ ہوا - خادموں نے اس پر غصے کا اظہار کیا - عرب نے کہا کہ مخدوم آپ کے خادم مجھ کو مارنا چاہتے ہیں فرمایا اگروہ تمہیں ماریں تو تو مجھے مار ڈالنا - میں نے

۱- سید علاؤالدین علی حسینی ، الدر المنظوم ، ص ۱۷۸

marfat.com

[ ]

اپنا خون تجھے معاف کر دیا ۔ اور اپنی گردن مبارک اس کے آگے جھکا دی ۔ عرب یہ خلق دیکھ کر بےحد متاثر ہوا اور آپ کے قدموں میں گر پڑا ۔ حضرت مخدوم نے اس کو اپنی بغل میں لے لیا اور اپنی ٹوپی اس کو پہنا کر رخصت کیا ۔[1]

جب کوئی شخص آپ کے پاس ھدیہ لاتا تو آپ اس کا بدلہ کسی نہ کسی صورت میں ضرور دیتے ۔ ایک بار ایک معتقد نے سونے اور چاندی کے سکے پیش کئے جب وہ رخصت ہونے لگا تو اس کو اپنی بارانی دے دی اور پھر فرمایا کہ حدیث صحاح میں ھے کہ جو شخص تمہارے لئے کوئی ھدیہ لائے تو تم اس کو ضرور بدلہ دو اور اگر تم اس کی قدرت نہیں رکھتے ہو تو پھر اس کے لئے دعا ھی کرتے رہو اور اس وقت دعا کرو جب تک کہ تمہیں یقین ہوجائے کہ اس ھدیے کا بدلہ اتر گیا ۔[2]

حضرت مخدوم جہانیاں جب بھی دھلی تشریف لاتے تھے تو فیروز شاہ تغلق ان کا نہایت گرم جوشی کے ساتھ استقبال کرتے اور دھلی میں وہ شاھی مہمان کی حیثیت سے کوشک فیروز آباد یا فتح خان کے حظیرہ میں ٹھہراتے تھے ۔[3] حضرت مخدوم کی قیام گاہ میں حاجت مندوں کا ایک ھجوم لگا رہتا تھا ۔ آپ کے خادم ان کی حاجتوں کو لکھ لیا کرتے تھے ۔ جب حضرت مخدوم کی ملاقات سلطان فیروز شاہ تغلق کے ساتھ ہوتی تو آپ وہ ساری فہرست ان کے

۱- سید علاؤ الدین علی حسینی ، الدر المنظوم ، ص ۲۸۶

۲- ایضاً ص ۲۹۱

۳- شمس السراج عفیف ، تاریخ فیروز شاھی ، ص ۵۱۳

حوالے کر دیتے تھے ۔ اور لوگوں کی حاجت روائی کو اپنے لئے سعادت خیال کرتے تھے[1] ۔ ایک مرتبہ آپ نے اچ سے دھلی کا سفر محض اس لیے کیا تھا کہ ان کے استاد کے لڑکے کو بہنوں کی شادی کے لئے روپیہ کی ضرورت تھی ۔ فیروز شاہ تغلق کی جانب سے آپ کو جو " وظیفہ خانقاہ " اور " انعامات " ملتے تھے انہیں قبول کرتے تھے ۔ ان کا مقصد بقول ان کے " بندگان خدا کو فائدہ پہنچانا تھا " ۔

علماء سہروردی بادشاہوں کے ساتھ صرف اس وجہ سے میل جول رکھتے تھے تاکہ ان کے ذریعے عوام کی خدمت کر سکیں ۔ ایک موقع پر جب فیروز شاہ تغلق نے ٹھٹھہ کا محاصرہ کر لیا کیونکہ وہ اس سے پہلے سندھیوں سے بہت زیادہ تکلیفیں اٹھا چکا تھا اور اب اس کا دل ان کے خلاف غصے اور جوش انتقام سے بھرا ہوا تھا ۔ لیکن آپ نے سندھی عوام کی معافی کے لئے بادشاہ کے پاس سفارش کی اور ان کی جانوں کی معافی کروا کر رہے ۔ اس طرح آپ عوام کی خدمت کرتے تھے[2] ۔

جامع ملفوظات سید علاو الدین لکھتے ھیں کہ عالم آباد میں لانگاہ قوم کے افراد بغاوت پر اتر آئے تھے ۔ اہالیان عالم آباد نے حضرت مخدوم جہانیان سے درخواست کی کہ اگر آپ وہاں پر تشریف لے جائیں اور شہر کے باہر قیام فرمائیں تو باغی آپ کو دیکھتے ھی بھاگ

۱- شمس سراج عفیف ، تاریخ فیروز شاھی ، ص ۵۱۵

۲- ایس - ایم - اکرام ، آب کوثر ، ص ۲۷۸ تا ۲۷۹

جائیں گے ورنہ وہ اہالیان عالم آباد پر شب خون ماریں گے ۔ چنانچہ حضرت مخدوم جہانیان نے ان کی سفارش کو شرف قبولیت بخشا اور عالم آباد کی شہر پناہ کے باہر قیام فرمایا ۔ جب باغیوں کو ان کی تشریف آوری کی اطلاع ملی تو انہوں نے شب خون مارنے کا ارادہ ترک کر دیا ۔[1] اس طرح آپ نے اہالیان عالم آباد کی جان بخشی کروائی ۔

سلطان فیروز شاہ تغلق حضرت مخدوم کے مکمل طور پر زیر اثر تھا ۔ یعنی وہ آپ سلطان سے کہتے تھے وہ اسی پر ہی عمل کرتا تھا ۔ جیساکہ سلطان محمد بن تغلق سے مسلمان عوام پر بہت زیادہ ظلم و ستم کیا جاتا تھا ۔ انہیں طرح طرح کی سزائیں دی جاتیں تھیں ۔ جو اسلام میں جائز نہیں تھیں ۔ سلطان فیروز شاہ تغلق نے وہ تمام سزائیں ختم کروا دیں ۔[2] اسی طرح سلطان فیروز شاہ تغلق سے پہلے عوام پر بہت سارے غیر اسلامی ٹیکس لئے جاتے تھے ۔ جن کا دین کے ساتھ دور کا تعلق نہ تھا ۔ اور حرام طریقوں سے بیت المال کو بھرا جاتا تھا ۔ آپ نے وہ سبھی فیروز شاہ تغلق سے بند کرا دیے ۔ جو آفیسر ایسے ٹیکس لوگوں سے جمع کرکے خزانے کو بھرتے تھے انہیں بھی سخت سزائیں دی جانے لگیں ۔ اس طرح حضرت مخدوم جہانیان نے فیروز شاہ تغلق کے ذریعے عوام کو ان تمام ناجائز واجبات سے نجات دلا دی ۔[3] اسی طرح سلطان فیروز شاہ تغلق نے شفاخانے بنوائے وہاں ہر وقت طبیب موجود رہتے تھے ۔ مقیم مسافر ۔ رذیل

۱- سید علاو الدین علی حسین ، الدر المنظوم ، ص ۲۷۵

۲- پروفیسر محمد اسلم ، تاریخی مقالات ، ص ۱۸۱ تا ۱۸۲

۳- ایضاً ص ۱۸۴ تا ۱۸۵

marfat.com

اور شریف آزاد اور غلام ہرطرح کے مریض وہاں پر آتے تھے اور ان کا مفت علاج کیا جاتا تھا ۔ یہ تمام کام حضرت مخدوم جہانیاں نے ہی کروائے ۔[1] ان کے علاوہ معاشرے میں دوسری بہت ساری برائیاں پائی جاتی تھیں ملحد اور اباحتی عوام کو الحاد اور اباحت کی طرف بلایا کرتے تھے اور رات کے وقت وہ بلا تمیز محرم او غیر محرم ایک خاصی جگہ پر جمع ہوتے تھے اور کھانے اور شراب سے لطف اندوز ہوتے تھے اور کہتے کہ یہی ہماری عبادت ہے ۔ اور لوگوں کو بت پرستی پر بھی مجبور کرتے تھے ۔ اس رات وہ اپنی بیویوں ، ماؤں اور بہنوں کو جمع کرتے اور پھر جس کا بھی لباس ہاتھ لگتا اس کے ساتھ ہی زنا کرتے تھے ۔ سلطان فیروز شاہ تغلق نے ان کے سرداروں کے سر اڑا دیئے ۔ اور باقیوں کو قید کر دیا ۔ کچھ کو جلاوطن کر دیا یہاں تک کہ اسلامی حکومت سے ان تمام برائیوں کا خاتمہ کر دیا گیا ۔[2] سلطان فیروز شاہ سے پہلے وہ تمام زمینیں اور دیہات جو لوگوں کی زمانہ قدیم سے ملکیت چلی آ رہی تھیں ان سے چھین لی گئیں ۔ سلطان فیروز شاہ نے اعلان کیا کہ جو ان کی ملکیت کا ثبوت شرعی عدالت میں پیش کرے گا وہ اس کے حوالے کر دی جائے گی ۔ اس طرح حضرت مخدوم کے زیر اثر سلطان فیروز شاہ تغلق نے حقداروں کو ان کا حق دلوا دیا ۔[3] اس کے علاوہ معاشرے میں ایک بری رسم یہ بھی پائی جاتی تھی کہ عورتیں متبرکہ ایام میں ٹولیاں بنا کر مزارات کی زیارت کوجاتی تھیں اور آوارہ منش لوگ وہاں پر جمع ہو جاتے

۱۔ پروفیسر محمد اسلم ، تاریخی مقالات ، ص ۱۸۶

۲۔ ایضاً ص ۱۸۶ تا ۱۸۷

۳۔ ایضاً ص ۸۷

تھے اور انہیں تنگ کرتے تھے - چنانچہ فیروز شاہ نے ایسی عورتوں کو سخت سزائیں دیں اور معاشرے سے اس بری رسم کا خاتمہ کر دیا جس سے لوگوں کے اخلاق پر اثر پڑتا تھا --[1]

فیروز شاہ تغلق سے پہلے معاشرے میں ایک اور بھی بری رسم پائی جاتی تھی جو یہ تھی کہ کپڑوں پر تصویریں بنائی جاتی تھیں - اسی طرح لگام ، زین ، سواری کے جانور کے طوق ، عود جلانے والی انگیٹھی تھالی ، پیالہ ، کوزہ ، طشت ، لوٹے ، خیمے ، پردے ، تخت ، کرسی و آلات اور ہتھیاروں پر بھی تصویریں بنائی جاتی تھیں - ان تمام کو صاف کروانے کا حکم دے دیا --[2] کیونکہ اس سے بھی معاشرے میں غلط رسم و رواج بنتے تھے اس طرح حضرت مخدوم جہانیاں نے معاشرے کی برائیوں کو ختم کروانے میں سلطان فیروز شاہ کی بڑی مدد کی -

حضرت مخدوم نے معاشرتی برائیوں کے سلسلے میں فرمایا کہ ہاتھی دراصل طباخ تھا ، یہ ہم جنس کے جرم میں ہاتھی بنا یا گیا - ریچھ دراصل مخنث تھا یہ بھی اسی گناہ میں ماخوذ ہوا - ایک کم مایہ عیسائی نے کھجوریں چوری کیں ، اسے اس گناہ کی پاداش میں سؤر بنا دیا گیا - بندر از روئے قرآن یہودی تھا - انہوں نے ہفتے کے دن مچھلیاں پکڑیں ، اللہ تعالی نے انہیں بندر بنا دیا - ایک شخص بڑا بے غیرت تھا وہ اپنی بیوی کو دوسروں کے پاس لے جاتا تھا ، اسے خدا نے بام مچھلی بنا دیا - ایک عورت درختوں سے پھل چوری کیا کرتی تھی ، اسے خدا نے اس گناہ کی پاداش میں چمگادڑ بنا دیا - بچھو دراصل ایک بدگو انسان تھا ، جو سب

۱- پروفیسر محمد اسلم ، تاریخی مقالات ، ص ۱۹۰

۲- ایضاً ص ۱۹۲ تا ۱۹۳

marfat.com

کی برائیاں کیا کرتا تھا ۔ سوسمار ایک رہزن تھا ، جو حاجیوں کے قافلے لوٹا کرتا تھا ۔ ایک عورت نے اپنے خاوند پرجادو کیا تو اسے مکڑی بنا دیا گیا ۔ مگر مچھ ایک محصل تھا جو لوگوں سے جبراً عشر وصول کرتا تھا ۔ ایک نصرانی عورت ملوک کے ساتھ ربط رکھتی تھی ۔ اس نے هاروت و ماروت کو فتنے میں مبتلا کر دیا ۔ خدا نے اسے زهرہ ستارہ بنا دیا ۔ ایک عورت ابھی نفاس سے بھی فارغ نہیں ہوئی تھی کہ اس نے فساد شروع کر دیا اسے اس جرم کی پاداش میں خرگوش بنا دیا گیا ۔[1] ان تمام باتوں کا مطلب یہ ھے کہ وہ معاشرے کی برائیوں کا خاتمہ کرنا چاھتے تھے تاکہ لوگ مسخ الاشکال کے خوف سے برائیاں نہ کریں ۔

حضرت مخدوم جہانیاں جب ۱۳۷۹ء میں دھلی تشریف لائے اس وقت امساک باران کی وجہ سے غلہ بہت گراں ھو گیا تھا ۔ لوگوں نے موصوف سے گرانی غلہ کی شکایت کی ۔ اور بارش کے لئے دعا کی درخواست کی ۔ حضرت مخدوم جہانیاں نے دعا کی ۔ بارش برسی اور اس کے بعد غلہ ارزاں ھو گیا ۔[2]

۱۔ فضل اللہ ، خزادہ جواھر جلالیہ ، ورق ۱۰۷ الف

۲۔ سید علاء الدین علی حسین ، الدر المنظوم ، ص ۵۱

marfat.com

مولانا سماء الدین کی سماجی خدمات

حضرت مولانا سماء الدین طبعاً بڑے فیاض تھے - دن بھر میں جتنی بھی فتوحات آتیں سب اسی وقت تقسیم کردیتے تھے - اپنی ذات کے لئے کچھ پس انداز نہیں کرتے تھے اور نہ ھی درویشوں اور بچوں میں کسی قسم کی تمیز روا رکھتے تھے -

مولانا جمال فرماتے ھیں کہ میں مدت دراز تک مولانا کی خدمت میں رہا لیکن جناب کو کبھی مالک حساب نہ پایا - حالانکہ روزانہ ھزاروں روپے کی آمد ھوتی تھی - [1]

۸۲۵ھ میں حضرت مولانا اپنے وطن ملتان تشریف لے گئے ان دنوں ملتان اور اچ کی حکومت حضرت مخدوم شیخ محمد یوسف سجادہ نشین بارگاہ غوثیہ کی تحویل میں آ چکی تھی - اور شہر ملتان دینی اور دنیاوی اعتبار سے ترقی کر رہا تھا - مگر تھوڑے ھی عرصے میں ملتان کی بساط سیاست الٹ گئی - رائے سہرہ لنگاہ نے دھوکہ سے ملتان اور اچ کی حکومت چھین لی اور حضرت مخدوم جان بچا کر دھلی میں منتقل ہو گئے [2] - اس انقلاب سے ملتان قحط کی لپیٹ میں آ گیا - یہاں تک کہ باجرہ دانہ مروارید کی طرح ناپید ہو گیا - حضرت مولانا سماء الدین بھی ان حالات سے متاثر ھوئے بغیر نہ رہے - ان دنوں ان کی گذر اوقات کی یہ حالت تھی کہ اگر آدھ سیر باجرہ کہیں سے آ جاتا تو اسے جوش دے کر دانے شمار کرکے گھر کے آدمیوں میں

۱- نور احمد خان فریدی، تذکرہ رکن الدین ملتانی ، ص ۲۶۸

۲- ایضاً ص ۲۵۹ - ۲۶۰

marfat.com

تقسیم کر دیتے تھے - حضرت کے حصہ میں جو دانے آتے تھے وہ درویشوں کو دے دیتے اور خود فاقہ کرتے جب فقر و فاقہ کی حالت ناقابل برداشت ہو گئی تو حضرت مولانا نے رخت سفر باندھا اور ملتان سے دھلی کی طرف روانہ ہو گئے -[1]

حضرت شیخ سماء الدین کی نظر میں دنیا کے بادشاھوں کی کوئی منزلت نہ تھی - ان کی نظر میں فقیر اور مالدار یکساں تھے - اگر ایک ھزار تنکے کی جگہ سے نذرانے میں آتے تو پانچ سو اور قرض لے لیتے اور حاجت مندوں میں تقسیم کر دیتے - قرض لینے کا سبب یہ ہوتا کہ جو فقیر نذرانے کی رقم سے مستفید نہیں ہو سکتے تھے ان کو قرض منگا کر تقسیم کرتے - فقیروں ، غریبوں اور یتیموں پر اس درجہ شفیق تھے کہ ہر میوہ کی فصل میں اس جماعت کو اپنے سامنے بٹھاتے اور طرح طرح کے میوے ان کے سامنے رکھواتے اور خود بھی ان کے ساتھ تناول فرماتے - حالانکہ ہزاروں شکرانے اور نذرانے متواتر آتے تھے مگر اپنے خورد نوش کے واسطے قرض لیتے تھے -[2]

۱- حامد بن فضل اللہ جمالی، سیر العارفین ، ص ۲۵۳

۲- ایضاً ص ۲۵۸

marfat.com

کتابیات (اردو)

۱- امیر حسن سنجزی ، فوائد الفواد ، مرتبہ محمد لطیف ملک ، مطبوعہ ملک سراج الدین لاہور ۱۹۶۶ء

۲- امیر خورد کرمانی ، سیر الاولیاء ، مترجم نظام الحق ، مطبوعہ لاہور منزل (س - ن)

۳- ابن بطوطہ ، عجائب الاسفار ، اردو ترجمہ مولوی محمد حسین مطبوعہ لاہور ، دارالاشاعت پنجاب ۱۸۹۸ء

۴- ابو اسحاق ابراہیم اصطخری ، مسالک و ممالک ، مطبوعہ تہران ۱۳۴۰ ش -

۵- اردو دائرہ معارف اسلامیہ ، جلد نمبر ۱۱ لاہور جامعہ پنجاب ۱۹۷۵ء -

۶- حافظ حبیب الرحمن ، غوث بہاء الدین زکریا سہروردی ملتانی ، مطبوعہ ملتان ۱۹۸۰ء

۷- حامد گنج بخش ، مناقب الولایت ، قلمی (مملوکہ خلیفہ اللہ داد خان اچ)

۸- حامد بن فضل اللہ جمالی ، سیر العارفین ، مترجم محمد ایوب قادری ، مطبوعہ مرکزی اردو بورڈ لاہور ۱۹۷۶ء -

۹- حمداللہ مستوفی ، نزہت القلوب ، مطبوعہ لائڈن ۱۹۱۳ء

۱۰- حفیظ اللہ خان منظر ، حضرت بی بی پاکدامنان ، مطبوعہ لاہور ، ادارہ ضیائے ادب ۱۹۸۳ء

۱۱- خلیق احمد نظامی ، سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات ، مطبوعہ ندوۃ المصنفین دہلی ۱۹۵۸ء

۱۲- خواجہ جمال ، تحفۃ السعدا ، مخطوطہ رضا لائبریری رام پور ، نمبر فارسی سلوک ۲۳۳۲

۱۳- دارا شکوہ ، سفینۃ الاولیاء مترجم (محمد وارث کامل) مطبوعہ مدنی کتب خانہ لاہور (س - ن)

marfat.com

۱۴- رضیہ سلطانہ - اردو نثر کا آغاز و ارتقاء مجلس تحقیقات اردو (حیدر آباد دکن)

۱۵- ڈاکٹر صاحبزادہ محمد حسین انصاری تمیمی للہی، حیات طیبہ ، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۴ء

۱۶- سید علاء الدین علی حسین ، الدر المنظوم ، مطبوعہ ملتان ۱۳۷۷ء

۱۷- سید جعفر بدر عالم ، ملفوظات شاہ عالم ، مخطوطہ مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ -

۱۸- سعید نفیسی ، دیباچہ دیوان کلیات عراقی ، مطبوعہ تہران ۱۳۳۵ ش -

۱۹- سید ابوالحسن علی ندوی ، تاریخ دعوت و عزیمت ، (حصہ دوم) مطبوعہ تنویر پریس لکھنؤ ۱۹۶۲ء

۲۰- سیف بن یعقوب ہروی ، تاریخ نامہ ہرات

۲۱- شیخ عبدالحق محدث دہلوی ، اخبار الاخیار ، مطبوعہ کراچی دارالاشاعت ۱۹۶۳ء

۲۲- شیخ محمد اکرام ، آب کوثر ، مطبوعہ فیروز سنز لمیٹڈ لاہور ۱۹۶۶ء

۲۳- سید محمد اکبر حسینی ، جوامع الکلم ، مطبوعہ کانپور ۱۳۵۶ھ -

۲۴- شمس سراج عفیف ، تاریخ فیروز شاہی ، مطبوعہ حیدرآباد ، دارالطبع جامعہ عثمانیہ ۱۹۳۸ء

۲۵- شیخ سکندر بن محمد ، مراۃ سکندری مطبع فتح الکرائم بمبئی ۱۳۰۸ھ

۲۶- شعیب فردوسی ، مناقب الاصفیاء (قلمی) حاجی عبداللہ اوچی (مملوکہ خلیفہ غلام محمد اچ)

۲۷- شیخ شہاب الدین سہروردی ، آداب المریدین ، مطبوعہ مکتبہ جدید پریس لاہور ۱۳۹۳ھ

۲۸- شیخ عبدالرشید ، فتوحات فیروز شاہی ، مطبوعہ علی گڑھ ۱۹۶۲ء

۲۹- شیخ عبدالحق محدث دہلوی ، اردو کی ابتدائی نشوونما میں صوفیا کرام کا کام ، مطبوعہ کراچی (انجمن ترقی اردو پاکستان) ۱۹۷۷ء

marfat.com

۳۰- صباح الدین عبدالرحمن ، بزم صوفیاء ، مطبوعہ دارالمصنفین اعظم گڑھ ۱۹۴۹ء

۳۱- صوفی حمید الدین ناگوری، سرور الصدور، مخطوطہ مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ مسلم یونیورسٹی فارسی تصوف ۱۶۱/۲۱ -

۳۲- صباح الدین عبدالرحمن ، ہندوستان کے سلاطین ، علماء اور مشائخ کے تعلقات پر ایک نظر، مطبوعہ ندوۃ المصنفین اعظم گڑھ ۱۹۶۴ء

۳۳- ضیاء الدین برنی، تاریخ فیروز شاہی، مطبوعہ لاہور مرکزی اردو بورڈ ، ۱۹۶۹ء

۳۴- عنایت اللہ خان دہلوی مترجم ، دعوت اسلام ، اردو ترجمہ پریچنگ آف اسلام از آرنلڈ مطبوعہ علی گڑھ ۱۸۵۸ء -

۳۵- عبداللہ خویشگی، معارج الولایت ، [illegible] ، مخطوطہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری ایچ ۲۵ لاہور

۳۶- عبدالرحمن جامی، نفحات الانس ، مطبوعہ نول کشور پریس لکھنؤ ۱۸۸۵ء

۳۷- عباس اقبال ، تاریخ مفصل ایران (ج اول) مطبوعہ تہران ۱۳۱۲ ش -

۳۸- عبدالحی ، گل رعنا ، مطبوعہ اعظم گڑھ ، دارالمصنفین ، سلسلہ دارالمصنفین ۲۲

۳۹- عصامی، فتوح السلاطین ، (مرتبہ محمد یوشع) مطبوعہ مدراس ۱۹۳۸ء

۴۰- عبدالجلیل بسمل ، تذکرہ شیخ سید جلال مجرد کہنائی، مطبوعہ انجمن ترقی ادب سلہٹ ۱۳۸۷ھ

۴۱- فیروز شاہ تغلق ، فتوحات فیروز شاہی (مترجم عبداللہ چغتائی) مطبوعہ لاہور، کتابخانہ نورس ۱۹۵۲ء .

۴۲ - قاضی منہاج سراج ، طبقات ناصری (ج دوم) اردو ترجمہ غلام رسول مہر لاہور مرکزی اردو بورڈ ۱۹۷۵ء

marfat.com

۴۳- غلام دستگیر نامی حاکمی، تاریخ جلیلہ ، مطبوعہ صابر الیکٹرک پریس لاہور ۱۹۶۰ء

۴۴- محمد اسلم ، تاریخی مقالات ، مطبوعہ ندوۃ المصنفین لاہور ۱۹۷۰ء

۴۵- محمداسلم ، دین الٰہی اور اس کا پس منظر ، مطبوعہ دہلی، دارالمصنفین ۱۹۶۹ء

۴۶- مفتی غلام سرور لاہوری ، حدیقۃ الاولیاء ، مطبوعہ معارف پریس ، ۲۳۹ - ابن سمن آباد لاہور ۱۹۷۶ء

۴۷- مالک رام و مختارالدین احمد آرزو ، نذر عرشی ، مطبوعہ مجلس نذر عرشی ، نئی دلی۱۹۶۵ء

۴۸- محمدقاسم فرشتہ ، تاریخ فرشتہ ، مطبوعہ بمبئی ۱۸۳۲ (جلد دوم)

۴۹- محمدشجاع الدین ، دیوان قلندر شاہ لاہوری مطبوعہ لاہور ۱۹۵۰ء

۵۰- محمدایوب قادری ، مخدوم جہانیان جہان گشت مطبوعہ ادارہ تحقیق و تصنیف کراچی ۱۹۶۳ء

۵۱- میر عبدالواحد بلگرامی، سبع سنابل ، مطبوعہ نظامی پریس کانپور ۱۲۹۹ھ

۵۲- مولوی خلیفہ محمدرضا ن ، شجرہ سادات کرام اچ شریف بخاری، (قلمی) (مملوکہ خلیفہ اللہ داد خان بلوچ)

۵۳- مولوی حفیظ الرحمن ، تاریخ اچ مطبوعہ دہلی ۱۹۳۱ء

۵۴- مرتبہ مقبول عالم ، جمعات شاہی ، قلمی، مکتوبہ ۱۰۰۸ھ (مخزونہ کتب خانہ انجمن ترقی اردو، کراچی)

۵۵- مولوی اعجاز الحق قدوسی ، تذکرہ صوفیائے سندھ ، مطبوعہ کراچی اردو اکیڈمی سندھ۱۹۵۹ء

۵۶- مولوی حفیظ الرحمن ، ذکر کرام ، مطبوعہ بہاولپور ۱۹۳۸ء

marfat.com

۵۷- میر علی شیر قانع تتوی ، تحفة الکرام ، (اردو ترجمہ اختر رضوی) مطبوعہ سندھی ادبی بورڈ ۱۹۵۹ء

۵۸- مولانا ابوالحسن ، عوارف المعارف ، مطبوعہ لاھور ملک اینڈ کمپنی تاریخ ندارد -

۵۹- محمد معصوم بھکری ، تاریخ معصومی ، مرتبہ عمر بن داؤد پوتا ، مطبوعہ بھنڈارکر اورینٹل انسٹی ٹیوٹ پونا ، بمبئی ۱۹۳۸ء

۶۰- مولانا نور احمد خان فریدی ، تذکرہ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی ، مطبوعہ قصر الادب ، جگو والہ ۱۹۰۰ء

۶۱- مولانا نور احمد خان فریدی ، تذکرہ حضرت قطب الاقطاب شاہ رکن عالم ، مطبوعہ قصر الادب جگو والہ ملتان ۱۹۶۱ء

۶۲- مولانا نور احمدخان فریدی ، تذکرہ حضرت صدرالدین عارف ، مطبوعہ قصر الادب جگو والہ ملتان ۱۹۵۷ء

۶۳- محمد وارث کامل ، تذکرہ اولیائے لاھور مطبوعہ ، کراچی ، مکتبہ ماحول ۱۹۶۳ء

۶۴- مفتی غلام سرور لاھوری ، خزینة الاصفیاء مطبوعہ نول کشور پریس لکھنؤ ۱۹۱۴ء

۶۵- یاقوت حموی ، معجم البلدان ، مطبوعہ بیروت ۱۹۵۷ء -

marfat.com

رسائل اردو

۱- "ماهنامه المعارف" ، مارچ ۱۹۸۲ء ، لاهور -

۲- "اورینٹل کالج میگزین" ، فروری - مئی ۱۹۷۹ء ، یونیورسٹی اورینٹل کالج لاهور -

۳- "مجله تاریخ و ثقافت پاکستان" جلد نمبر ۳ شماره نمبر ۱ جنوری ۱۹۸۲ء

**

marfat.com

English Books

1. Bahawalpur State Gazetteer Lahore, 1908.

2. Cambridge History of India Vol. 3, Published from Cambridge University Press.

3. Cumsarate, History of Gujrat, Published from Madras: 1938.

4. Gazetteer Bombay Presidency, Published from Bombay, 1896.

5. Gazetteer of Montgomery District Lahore, 1884.

6. Habibullah, A.B.M., Foundation of Muslim Rule in India, Allahabad, 1965.

7. Islamic Culture Quartalz, Vol.XXII No.SI-4, Hyderabad, Deccan, 1948.

8. Pakistan Journal of History and Culture Islamabad, Vol.III, No.1 January, June 1982.

marfat.com

marfat.com